اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی و تحلیلی جائزہ

تحقیقی مقالہ

برائے ایم فل علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر نورالدین جامی

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ

بہاءالدّین زکریا یونیورسٹی، ملتان

مقالہ نگار

حافظ فدا حسین

(ڈپٹی کنٹرولر)

ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ، ملتان

رولنمبر 7823321 i

ALLAMA IQBAL
Open University Library
(ACQUISITION SECTION)
Acc. No. 104603
Date. 05-01-2006

کلیہ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیشن 2002ء

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

DECLARATION

I Hafiz Fida Hussain s/o Sardar Bakhsh Roll No:i 7823321, Registration No: 96pmn0029. as a student of M.Phil. at the Allama Iqbal Open University Islamabad do hereby solemnly declare that the thesis entitled "اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی وتحلیلی جائزہ" is submitted in partial fulfilment of M.Phil Degree in Islamic studies, is my original work and has not been submitted or published earlier and shall not in further be submitted by me for obtaining any degree from this or an other university or institution.

Hafiz Fida Hussain

FORWARDING SHEET

The thesis entitled اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی وتحلیلی جائزہ submitted by Hafiz Fida Hussain in partial fulfilment of the requirements for the degree of Master of Philosphy in Islamic Studies has been completed under my guidence and supervision. I am satisfied with the quality of students's research work.

Prof. Dr. Noor-ud-Din Jami
Chairman
Department of Islamic Studies,
Bahauddin Zakaria University,
Multan

APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of Thesis اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی و تحلیلی جائزہ

Name of Student : Hafiz Fida Hussain

Accepted by the Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad in partial fulfilment of the requiremnts for the Degree of Master of Philosphy in Islamic Studies.

Viva Voce Committee

Dean, F/O AIS

Chairman/Director

External Examiner

Supervisor

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

انتساب

میں اپنی اس علمی کاوش کو اپنے محترم والدین کی جانب منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے انتہائی محدود وسائل اور نامساعد حالات میں مجھے علم کی راہ پر لگایا اور میری تعلیم و تربیت کی خاطر، باوجود اس کے کہ انہیں اپنے بڑھاپے میں جوان بیٹے کا سہارا مطلوب تھا، میری جدائی کے طویل اور غمناک لمحات برداشت کیے، علم کی خاطر قربانی کا یہ جذبہ یقیناً دین و ملّت سے اس شدید محبت کا آئینہ دار ہے جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔

علاوہ ازیں اپنے چاچا محترم قاری اللہ دتہ نقشبندی صاحب کے نام، جنہوں نے اپنی حقیقی اولاد سے بڑھ کر محبت و شفقت سے میری کفالت فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام مہربانوں کا سایہ میرے اوپر قائم رکھے۔ آمین

اظہار تشکر

سب سے پہلے میں اللہ تعالی کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے حضور ﷺ کی امت میں سے پیدا کیا اور بے شمار نعمتوں کے ساتھ ساتھ مجھ ناچیز کو علمی و تحقیقی کام کرنے کی توفیق بخشی اور اس مقالہ کی تکمیل میں ہر مرحلہ میں آسانی پیدا فرمائی۔ اس کے بعد میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور قربانیوں کے نتیجہ میں میں آج ایم فل کی سطح کا تحقیقی مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی و علوم اسلامیہ کا میں بے حد شکر گزار ہوں جس نے مجھے اس تحقیقی کام کا موقع فراہم کیا۔

اس موقع پر استاد محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر نور الدین جامی، چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ زکریا ملتان، کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو کہ میرے نگران مقالہ ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تحقیقی مقالہ لکھنے میں مجھے ان جیسے استاد کی رہنمائی میسر رہی۔ دوران تحقیق جب بھی میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی ذاتی مصروفیات کے باوجود کمال شفقت اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحقیق اصول وضوابط کی روشنی میں، مقالہ کو معیاری بنانے کے لیے میری رہنمائی کی۔

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن صاحب (پروفیسر شعبہ اسلامیات، جامعہ زکریا ملتان) کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی علالت کے باوجود اپنی علمی و تحقیقی صلاحیتوں سے میری بھرپور سرپرستی کی۔

باذوق محقق اور خوش اخلاق شخصیت کے حامل استاد محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صاحب (چیئر مین شعبہ اسلامک لاء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ کی تکمیل میں اصول تحقیق کے حوالہ سے رہنمائی کی۔

پروفیسر حافظ سجاد صاحب تتر الوی (اوپن یونیورسٹی) نے مقالے کی ترتیب اور مواد کی نشان دہی کے حوالہ سے میرے ساتھ بہت تعاون کیا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں ان کے تعاون کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اسی طرح جناب سجاد الٰہی صاحب، ساکن (گارڈن ٹاؤن لاہور) کا بھی شکر گزار ہوں، جو میری معاونت کرنے میں شکریہ کے مستحق ہیں۔

آخر میں ان جملہ دوست واحباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے دوران تحقیق مجھے اپنے پرخلوص مشوروں سے نوازا۔ ان میں سرفہرست میرے قریبی دوست عبدالماجد ندیم (لیکچرار، گورنمنٹ کالج خانیوال و ڈائریکٹر اسلامک سنٹر فار ریسرچ اینڈ انٹرپریٹیشن ملتان I.C.R.I) ہیں۔ جنہوں نے مقالے کی ترتیب، تکمیل، مسودہ کی تصحیح اور کمپوزنگ میں میرے ساتھ مثالی تعاون کیا۔ بلا

شعبہ اس تحقیقی مقالہ کی تکمیل میں ان کا نہایت اہم کردار ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور اخلاص میں برکت دے۔

اس موقع پر مختلف لائبریریوں میں کام کرنے والے ان حضرات کا نہایت شکرگزار ہوں جنہوں نے کتب کی فراہمی میں میرے ساتھ تعاون کیا۔اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین۔

مقالہ نگار

حافظ فدا حسین (ڈپٹی کنٹرولر)
ثانوی
ثانوی و اعلیٰ تعلیمی بورڈ ملتان

مشمولات

مقدمہ	:	تعارف تحقیق	:	
باب اوّل	:	اصول تفسیر کا تعارف	:	01-70
باب دوم	:	نظریہ نظم قرآن	:	71-115
باب سوم	:	نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ	:	116-211
باب چہارم	:	نظم قرآن کی روایت کا تحلیلی جائزہ	:	212-246
		نتائج تحقیق وسفارشات	:	247-252
		ملخص مقالہ	:	253-256
		فہارس	:	257-320

رموز واشارات

تحقیق مقالہ میں غیر ضروری تکرار اور طوالت سے بچنے کے لئے درج ذیل رموز واشارات کا استعمال کیا گیا ہے:

۱۔ص: صفحہ

۲۔م: متوفی

۳۔م.ن: مصدر نفسہ

۴۔ھ: (سنہ) ہجری

۵۔ء: (سنہ) عیسوی

۶۔﴿ ﴾: آیات قرآنیہ کے لئے بریکٹ

۷۔(): احادیث نبویہ کے لئے بریکٹ

۸۔" ": خصوصی مفہوم

۹۔/: جلد اور صفحہ یا سن ہجری اور سن عیسوی کے درمیان خط فاصل.

ABSTRACT

زیر نظر تحقیقی مقالہ اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی و تحلیلی جائزہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے جو کہ مقدمہ، چار ابواب، نتائج تحقیق، سفارشات ملخص مقالہ اور مختلف فہارس پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں موضوع تحقیق کی اہمیت، موضوع کا تعارف، موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ، فرضیہ تحقیق، تحقیق کے مقاصد، اسلوب تحقیق، خاکہ تحقیق، زیر تحقیق موضوع پر ہونے والا سابقہ کام، زیر نظر مقالہ کی افادیت اور مصادر و مراجع کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ باب اول ''اصول تفسیر کا تعارف'' میں اصول تفسیر اور علوم القرآن کا مفہوم اور ان کا باہمی تعلق، ضرورت و اہمیت اور اصول تفسیر کے آغاز و ارتقاء پر بحث کی گئی ہے۔ باب دوم ''نظریہ نظم قرآن'' میں نظم قرآن کا مفہوم اس کی ضرورت و اہمیت اور اس کے ارتقاء پر بحث کی گئی ہے۔ باب سوم ''نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ'' میں نظم قرآن کے حامی و مخالف علماء کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ اور نظم قرآن کے حوالہ سے تین مکاتب فکر کے نظریات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ باب چہارم ''نظم قرآن کا تحلیلی جائزہ'' میں نظم قرآن کے مفید اثرات، قرآن کے نظم میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم میں اہم اشارات پر بحث کی گئی ہے، نیز نظم قرآن کا متوازن تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

نتائج تحقیق و سفارشات میں نظم قرآن کے حوالہ سے ماخوذ نتائج کو مربوط انداز میں مدون کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مقدمہ میں اٹھائے گئے مسئلہ کا جواب دیا گیا ہے، نیز مقدمہ میں قائم کیے گئے فرضیات میں سے درست فرضیہ کی نشان دہی کر دی گئی ہے اور تحقیق سے حاصل شدہ نظریات پر عمل درآمد کے لئے سفارشات پیش کی گئی ہیں۔ ملخص مقالہ میں تحقیق کے دوران آنے والے تمام اہم نکات کو بھی یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ کم وقت میں پورے مقالہ پر سرسری نگاہ ڈالی جاسکے، نیز مقالہ میں حوالہ کے طور پر آنے والی قرآنی آیات، احادیث نبویہ، الاعلام اور موضوعات کی فہارس بھی مرتب کی گئی ہیں۔

مقدّمہ

(تعارف تحقیق)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم

مقدّمہ

(تعارف تحقیق)

موضوع کی اہمیت:

کسی بھی کلام کی اصل روح نظم کے اندر مضمر ہوتی ہے۔ نظم سے غفلت برتنا پورے کلام کو مہمل اور بے معنی بنا دیتا ہے اور کلام کا تمام حسن و جمال مفقود ہو جاتا ہے جب کہ نظم سے کلام کے اجزاء باہم مربوط ہو جاتے ہیں اور معنی میں کشش و تاثیر بڑھ جاتی ہے

قرآن مجید کے بارے میں بار بار یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اس میں نظم و ترتیب ہے یا نہیں؟ قرآن مجید پر مستشرقین نے جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ قرآنی آیات وسور میں نظم و ترتیب کا فقدان ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن مجید منتشر افکار و خیالات کا مجموعہ ہے۔ مستشرقین کے یہ اعتراضات بے بنیاد ہیں جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے قرآن مجید ایک مربوط اور منظم کلام ہے اور غیر مربوط بیانات کا مجموعہ بالکل نہیں ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب توقیفی اور من جانب اللہ ہے قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبّر کرنے والوں کے سامنے یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہر سورۃ کا ایک مرکزی مضمون یا عمود ہوتا ہے اور سورۃ کی تمام آیات اسی مرکزی مضمون کی توضیح و تشریح کرتی ہیں۔ اس طرح قرآن مجید کی جملہ آیات وسور میں نظم و ربط پایا جاتا ہے۔ اور وہ باہم مربوط ہیں۔

ہر کلام کو سمجھنے کے لیے اس کے مقدم و مؤخر کا لحاظ ضروری ہے جب تک کلام کے مختلف حصوں کا اجمالی طور پر تعلق معلوم نہ ہو اس وقت تک متکلم کے مقصد سے واقفیت ممکن نہیں۔ یعنی کسی بھی کلام کے سیاق و سباق ہی کے ذریعے کلام کی منشا اور مراد کو سمجھا جا سکتا ہے اسی لیے فہم قرآن کریم کے لیے نظم قرآن کی رعایت اور معرفت ناگزیر ہے۔

موضوع کا تعارف:

قرآن مجید امت مسلمہ کے لیے اللہ تعالی کی جانب سے ایک عظیم عطیہ ہے اور اس کا فہم اسلام کی خشت اول ہے۔ قرآن مجید کے فہم کے لیے علم تفسیر کے مبادیٔ تفسیر، اصول تفسیر، یا اصول فہم قرآن سے معرفت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ ان اصول و مبادی میں

سے نظم قرآن فہم قرآن کا ایک اہم ذریعہ ہے نظم قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی جملہ آیات وسور باہم مربوط ہیں کسی بھی کلام کے سیاق وسباق کا خیال نہ کر کے مرادی معنی متعین نہیں کیا جا سکتا اور یہ بات قواعد کلام کے بھی منافی ہے۔

زیر نظر مقالہ میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اصول تفسیر اور نظم قرآن سے کیا مراد ہے فہم قرآن کے حوالہ سے ان کی ضرورت واہمیت کیا ہے۔ نظم قرآن کا تاریخی جائزہ پیش کر کے نظریہ نظم قرآن کے حوالہ سے تین مختلف مکاتب فکر کے نظریات پیش کیے گئے ہیں ان میں سے ایک طبقہ نظم قرآن کا انکار کرتا ہے۔ جب کہ کچھ علماء ومفسرین نے اپنی تفاسیر میں خصوصی طور پر آیات کے مابین نظم وارتباط کا التزام کیا ہے اکثر علماء نے اپنی تفسیروں میں اسے چھیڑا ہی نہیں بلکہ جن مقامات پر نظم واضح تھا اس کا ذکر کر کے آگے چل دیے۔ اس تحقیقی مقالہ میں نظم قرآن کے مفید اثرات اور اس کے تلاش میں درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے نظم قرآن کا متوازن تجزیہ پیش کیا گیا ہے کہ فہم قرآن میں اس کی کیا حیثیت ہے اور اسے کس حد تک استعمال کرنا چاہیے۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ: (Problem of The Research)

اس تحقیقی مقالہ کا بنیادی مسئلہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

۱) اصول تفسیر سے کیا مراد ہے؟

۲) نظم قرآن سے کیا مراد ہے؟

۳) کیا اصول تفسیر اور علوم قرآن کا باہمی تعلق ہے؟

۴) اصول تفسیر اور نظم قرآن کی ضرورت واہمیت کیا ہے؟

۵) نظم قرآن سے متعلق مختلف مکاتب فکر کے نظریات کیا ہیں؟

۶) نظم قرآن کے بارے میں متوازن تجزیہ کیا کہتا ہے؟

فرضیہ تحقیق: (Hypothesis Of The Research)

اس تحقیقی موضوع کے لیے درج ذیل فرضیات قائم کیے گئے ہیں:

۱) اصول تفسیر اور علوم قرآن دو الگ الگ علوم ہیں۔

۲) اصول تفسیر اور علوم قرآن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں باہمی گہرا ربط ہے۔

۳) نظم قرآن، فہم قرآن کی کلید ہے۔

۴) صرف نظم قرآن، فہم قرآن کی کلید نہیں ہے۔

ان فرضیات کو نتائج تحقیق کی روشنی میں جانچا جائے گا اور درست فرضیہ کی نشان دہی کی جائے گی۔

تحقیق کے مقاصد:(Objectives of The Research)

اس تحقیق کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱)اصول تفسیر کا مفہوم اور اس کی ضرورت واہمیت بیان کرنا۔

۲)نظم قرآن کا مفہوم اور اس کی ضرورت واہمیت بیان کرنا۔

۳)نظم قرآن سے متعلق مختلف مکاتب فکر کے نظریات کا جائزہ لینا۔

۴)نظم قرآن کے حوالہ سے پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینا۔

۵)نظم قرآن کے بارے میں متوازن تجزیہ کرنا۔

اسلوب تحقیق:(Method Of The Research)

تحقیق کے دوران درج ذیل نکات کو اسلوب تحقیق کے طور پر اختیار کیا گیا ہے:

۱)مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کو خصوصی نام دیا گیا ہے۔

۲)پہلا باب تمہیدی ہے جب کہ بعد والے تین باب موضوع تحقیق سے متعلق ہیں، جن میں نظریہ نظم قرآن، نظم قرآن کا تاریخی و تحلیلی جائزہ کے حوالہ سے ابواب بنائے گئے ہیں۔

۳)ہر باب کو مختلف فصول اور پھر ضرورت پر ہر فصل کو ذیلی مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۴)فصول اور بحث کے اندر کی تفسیم کو ۱،۲،۳ میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۵)ہر بحث اور فصل کے آخر میں آسان الفاظ میں مختصراً مفہوم بیان کرنے کے علاوہ ہر باب کے آخر میں اہم نکات کی صورت میں باب کا خلاصہ دیا گیا ہے۔

۶)تمام ابواب کے اہم نکات پر مشتمل خلاصہ مقالہ کے آخر میں (ملخص مقالہ) کے عنوان سے علیحدہ بھی دیا گیا ہے۔

۷)مقالہ میں نظم قرآن کے حوالہ سے مختلف مکاتب فکر کی آراء کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

۸)دوران تحقیق حوالہ کے طور پر آنے والی قرآنی آیات، احادیث اور ضروری اصطلاحات کی فہارس، مقالہ کے آخر میں دے دی گئی ہیں۔

۹)دوران تحقیق دلیل کے طور پر آنے والی قرآنی آیات اور احادیث اور مفسّرین کے عربی میں اقوال کا بامحاورہ ترجمہ دیا گیا

ہے۔اقتباسات میں جس جگہ عربی عبارت نہیں ہے وہاں صرف ترجمہ دیا گیا ہے۔

۱۰) دوران تحقیق قرآنی آیات کو بریکٹ ﴿﴾ احادیث کو چھوٹی بریکٹ () اور علماء ومفسّرین کے اقوال کو Commas ’’ ‘‘ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

۱۱) حواشی وحوالہ جات ہر فصل کے آخر میں دیے گئے ہیں۔

۱۲) قرآنی آیات کا ترجمہ مختلف تراجم وتفاسیر سے لیا گیا ہے۔

۱۳) حاشیہ میں حوالہ جات کے اندراج کے لیے پہلے مصنف کا معروف نام پھر کتاب کا نام پھر جلد اور صفحہ نمبر کی ترتیب کو اختیار کیا گیا ہے۔ جب کہ فہرست مصادر ومراجع میں کتاب کی تمام تفاصیل درج کردی گئی ہیں۔

۱۴) حوالہ جات کے اندراج میں اختصار کے لیے جلد کو Slash ’’/‘‘ اور صفحہ کے لیے ’’ص‘‘ کی علامت کو اختیار کیا گیا ہے۔

۱۵) مقالہ کے تیسرے باب میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے فصل اول میں نظم قرآن کے حامی علماء کا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے اس فصل کو تین مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے، مبحث اول میں پہلی پانچ صدیاں، مبحث دوم میں دوسری پانچ صدیاں جب کہ مبحث سوم میں گیارھویں صدی تا تا حال نظم قرآن کے حامی علماء کا ذکر آیا ہے۔لیکن مولانا حمید الدین فراہی اور ان کے نظریہ نظم قرآن کا ذکر عمداً نہیں کیا گیا کیونکہ ان کے نظریات کے لیے فصل دوم کو خاص کیا گیا ہے۔

خاکہ تحقیق:(Synopsis Of The Research)

زیرنظر تحقیقی مقالہ کو مقدمہ وتعارف تحقیق، چار ابواب، نتائج وسفارشات ملخص مقالہ اور مختلف فہارس میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل: اصول تفسیر کا تعارف

فصل اوّل: اصول تفسیر کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار

فصل دوم: اصول تفسیر کی ضرورت واہمیت

فصل سوم: اصول تفسیر کا آغاز وارتقاء

باب دوم: نظریہ نظم قرآن

فصل اوّل: نظم قرآن کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

فصل دوم: نظم قرآن کی ضرورت واہمیت

فصل سوم: نظم قرآن کا آغاز وارتقاء

باب سوم: نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ

فصل اول: نظم قرآن کے حامی علماء اوران کا نقطہ نظر

بحث اوّل: پہلی صدی ہجری تا پانچویں صدی ہجری

بحث ثانی: چھٹی صدی ہجری تا دسویں صدی ہجری

بحث ثالث: گیارہویں صدی ہجری تا تا حال

فصل دوم: افکار فراہی اور نظم قرآن

فصل سوم: نظم قرآن کے مخالف علماء اوران کا نقطہ نظر

باب چہارم: نظم قرآن کا تحلیلی جائزہ

فصل اول: نظم قرآن کے مفید اثرات

فصل دوم: قرآن کے نظم کلام میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم کے اشارات

فصل سوم: نظم قرآن۔متوازن تجزیہ۔

نتائج تحقیق وسفارشات

ملخص مقالہ وفہارس

زیرتحقیق موضوع پرہونے والا سابقہ کام اور زیرنظر مقالہ کی افادیت:

اصول تفسیر اور نظم قرآن کا تعلق چونکہ فہم قرآن سے ہے اور یہ فہم قرآن کا اہم ذریعہ بھی ہے اس لیے بعض علماء ومفسرین نے تو اپنی اپنی تفاسیر کے مقدمہ میں اس کی ضرورت واہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے عملی طور پر تفاسیر میں اس کا خصوصی التزام کیا۔ جب کہ بعض علماء نے صرف نظم قرآن کے موضوع پر الگ الگ کتب تحریر کیں۔

ابتدائی دور میں علم نظم ومناسبت کا رخ زیادہ تر ادب وبلاغت کی طرف رہا اس موضوع پر کام کرنے والے چند علماء ومفسرین کی کتب کے اسماء حسب ذیل ہیں:

عبدالقاہر جرجانی کی اسرار البلاغۃ اور دلائل الاعجاز، زمخشری کی الکشاف، فخر الدین رازی کی تفسیر 'مفاتیح الغیب' ابن عطیہ الاندلسی کی تفسیر 'المحرر الوجیز فی کتاب العزیز' محی الدین ابن عربی کی 'تفسیر القرآن الکریم' قرطبی کی 'تفسیر قرطبی' ابن زبیر ثقفی کی 'البرہان فی تناسب سور القرآن' ابن کثیر کی 'تفسیر ابن کثیر' مخدوم مہائمی کی تفسیر 'تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان' برہان الدین بقاعی کی تفسیر 'نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور' زرکشی کی 'البرہان فی علوم القرآن' جلال الدین سیوطی کی 'اسرار التنزیل، تناسق الدرر فی تناسب السور، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع اور التحبیر فی علوم التفسیر' شیخ مبارک بن خضر ناگوری کی 'منبع عیون المعانی ومطلع شموس المثانی' شاہ ولی اللہ کی 'الفوز الکبیر' سید قطب شہید کی 'فی ظلال القرآن' مولانا مودودی کی 'تفہیم القرآن' سعید حوّی کی الأساس فی التفسیر' شیخ ناصر مکارم الشیرازی کی 'الأمثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل' مولانا حسین علی کی 'بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن' محمود شلتوت کی 'إلی القرآن' حمید الدین فراہی کی تفسیر 'نظام القرآن، دلائل النظام، اسالیب القرآن، مفردات القرآن، مجموعہ تفاسیر فراہی اور فاتحہ نظام القرآن' اشرف علی تھانوی کی 'بیان القرآن' امین احسن اصلاحی کی تفسیر 'تدبّر قرآن' اور شیخ محمد محمود الصوّاف کی تفسیر فاتحۃ القرآن وجزء عم الخاتم للقرآن۔ تفسیر وبیان' وغیرہ۔

بلاشبہ درج بالا کتب اپنے موضوع کے لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہیں تاہم زیر نظر تحقیقی مقالہ میں درج ذیل نکات کا اضافہ ہے۔

۱) جن مفسّرین نے نظم قرآن کو بطور اصول تفسیر تسلیم کیا ہے ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۲) تفسیر، اصول تفسیر اور نظم قرآن کے حوالہ سے قدیم کتب میں بکھرے ہوئے مواد کی مربوط انداز میں تدوین۔

۳) نظم قرآن کے حوالہ سے اب تک ہونے والے کام کا تحلیلی جائزہ۔

۴) نظم قرآن کے حوالہ سے مختلف مکاتب فکر کے نظریات کے مطالعہ کے بعد متوازن تجزیہ:

امید ہے کہ درج بالا کتب کے ساتھ ساتھ یہ مقالہ نظم قرآن کے حوالہ سے ایک مفید اور کارآمد اضافہ ثابت ہوگا۔

مصادر ومراجع کا تنقیدی جائزہ:

زیر نظر تحقیقی مقالہ میں جن بنیادی مصادر ومراجع سے مواد لیا گیا ہے ان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر اصول تفسیر وعلوم قرآن کی کتب، نظم قرآن کی کتب، احادیث کی قدیم وجدید کتب کے علاوہ، لغات کی کتب شامل ہیں۔ ان میں سے چند اہم کتب حسب ذیل ہیں:

۱) تفاسیر قرآن و نظم قرآن پر کتب:

زمخشری کی الکشاف، فخر الدین رازی کی تفسیر 'مفاتیح الغیب' ابن عطیہ الاندلسی کی تفسیر 'المحرر الوجیز فی کتاب العزیز' محی الدین ابن عربی کی 'تفسیر القرآن الکریم' قرطبی کی 'تفسیر قرطبی' ابن زبیر ثقفی کی 'البرہان فی تناسب سور القرآن' ابن کثیر کی 'تفسیر ابن کثیر' مخدوم مہائمی کی تفسیر 'تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان' برہان الدین بقاعی کی تفسیر 'نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور' جلال الدین سیوطی کی 'اسرار التنزیل، تناسق الدرر فی تناسب السور، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع اور التحبیر فی علوم التفسیر' شیخ مبارک بن خضر ناگوری کی 'منبع عیون المعانی ومطلع شموس المثانی' سید قطب شہید کی 'فی ظلال القرآن' مولانا مودودی کی تفہیم القرآن' سعید حوی کی الاساس فی التفسیر' شیخ ناصر مکارم الشیرازی کی 'الأمثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل' مولانا حسین علی کی 'بلغة الحیران فی ربط آیات القرآن' محمود شلتوت کی 'إلی القرآن' حمید الدین فراہی کی تفسیر 'نظام القرآن، دلائل النظام، اسالیب القرآن، مفردات القرآن، مجموعہ تفاسیر فراہی اور فاتحہ نظام القرآن' اشرف علی تھانوی کی 'بیان القرآن' امین احسن اصلاحی کی تفسیر 'تدبر قرآن' اور شیخ محمد محمود الصوّاف کی تفسیر 'فاتحۃ القرآن وجزء عم الخاتم للقرآن۔ تفسیر وبیان' وغیرہ۔

علوم قرآن اور اصول تفسیر کی کتب:

ابن تیمیہ کی 'مقدمہ فی اصول التفسیر' زرکشی کی 'البرہان فی علوم القرآن' جلال الدین سیوطی کی 'الاتقان فی علوم القرآن' شاہ ولی اللہ کی 'الفوز الکبیر' حمید الدین فراہی کی 'تفسیر قرآن کے اصول' عبد العظیم زرقانی کی 'مناہل العرفان فی علوم القرآن'

کتب حدیث:

امام بخاری (۲۵۶ھ.) کی الجامع الصحیح، امام مسلم (۲۶۱ھ.) کی مسلم شریف، امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ.) کی المسند، ابو داؤد (۲۷۵ھ.) کی السنن، ابو محمد حسن بن مسعود الفراء البغوی کی مشکوٰۃ المصابیح اور صحیح ابن حبان وغیرہ۔

تحقیقی مقالہ میں آنے والی احادیث مبارکہ عموماً انہیں کتب سے لی گئی ہیں۔

کتب لغات:

تحقیق کے دوران مشکل الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کی تفہیم کے لیے کتب تفسیر کے علاوہ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں راغب اصفہانی (۵۰۲ھ.) کی المفردات، ابن منظور (۷۱۱ھ.) کی لسان العرب، الجرجانی (۸۱۶ھ.) کی کتاب التعریفات، اور الزّبیدی (۱۲۰۵ھ.) کی تاج العروس وغیرہ شامل ہیں۔

آخر میں میں اس بات کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تحقیق ایک چھوٹی سے کوشش ہے اس لیے اس میں غلطی اور خطا کا بہت امکان ہے۔ مقالہ میں جو بات درست ہے وہ تو سراسر اللہ تعالی کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے اور جو غلطی اور خطا رہ گئی ہے وہ میری کم علمی اور کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ جسے ان شاء اللہ درست کرنے کے لیے میں ہر وقت تیار رہوں۔

میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ میری اس کوشش اور محنت کو شرف قبولیت بخشے خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرما کر دنیا وآخرت میں سعادت وکامیابی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ثم آمین

وما توفیقی إلاّ باللہ العلی العظیم

حافظ فدا حسین

۱۵/ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ، بمطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۳ء۔

بابِ اوّل

اصولِ تفسیر کا تعارف

فصل اوّل: اصول تفسیر کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار

فصل دوم: اصول تفسیر کی ضرورت واہمیت

فصل سوم: اصول تفسیر کا آغاز وارتقاء

فصل اوّل

اصول تفسیر کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار

فصل اوّل: اصول تفسیر کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار

قرآن مجید امت مسلمہ کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے ایک عظیم ترین عطیہ ہے۔اس عطیہ ربانی کے ساتھ جو خاص لگاؤ، محبت اور عشق کا مظاہرہ اس امت محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام نے کیا ہے دنیا کی کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت، مطالب کی وسعت، اس کے موضوعات کی گونا گوئی، دین وفن کے حسین امتزاج اور دل آویز پیکر نے ہر عہد کے علماء وفضلاء کے احساسات کو ابھارا اور انھوں نے اس ابدی کتاب میں مخفی خزانوں سے پردہ ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے.قرون اولیٰ سے لے کر دور حاضر تک قرآنی علوم ومعارف پر بے شمار کتب لکھی گئیں کسی نے لغات ولہجات اور مخارج حروف پر لکھا، کسی نے نحوی وصرفی خوبیوں اور صنائع وبدائع کو اپنا موضوع بنایا، کسی نے اصول دین اور احکام وقصص مرتب کر ڈالے، کسی نے اقسام، امثال، اور تصویر فنی پر خامہ فرسائی کی اور کسی نے فصاحت وبلاغت کے محاسن اور مخفی گوشوں کو اجاگر کیا غرض قرآن حکیم کے معانی، مطالب اور ادبی پہلوؤں کا کوئی ایسا گوشہ نہ رہا جس پر قابل قدر کام نہ ہوا ہو.قرآن حکیم کی خدمت وتدبر کی بدولت بے شمار علوم سامنے آئے ان تمام علوم کو علوم قرآنی اور اس کتاب حکیم کو سمجھنے کے لیے مطلوبہ علوم اور قواعد علمیہ وفنیہ کو اصول تفسیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے.

دنیا میں کسی بھی چیز سے استفادہ کے لئے اس کے اصول وقواعد کا جاننا ناگزیر ہے تو پھر وہ عالمگیر ولاثانی کتاب جو خالق کون ومکاں نے قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت وفلاح کے لئے بھیجی ہے، جو لامحدود علوم ومعارف، علم وحکمت سے لبریز ہے اس کا فہم واستفادہ بغیر اصول وقواعد کے کیسے ممکن ہے؟ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اصول تفسیر کی معرفت فہم قرآن کے لئے بے حد ضروری ہے، اس کے بغیر اس علیم وحکیم کتاب سے کماحقہ استفادہ تو کجا، اس کا فہم بھی ممکن نہیں.

اصول تفسیر کا مفہوم اور لغوی معنی:

اصول اصل کی جمع ہے لغت میں اصول سے مراد قواعد وضوابط ہیں جبکہ تفسیر باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے اس کا ماٴخذ فسر ہے، جو فَسَرَ (ن،ض) سے مصدر کا صیغہ ہے جس کے معانی ہیں: کسی مبہم یا مجمل بات کی وضاحت کرنا یا کسی مخفی چیز سے پردہ اٹھانا وغیرہ

ابن منظور افریقی (۶۳۰ھ - ۷۱۱ھ.) لکھتے ہیں:

"الفَسْر کَشْفُ المُغَطّی والتَّفسِیر کَشفُ المُرادِ عَنِ اللّفْظِ المشْکِلِ" (۱)

فسر کے معنی ہیں ڈھانپی ہوئی چیز کو کھولنا اور تفسیر کے معنی ہیں مشکل الفاظ کی مراد سے پردہ اٹھانا.

مجدالدّین فیروز آبادی (م۸۱۷ھ.) رقم طراز ہیں:

" الفَسْرالإبانة وکشفُ المغطّی کالتَّفسِیْر والْفِعْلُ کضرِبَ ونَصَرَ" (۲)

"فَسْر کے معنی ہیں ظاہر کرنا اور پردہ اٹھانا اور یہی معنی تفسیر کے ہیں، اس کا فعل ضرب یضرب اور نصر ینصر کے باب پر آتا ہے۔

امام زرکشی (م۷۹۴ھ) اس کی لغوی تعریف کے ضمن میں لکھتے ہیں:

" وقال الآخرون: هو مقلوب من (سَفَرَ) ومعناه أيضاً الكشفُ يقالُ سَفرتِ المرأة سفُوراً: إذا ألقت خمارها عن وجهها وهي سافرة، وأسْفَرَ الصُّبحُ أضاءَ وَسافَرَ فلانٌ وإنّما بنوه على التّفعيل لأنه للتكثير"(۳)

بعض علماء کا خیال ہے: فَسر دراصل سَفَر کی بدلی ہوئی شکل ہے اس کے معنی بھی کھولنے اور بیان کرنے کے ہیں جب عورت اپنے چہرے سے اوڑھنی اتار دے تو کہا جاتا ہے (سَفرت المرأة سفوراً وهي سافرة) اسی طرح جب صبح پوری طرح روشن ہو جائے تو (أسفر الصبح) کہا جاتا ہے. (یہ تفسیر کا لفظ) تفعیل کے وزن پر ہے اور یہ وزن کسی چیز کی کثرت بیان کرنے کے لئے آتا ہے.

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے:

"Tafseer" (pl.) Tafseer, Explaination, Commentary, Verbal form; Fassar to explain. The name is applied to commentaries on scientific and philosophical works and is an alternative to "Sharrah" (4)

تفسیر کے معنی وضاحت، تشریح، اور تبصرہ کے ہیں اور لفظ فسر سے مشتق ہے اس کی لفظی ترکیبی صورت فسر ہے جس کے معنی بیان کرنے کے ہیں. یہ لفظ عام طور پر سائنسی اور علمی کاموں پر استعمال ہوتا ہے اور لفظ شرح کا مترادف ہے.

مذکورہ لغوی تحقیق سے معلوم ہوا کہ لغت کے اعتبار سے تفسیر کا لفظ ہر قسم کی وضاحت کے لئے استعمال ہوتا ہے. جیسا کہ ابو حیان اندلسی (م۷۴۵ھ.) لکھتے ہیں:

"التّفسير في اللّغة : اَلاسْتِبَانَةُ وَالْكَشْفُ "(۵)

ترجمہ: لغت میں تفسیر کے معنی ہیں: وضاحت طلب کرنا اور کھول کر ظاہر کر دینا.

لفظ تفسیر بیان اور وضاحت کے معنوں میں خود قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے.

﴿ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيْراً ﴾ (۶)

اور نہیں لاتے یہ لوگ تیرے سامنے کوئی عجیب سوال مگر یہ کہ ہم آپ کے پاس اس کا سچا اور قطعی جواب، اور بہترین وضاحت لے آتے ہیں.

اسی طرح حدیث شریف میں بھی تفسیر کا لفظ وضاحت، تفصیل اور بیان کے معنی میں استعمال ہوا ہے.

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الإِسْلَامِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَاتُكَذِّبُوْهُمْ وَقُولُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وماَ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وماَ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ) (۷)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے جبکہ اہل اسلام کے لئے عربی میں اس کی وضاحت کرتے تھے. حضور ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب، بلکہ تم کہو ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل ہوا اور جو کچھ تم پر نازل ہوا.

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم:

تفسیر کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں مختلف مفسّرین وعلماء نے مختلف آراء پیش کی ہیں، متعلقہ اقتباسات درج ذیل ہیں:

مشہور مفسّر ابوحیان اندلسی (م۷۴۵ھ) نے علم تفسیر کی درج ذیل تعریف کی ہے:

"التَّفْسِيْرُ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ ومَدْلُوْلَاتِهَا وأَحْكَامِهَا الإِفْرَادِيَّةِ والتَّرْكِيْبِيَّةِ ومَعَانِيْهَا الَّتِي تُحْمَلُ عليْهَا حالةُ التَّرْكِيْبِ وتَتِمّاتٌ لِذٰلِكَ "(۸)

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن مجید کے الفاظ کے تلفظ، ان کے معانی ومفاہیم اور ان کے افرادی وترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے مرکب حالت میں مستنبط ہوتے ہیں، اور ان کے تتموں (مکمّلات) سے بحث کی جاتی ہے.

علامہ زرکشی (م۷۹۴ھ) تفسیر کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

" التَّفْسِيْرُ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابِ اللهِ المُنَزَّلِ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَبَيَانُ مَعَانِيْهِ واسْتِخْرَاجُ أَحْكَامِهِ وَحِكَمِهِ، واستمداد ذلك من علم اللغة والنحو والتصريف وعلم البيان وأصول الفقه والقراءات ويحتاج لمعرفة أسباب النزول والناسخ والمنسوخ "(٩)

تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی کی اس کتاب کا فہم حاصل ہوتا ہے جو اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے. جس کے ذریعے اس کے معانی کی وضاحت ہوتی ہے. اور جس کے ذریعے اس کے احکام و حکمتیں معلوم کی جاتی ہیں، اور اس سلسلے میں علم لغت، نحو، صرف، علم بیان، اُصول فقہ اور قراءات سے مدد لی جاتی ہے. علاوہ ازیں اس کے لیے اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ضروری ہے.

صاحب (زاد المسير في علم التّفسير) ابن الجوزی نے تفسیر کی یوں تعریف کی ہے:

" التَّفْسِيْرُ إِخْرَاجُ الشَّيءِ مِنْ مَقَامِ الخِفَاءِ إِلَى مَقَامِ التَّجَلِّي "(١٠)

کسی چیز سے اس کے مخفی پن کو ختم کر کے واضح و مبیّن کرنے کا نام تفسیر ہے.

سب سے زیادہ مختصر، صاف اور جامع و مانع تعریف وہ ہے جو علامہ زرقانی (م ۱۹۴۸ء.) نے مناہل العرفان میں کی ہے:

" والتَّفْسِيْرُ في الاصْطِلَاحِ عِلْمٌ يُبْحَثُ فيه عنِ القُرْآنِ الكريْمِ منْ حيثُ دلالاتِهِ عَلَى مُرادِ اللّٰهِ تعالَى بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ "(١١)

اصطلاح میں تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے، اس حیثیت سے کہ یہ اللہ تعالی کی مراد پر بشری طاقت کے مطابق دلالت کرتا ہے.

یعنی انسانی صلاحیت و طاقت کے مطابق قرآنی آیات سے اللہ کی مراد معلوم کرنے کو تفسیر قرآن کہا جاتا ہے.

جلال الدّین سیوطی (۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ:

" التَّفْسِيْرُ في الاصْطِلَاحِ عِلْمُ نُزُوْلِ الآيَاتِ وشؤونها وأقاصِيْصِهَا والْأَسْبَابِ النَّازِلِ فيهَا ثُمَّ تَرْتِيْبُ مَكِّيِّهَا ومَدَنِيِّهَا ومُحْكَمِهَا ومُتَشَابِهِهَا ونَاسِخِهَا ومنْسُوخِها وخاصِّهَا وعامِهَا، ومُطْلَقِهَا ومُقَيَّدِهَا ومُجْمَلِهَا ومُفَصَّلِهَا وحَلَالِهَا وحَرَامِهَا ووَعْدِهَا وَوَعِيْدِهَا وأَمْرِهَا ونَهْيِهَا وَعِبَرِهَا وأَمْثَالِهَا "(١٢)

اصطلاح میں تفسیر کا یہ مطلب ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں نزول آیات ،متعلقہ واقعات وقصص ،اُسباب نزول ،مکی ومدنی کی ترتیب ،محکم ومتشابہ کا بیان ، ناسخ ومنسوخ ، خاص وعام ،مطلق ومقید ،مجمل ومفصل ،حلال وحرام ، وعد و وعید ، اُوامر ونواہی ،عبرت واُمثال وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

درج بالا بحث سے یہ ثابت ہوا کہ لغوی اعتبار سے تو تفسیر کا اطلاق ہر قسم کی وضاحت پر ہوتا ہے جبکہ اصطلاح میں تفسیر کا لفظ قرآن کی تشریح وتوضیح کے ساتھ مخصوص ہے حتیٰ کہ حدیث رسول کی تشریح کو بھی تفسیر نہیں کہا جاتا بلکہ شرح الحدیث کہا جاتا ہے .اسی بنا پر قرآن کریم کی آیات کی وضاحت کرنے والے کو مفسّر اور احادیث کی وضاحت کرنے والے کو شارح کہا جاتا ہے۔

اصول تفسیر کی تعریف:

اصول تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے معانی ومطالب کی تشریح کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے . بالفاظ دیگر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک مفسّر کو قرآن حکیم کی تشریح کرتے ہوئے جن اصول وقواعد کا پابند رہنا پڑتا ہے ان قواعد کا نام اصول تفسیر ہے ،کلّی طور پر وہ علوم جو آیات قرآنیہ کے فہم وادراک اور کلام خدا کے معانی کو سمجھنے کے لئے سیکھے جاتے ہیں انھیں اصول تفسیر کہا جاتا ہے۔

علوم قرآن کی تعریف:

علوم قرآن جو کہ مرکب اضافی ہے اس کا معنی ہے قرآن کے علوم یعنی وہ علوم جو قرآن نے بیان کئے ہیں یا وہ جو قرآن سے اخذ کئے جاسکتے ہیں . یا وہ علوم جو قرآن سے متصل ہیں ،قرآن کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور جن کی بنیاد قرآن پاک ہے۔

یہ مفہوم اپنے اندر بے حد وسعت رکھتا ہے اس صورت میں علم تفسیر ،تجوید ،توحید اور حدیث سمیت تمام دینی ،نحو ،صرف اور بلاغت سمیت تمام لغوی اور عمرانیات ،معاشیات ،طب اور فلکیات وغیرہ جیسے غیر دینی وغیر لغوی علوم بھی اس میں آجاتے ہیں۔

جیسا کہ 'مناہل العرفان' میں زرقانی نے علوم قرآن کے معانی بیان کئے ہیں:

"إنّ لفظ علوم القرآن یراد بمعناه الإضافي ما یشمل العلوم الدّینیّة والعربیّة "(١٣)

"اضافی معنوں کے لحاظ سے علوم قرآن کے لفظ سے جو معانی مراد ہیں اس میں علوم دینیۃ اور عربیہ سب شامل ہیں"

لیکن ایک مدوّن فن کی حیثیت سے علوم قرآن سے مقصود وہ تمام علوم ومباحث علمیہ ہیں جو قرآن مجید سے متعلق ہیں یعنی جو ایک فہم قرآن کے طالب کے لئے ناگزیر ہیں مثلاً قرآن کا تعارف ،اس کی فنّی تعریف ،نزول قرآن کی کیفیت ،قرآن کی تدوین وکتابت ، قرآن کی قراءت اور رسم الخط سے تعلق رکھنے والی مباحث ،اسباب نزول وشان نزول کی مباحث ،قرآن کی آیات ،اعجاز القرآن کی

وجوہات، تفسیر وتأ ویل کا مفہوم، اور محکم ومتشابہ، مکیۃ ومدنیۃ کے ثبوت کے قرائن وشواہد، نسخ في القرآن کے مباحث، امثال القرآن، اقسام القرآن، مفسّر کے لئے شرائط اہلیت، اسماء قرآن، مکی ومدنی سورتوں کی تعریف، اصول تفسیر، قرآن پر وارد ہونے والے شبہات اور اعتراضات کے جوابات، اور قرآن کی حقانیت وصداقت کے دلائل، کلمات وحروف کی تعداد، اور اس قسم کی دیگر مباحث کو علوم قرآن کہا جاتا ہے۔

محمد علی صابونی اصطلاح علوم القرآن کے مقصود کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''يقصد بعلوم القرآن الأبحاث التي تتعلق بهذا الكتاب المجيد الخالد، من حيث النزول، والجمع، والترتيب، والتدوين، ومعرفة أسباب النزول، والمكيّ منه والمدني، ومعرفة الناسخ والمنسوخ، والمحكم والمتشابه، وغير ذلك من الابحاث الكثيرة التى تتعلق بالقرآن العظيم، أو لها صلة به..''(۱۴)

علوم قرآن سے مقصود وہ تمام مباحث ہیں جو قرآن مجید سے متعلق ہیں مثلاً: نزول، جمع، ترتیب، تدوین، سبب نزول کی معرفت، مکی ومدنی، ناسخ ومنسوخ کی پہچان، محکم ومتشابہ اور ان کے علاوہ وہ تمام مباحث جو قرآن کریم سے متعلق ہیں، یا ان کا قرآن مجید سے کسی قسم کا کوئی تعلق بنتا ہے۔

اصول تفسیر اور علوم قرآن کا باہمی تعلق:

اس مقالہ میں اصول تفسیر اور علوم قرآن کے معانی کو اصطلاحی طور پر مشترک سمجھا جائے گا جیسا کہ اصول تفسیر کی تعریف اور علوم القرآن کی درج بالا بحث سے واضح ہوتا ہے اور کیونکہ متقدّ مین، متأخرین اور معاصرین نے اصول تفسیر کے حوالہ سے جتنی تصنیفات، تألیفات اور تحقیقات کی ہیں اکثر وبیشتر نے سب کے ناموں میں علوم قرآن کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اس ضمن میں ان دونوں کے درمیان کوئی قابل ذکر فرق بیان نہیں کیا۔ جیسا کہ منّاع القطّان اپنی کتاب ''مباحث في علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''والمراد بِعلوم القرآن: العلم الذى يتناول الأبحاث المتعلقة بالقرآن من حيث معرفة أسبابِ النُّزولِ وجمعِ القرآنِ وترتيبِه ومعرفة المكّى والمدنيّ والنّاسح والمنسوخ، والمحكم والمتشابه إلى غير ذلك ممّا له صلة بالقرآن وقد يسمّى هذا العلم بأصول التّفسير لأنّه يتناول المباحثَ الّتي لا بدّ للمفسِّر من معرفتها للإسناد إليها في تفسير القرآن''(۱۵)

''علوم قرآن سے مراد وہ علم ہے جو قرآن سے متعلق ابحاث پر مشتمل ہو اور اس کے ذریعے اسباب نزول، جمع القرآن، قرآن کی

ترتیب، مکی ومدنی سورتوں کی پہچان، ناسخ ومنسوخ، محکم متشابہ وغیرہ اور وہ امور جو قرآن سے تعلق رکھتے ہیں ان کی پہچان ہو سکے، اور اس علم کا نام اصول تفسیر اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ ایسے مباحث پر مشتمل ہے جنہیں جاننا ایک مفسّر کے لئے از حد ضروری ہے''.

مولانا محمد تقی عثمانی علوم القرآن اور اصول تفسیر کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

''علوم القرآن ایک وسیع وعریض علم ہے اور اس میں علم تفسیر کے مبادی اور اصول واضح کیے جاتے ہیں قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر کس طرح نازل ہوتا تھا؟ وحی کی حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالی کی یہ کتاب کس ترتیب سے نازل ہوئی؟ کتنے عرصے میں اس کا نزول مکمل ہوا؟ مکی اور مدنی سورتوں کا کیا مطلب ہے؟ شان نزول کسے کہتے ہیں؟ تفسیر قرآن میں اس کا کیا مقام ہے؟ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ ہے کہ نہیں؟ قرآن کے مختلف حروف اور قراءتوں کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کریم کس قسم کے مضامین پر مشتمل ہے؟ اللہ تعالی نے اس کتاب کو کس طرح محفوظ رکھا ہے؟ اور اس کی کتابت وطباعت کتنے مراحل سے گزری ہے؟ قرآن کریم کی تفسیر کے کیا اصول اور آداب ہیں؟ اللہ تعالی کی اس کتاب کو سمجھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اس راہ میں کون سی غلطیاں انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں؟ یہ اور اس قسم کے بہت سے سوالات کا مفصل جواب علوم القرآن میں دیا جاتا ہے(۱۶)

علوم قرآن مفسّرین کی نظر میں:

قرآن کے صحیح فہم کے لئے بعض قواعد کا جاننا ضروری ہے ورنہ تفسیر قرآن میں لغزش کا امکان ہے. اس قسم کے امور کو بعض علماء نے مختلف آیات کی تفسیر وتفصیل کے ضمن میں بیان کیا اور بعض علماء نے الگ کتب لکھیں اور بعض نے کتب تفسیر کے شروع میں مقدمہ میں اس قسم کے مباحث کی وضاحت کی. یہی مباحث علوم تفسیر، علوم قرآن، اصول تفسیر، مبادئ تفسیر اور اصول فہم قرآن جیسے مختلف ناموں سے موسوم ہوئے. قرآن فہمی کے ان اصول اور قواعد وضوابط میں بعض مشترک ہیں اور بعض مفسّرین کے ذاتی ذوق یا دیگر اسباب کی بنا پر مختلف ہیں مآخذ پر تو سب کا اتفاق ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی مفسّر نے کسی چیز سے زیادہ استفادہ کیا، ایک اصول کو ترجیح دی اور دوسرے کو نظر انداز کیا یا کم اہمیت دی. ذیل میں مختلف مفسرین کے اصول تفسیر اور بیان کردہ علوم قرآن کا ذکر کیا جارہا ہے.

راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ.) کی نظر میں علوم قرآن:

امام راغب کہتے ہیں:

" فالأوّل معرفة الألفاظ : وهو علم اللّغة

والثّاني : مناسبةُ بعضِ الألفاظِ إلَى بَعْضٍ وهو الاشْتِقَاقُ

والثّالث : النّحو

و الرّابع: معرفة القراء ات

والخامس : أسباب النّزول

والسّادس : علم السُّنَن والسِّير

والسّابع: معرفة النّاسخ والمنسوخ

والثّامن : أحكام الدّين وآدابه ، علم الفقه وأصول الفقه.

والتّاسع: معرفة علم الكلام.

و العاشر: علم الموهبة (١٧)

امام راغب نے فہم قرآن کے لئے درج ذیل دس علوم کی معرفت ضروری قرار دی ہے:

١.الفاظ کی معرفت: یعنی علم اللغہ
٢.علم الاشتقاق
٣.نحو
٤.قراءات کی معرفت
٥.اسباب نزول
٦.سنن وسیَر کا علم
٧.ناسخ ومنسوخ کی معرفت
٨.دین کے احکام وآداب،علم الفقہ واصول فقہ
٩.علم الکلام کی معرفت
١٠.علم الموہبہ

بدرالدّین زرکشی (م ٧٩٤ھ.) کی نظر میں علوم قرآن:

زرکشی کہتے ہیں کہ متقدّمین نے علوم قرآن پر کوئی کتاب نہیں لکھی لہذا میں نے خداوند تعالی کی مدد واستعانت سے ایک ایسی کتاب تحریر کی ہے جو تمام نکات اور فنون قرآن پر مشتمل ہے.انہوں نے علوم قرآن کی ایک طویل فہرست دی ہے جو درج ذیل ہے:

١. سبب نزول کی معرفت
٢. آیات کے مابین مناسبت کی معرفت
٣. فواصل کی معرفت
٤. وجوہ ونظائر کی معرفت
٥.متشابہ کا علم
٦. مبہمات کا علم
٧.فواتح کے اسرار کی بابت
٨.سورتوں کے خواتم

۹.مکی ومدنی کی معرفت ۱۰.نزول اول کی معرفت

۱۱.قرآن مجید کتنی لغات میں نازل ہوا اس کی معرفت ۱۲.کیفیت نزول کی بابت

۱۳.جمع قرآن اور حفاظ صحابہ کا بیان ۱۴.تقسیم قرآن کی معرفت

۱۵.أسماء قرآنی کی معرفت

۱۶.حجازی لغت کے علاوہ جو الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں ان کی معرفت

۱۷.لغت عرب میں سے جو کچھ قرآن میں آیا اس کی معرفت

۱۸.غرائب قرآن کی معرفت ۱۹. معرفت علم صرف

۲۰.احکام کی معرفت ۲۱. لفظ وترکیب کے حسن وفصاحت کی معرفت

۲۲.زیادتی وکمی سے الفاظ کے اختلاف کی معرفت ۲۳. قراءات کی توجیہ کی معرفت

۲۴.وقف وابتداء کی معرفت ۲۵. رسم الخط کی معرفت

۲۶.فضائل قرآن کی معرفت ۲۷. خواص قرآنی کی معرفت

۲۸.کیا قرآن میں کوئی چیز کسی دوسری چیز سے افضل ہے؟ ۲۹. تلاوت قرآنی کے آداب

۳۰.کیا تصانیف ورسائل وتقاریر میں بعض آیات قرآنیہ کا استعمال جائز ہے؟

۳۱. قرآن مجید میں موجود أمثال کی معرفت ۳۲. احکام قرآنیہ کی معرفت

۳۳. قرآن کے بحث ومباحثہ کا علم ۳۴. ناسخ ومنسوخ کی معرفت

۳۵. قرآن کا وہ حصہ جس سے اختلاف کا وہم ہوتا ہے، اس کی معرفت

۳۶. محکم ومتشابہ آیات کی معرفت ۳۷.صفات کے ضمن میں وارد ہونے والی متشابہ آیات کا حکم

۳۸. اعجاز قرآنی کی معرفت ۳۹.قرآن کے تواتر وجوبی کی معرفت

۴۰.سنت کا قرآن کے لئے معاون ہونے کے بیان میں ۴۱.تفسیر قرآن کی معرفت

۴۲.مخاطبات کے وجوب کی معرفت ۴۳.حقیقت ومجاز قرآنی کا بیان

۴۴.کنایہ وتعریض ۴۵.معنائے کلام کی اقسام

۴۶۔اسالیب قرآن میں سے میسّر اسالیب کا ذکر　　　۴۷۔أدوات کی معرفت (۱۸)

جلال الدّین سیوطی (م ۹۱۱ھ.) کی نظر میں علوم قرآن:

جلال الدّین سیوطی اپنی کتاب ''الاتقان في علوم القرآن'' کے مقدمہ میں '' البرهان في علوم القرآن ''امام زرکشی کی تقسیم بندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے الاتقان میں ''البرہان'' کی نسبت علوم قرآن کو زیادہ بہتر صورت میں مرتب اور تقسیم کیا ہے۔سیوطی علوم قرآن کو یوں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔مکّی ومدنی آیتوں کی شناخت کا بیان　　　۲۔حضری وسفری کی شناخت

۳۔نہاری ولیلی کی شناخت　　　۴۔قرآن کے صیفی وشتائی حصوں کا بیان

۵۔فراشی اورنومی آیات کا بیان　　　۶۔ارضی وسماوی آیات کا بیان

۷۔سب سے پہلے کون سی آیت یا سورۃ نازل ہوئی　　　۸۔قرآن مجید کا کون سا حصّہ سب سے آخر میں نازل ہوا

۹۔سبب نزول　　　۱۰۔قرآن کے ان حصوں کا بیان جو بعض صحابہ کی زبان پر جاری ہوئے

۱۱۔تکرار نزول کے بیان میں　　　۱۲۔وہ آیات جن کا حکم ان کے نزول سے یا جن کا نزول ان کے حکم سے مؤخر ہوا ہے

۱۳۔قرآن کے وہ حصّے جن کا نزول علیٰحدہ علیٰحدہ ہوا اور وہ حصے جن کا نزول اکٹھا ہوا

۱۴۔قرآن کی وہ سورتیں اور آیات جن کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوا یا جو صرف حامل وحی کی معرفت اتریں

۱۵۔قرآن کے وہ حصے جو سابقہ انبیاء پر بھی نازل ہوئے اور وہ حصے جن کا نزول آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا

۱۶۔قرآن اتارے جانے کی کیفیت　　　۱۷۔قرآن اور اس کی سورتوں کے نام

۱۸۔قرآن کی جمع وترتیب　　　۱۹۔قرآن کی سورتوں،آیتوں،کلمات اور حروف کی تعداد

۲۰۔قرآن کے حفاظ اور راوی　　　۲۱۔قرآن کی عالی اور نازل سندیں

۲۲۔متواتر ۲۳۔مشہور ۲۴۔آحاد ۲۵۔موضوع ۲۶۔مدرج ۲۷۔شاذ (قراءتیں)

۲۸۔ وقف اور ابتداء کی شناخت　　　۲۹۔ان آیتوں کا بیان جو لفظاً موصول مگر معنی کے لحاظ سے مفصول ہیں

۳۰۔امالہ اور فتح　　　۳۱۔ادغام،اظہار،اخفا،اور اقلاب

۳۲۔مدّ اور قصر

۳۳۔تخفیف ہمزہ

۳۴۔قرآن کے تحمّل کی کیفیت

۳۵۔قرآن کی تلاوت اور اس کی تالیف کے آداب

۳۶۔قرآن کے غریب الفاظ کی معرفت

۳۷۔قرآن میں غیر حجازی عربی زبان کے الفاظ

۳۸۔قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ کا استعمال ۳۹۔وجوہ اور نظائر کا بیان

۴۰۔ان ادوات کے معانی جن کی ایک مفسر کو ضرورت ہے

۴۱۔اعراب قرآن

۴۲۔مفسر کے لیے ضروری اہم قواعد

۴۳محکم اور متشابہ

۴۴قرآن مجید کے مقدّم و موٴخر مقامات

۴۵قرآن مجید کے عام و خاص کا بیان

۴۶قرآن مجید کا مجمل و مبیّن حصہ

۴۷قرآن مجید کے ناسخ و منسوخ

۴۸۔وہ آیات جن سے مشکل اور اختلاف و تناقض کا وہم ہوتا ہے۔

۴۹مطلق و مقیّد

۵۰قرآن منطوق اور قرآن مفہوم

۵۱قرآن کے وجوہ مخاطبات

۵۲قرآن میں حقیقت و مجاز

۵۳قرآن کی تشبیہات اور اس کے استعارات ۵۴قرآن کے کنایات اور اس کی تعریفیں

۵۵حصر اور اختصاص

۵۶۔ایجاز و اطناب کا بیان

۵۷خبر اور انشاء

۵۸قرآن کے بدائع

۵۹فواصل آیات

۶۰۔سورتوں کے فواتح

۶۱سورتوں کے خواتم

۶۲۔آیتوں اور سورتوں کی مناسبت

۶۳۔متشابہ آیتیں

۶۴۔اعجاز قرآن

۶۵قرآن مجید سے مستنبط علوم

۶۶۔امثال قرآن مجید

۶۷قرآن کی قسمیں

۶۸قرآن کا جدل (طرز مجادلہ)

۶۹قرآن میں کون سے اسماء، کنیتیں اور القاب واقع ہیں

۷۰مبہمات قرآن مجید

۷۱۔ان لوگوں کے نام جن کے بارے میں قرآن شریف نازل ہوا

۷۲. قرآن کے فضائل ۷۳. قرآن کا افضل حصہ اور اس کے فضائل

۷۴. مفردات قرآن ۷۵. خواص قرآن شریف

۷۶. قرآن پاک کا رسم الخط اور اس کی کتابت کے آداب

۷۷. قرآن کی تفسیر و تاویل کی معرفت اور اس کی ضرورت و فضیلت کا بیان

۷۸. مفسّر کے شروط و آداب ۷۹. غرائب تفسیر

۸۰. طبقات مفسّرین (۱۹)

ہود بن الحکم کی نظر میں علوم قرآن:

ہود بن الحکم کہتے ہیں:

" إنه لا يَعْرِفُ تَفْسِيرَ الْقرآنِ إِلّا مَنْ عَرَفَ إِثْنَتي عَشْرَةَ خَصْلَةً:

المكّيّ والمدنيّ، والناسخ والمنسوخ، والتّقديم والتّأخير، والمقْطُوع والمَوصُول، والخاصّ والعامّ، والإضْمَارَ والعرَبيّةَ"(۲۰)

تفسیر قرآن کی معرفت اس شخص کو ہے جسے درج ذیل بارہ امور کی معرفت ہو:

مکی مدنی، ناسخ منسوخ، تقدیم تأخیر، مقطوع موصول، خاص عام، اور اضمار و عربیت''.

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کی نظر میں علوم قرآن:

برصغیر میں قرآن فہمی کا سہرا مجدّد وقت حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے سر ہے، علم تفسیر کے حوالہ سے آپ پہلے فرد ہیں جنہوں نے ان علوم کو رواج دیا، آپ نے ترجمہ قرآن فارسی زبان میں لکھا اور اس کے مقدمہ میں قرآن فہمی کے کچھ اصول درج کئے، اس کے علاوہ اصول تفسیر کے موضوع پر الفوز الکبیر في أصول التفسیر کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، شاہ صاحب الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں:

''عنایت خداوندی سے امید ہے کہ طالب علموں کے لئے ان قواعد کے فہم کے بعد فہم مطالب قرآن کی ایسی کشادہ راہ مل جائے گی کہ اگر مطالعہ تفسیر و مفسّرین سے رجوع کرنے میں ایک عمر بھی گزاریں گے تب بھی فہم قرآن سے ایسا ربط و ضبط نہ پیدا کرسکیں گے''(۲۱)

آپ نے قرآنی علوم کو درج ذیل پانچ بڑے بڑے عنوانات کے تحت تقسیم کیا:

علم احکام، علم مناظرہ، علم تذکیر بآلاء اللہ، علم تذکیر بأیام اللہ، علم تذکیر بالموت وما بعد الموت.(۲۲)

آپ سے پہلے اس قسم کی تقسیم کسی مفسر کے ہاں نہیں ملتی اس کے علاوہ شان نزول کے سلسلہ میں شاہ صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ معاشرہ میں جو خرابیاں عہد رسالت میں موجود تھیں وہ سب آج کے معاشرہ میں بھی موجود ہیں لہذا قرآن پاک کا پس منظر یا شان نزول یہی ہے کہ اس کا نزول ہر دور کے حوالہ سے ہے۔ اور یہی نکتہ اس کی عالمگیریت کی دلیل ہے۔ نیز شاہ صاحب نے نسخ کے بارے میں منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو سے کم کر کے پانچ تک محدود کی۔

شہاب الدّین آلوسی (۱۲۷۰ھ۔) کی نظر میں علوم قرآن:

آلوسی تفسیر قرآن کے لئے مطلوبہ علوم کی ضرورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" (الأوّل) علم اللّغة لأن به يعرف شرح مفردات الألفاظ ومعلولاتهابحسب الوضع ولا يكفي اليسير إذ قد يكون اللفظ مشتركاً وهو يعلم أحد المعنيين والمراد الآخر فمن لم يكن عالماً بلغات العرب لا يحلّ له التّفسير.

(الثاني) معرفة الأحكام التي للكلم العربية من جهة إفرادها وتركيبها ويؤخذ ذلك من علم النّحو .

(الثّالث) علم المعاني والبيان ، والبديع، ويعرف بالأول خواص تراكيب الكلام من جهة إفادتها المعنى - وبالثّاني خواصها من حيث اختلافها ، وبالثّالث وجوه تحسين الكلام وهو الركن الأقوم واللازم الأعظم في هذا الشأن .

(الرّابع) تعيين مبهم وتبيين مجمل وسبب نزول ونسخ ويؤخذ ذلك من علم الحديث.

(الخامس) معرفة الإجمال والتبيين والعموم والخصوص والإطلاق والتقييد ودلالة الأمر والنهي وما أشبه هذا وأخذوه من أصول الفقه.

(السّادس) الكلام فيما يجوزعلى الله وما يجب له وما يستحيل عليه والنظر في النبو ة ويؤخذ هذا من علم الكلام ولولاه يقع المفسر في ورطات.

(السّابع) علم القراء ات لأنه به يعرف كيفية النطق بالقرآن ، وبالقراء ات ترجح بعض الوجوه المحتملة على بعض هذا .(۲۳)

اوّلاً: علم لغت: قرآن مجید کے مفرد کلمات کی وضاحت اور اس لفظ کے اصلی و مستعمل معانی اور ان کے وجوہ کا علم صرف اسی کو ہو سکتا ہے جو اس کا ماہر ہو کیونکہ کبھی لفظ مشترک ہوتا ہے قرآن مجید کی تفسیر کرنے والے کو اس کا صرف ایک معنی معلوم ہوتا ہے جبکہ وہاں دوسرا معنی مراد ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص عربی لغات کا عالم نہ ہو اس کے لئے تفسیر کرنا جائز نہیں۔

ثانیاً: عربی کلمات کی اِفرادی و ترکیبی حالت کے متعلق احکام کا علم، اس کے لئے علم نحو کی ضرورت ہے۔

ثالثاً: علم معانی، بیان اور بدیع، علم معانی کی بدولت کلام کی مخصوص تراکیب سے جو مفہوم پیدا ہوتا ہے ان کی معرفت ہوتی ہے، علم بیان سے ان تراکیب میں پائی جانے والی اختلافی خصوصیات کی معرفت ہوتی ہے، جبکہ علم بدیع کی وجہ سے کلام کو پرکشش بنانے کے طریقوں سے واقفیت ہوتی ہے۔ اس معاملے میں یہی سب سے اہم جزو ہے۔

رابعاً: تعیین مبہم، تبیین مجمل، سبب نزول اور نسخ ان کے لئے علم حدیث کی ضرورت ہے۔

خامساً: اجمال و تبیین، عموم و خصوص، اطلاق و تقیید اور اَمر و نہی کی دلالت اور ان جیسے اور امور کی معرفت، اس کے حصول کے لئے اصول فقہ کی ضرورت ہے۔

سادساً: امور الٰہیہ کے بارے میں کلام اور نبوت کے بارے میں فکر، یہ چیزیں علم الکلام سے ملتی ہیں

سابعاً: علم القراءات: قرآنی الفاظ کی کیفیت نطق کا علم اس سے ہوتا ہے۔

علامہ زرقانی (م ۱۹۴۸ء۔) کی نظر میں علوم قرآن:

علامہ زرقانی علوم قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

" إنّ القرآن الكريم هداية و إعجاز من أجل هذين المطمحين نزل، و فيهما نحدَّث، و عليهما دلَّ. فكل علم يتصل بالقرآن من ناحية قرآنيته، أو يتصل به من ناحية هدايته أو إعجازه، فذلك من علوم القرآن. وهذا ظاهر في العلوم الدينية و العربيّة". (۲۴)

قرآن کریم کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب اعجاز بھی اور انہی دو مقاصد کے حصول کے لئے یہ نازل ہوا ہے اور انہی دو کے بارے میں بات کرتا ہے اور انہی دو کی جانب دلالت کرتا ہے، الغرض ہر وہ علم جس کا تعلق قرآن پاک سے ہے بحیثیت قرآن ہونے سے ہو یا جس کا تعلق قرآن کی ہدایت اور اس کے اعجاز سے ہو وہ علوم قرآن ہے اور یہ چیز تمام دینی اور عربی علوم میں نمایاں ہے۔

امام شیخ محمد طاہر ابن عاشور (۱۳۹۳ھ.) کی نظر میں علوم قرآن:

قال ابن عاشور في استمداد علم التّفسير :

علم العربيّة ، وعلم الآثار، ومن أخبار العرب، واصول الفقه ، وعلم الكلام ، وعلم القراء ة (۲۵)

ابن عاشور نے علم تفسیر کے لئے مدعلوم میں درج ذیل علوم درج کئے ہیں:

عربیّت ،علم آثار،احوال عرب،اصول فقہ،علم کلام اورعلم قراءت.

امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷ء.) کی نظر میں علوم قرآن:

مولانا امین احسن اصلاحی نے تفسیر تدبّر قرآن لکھنے کے لئے جو اصول متعین کئے ان پر مشتمل ایک کتاب مبادئ تدبر قرآن تحریر کی تھی لیکن تفسیر مکمّل کرنے کے بعد اس میں بعض ضروری ترامیم کر کے مقدّمے میں بھی ان اصولوں کی نشاندہی کردی.مولانا نے اس بات کی وضاحت کی کہ اگرچہ تفسیر تو انہوں نے لکھی ہے لیکن اس میں فکر فراہی کا پورا دخل ہے.

اصلاحی صاحب کے نزدیک تفسیر کے دو ذرائع ہیں:

۱.داخلی ذرائع ،۲.خارجی ذرائع.

۱.داخلی ذرائع: (۱) قرآن کی زبان (۲) نظم (۳) تفسیر القرآن بالقرآن

۲.خارجی ذرائع: (۱) سنت متواترہ ومشہورہ (۲) احادیث وآثار صحابہ (۳) شان نزول (۴) کتب تفسیر (۵) قدیم آسمانی صحیفے (۶) تاریخ عرب.(۲۶)

درج بالا مختلف علماء ومفسّرین کے مختلف اصول تفسیر کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر زبان اور کلام کے فہم کے لیے کچھ قواعد وضوابط ہوتے ہیں جن کے بغیر وہ زبان اور کلام نہیں سمجھا جا سکتا یہ قواعد وضوابط اس زبان کا ادب اور گرامر وغیرہ کہلاتے ہیں یہی قاعدہ اور ضابطہ اللہ کے کلام یعنی کتاب اللہ کو سمجھنے کے لیے بھی ہے۔ کتاب اللہ سے احکام اخذ کرنا، معارف ونکات سمجھنا، رموز اور فوائد کا مرتب کرنا ہر کس وناکس کا کام نہیں۔اس لیے کتاب اللہ کا فہم حاصل کرنے کے لیے قرآنی معارف ومطالب کو سمجھنے کے لیے جن قواعد وضوابط کی ضرورت ہوتی ہے انہیں اصول تفسیر یا مبادی تفسیر کہا جاتا ہے۔ذیل میں ضروری مبادی تفسیر کا تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ ان کے ذریعے کتاب اللہ کا فہم حاصل کیا جاسکے۔

(۱) علم تجوید وقراءت (۲) نظم قرآن (۳) علم اسباب النزول (۴) مکی ومدنی کی معرفت (۵) علم ناسخ ومنسوخ (۶) علم المحکم و

المتشابہ(۷)علم حدیث(۸)اقوال صحابہ(۹)علم فقہ واصول فقہ(۱۰) کلام عرب(۱۱)علم لغت(۱۲)علم نحو(۱۳)علم صرف(۱۴)علم اشتقاق(۱۵)علم بلاغت(۱۶)علم الکلام(۱۷)علم المنطق(۱۸)علم الاسرار(۱۹)علم الجدل والخلاف (۲۰)علم الحقائق(۲۱)علم القصص(۲۲)علم الحساب(۲۳)علم الموہبہ۔

ا۔علم تجوید وقراءت:

قرآن مجید کوصحت الفاظ کے ساتھ ادا کرنا علم قراءت یا تجوید کہلاتا ہے.علم قراءت سے مراد وہ علم ہے جس میں قرآنی کلمات کے ادا کی کیفیت اور اس میں جو اختلاف ہے وہ بیان کیا جاتا ہے.قرآن مجید کی تلاوت اہل زبان کی طرح کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ مخارج سے ہٹ کر قرآن مجید پڑھنے سے معانی بدل جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً ﴾(۲۷)

قرآن مجید کو ترتیل سے (ٹھہر ٹھہر) کر پڑھو.

علم قراءت کا سلسلہ حضور پاک ﷺ تک پہنچتا ہے صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے سیکھا،حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت اُبی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت اُبودرداءؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت اُبوموسی اشعریؓ صحابہ کرام میں سے مشہور قراء تھے.

ابی بن کعبؓ سے صحابہ کی ایک جماعت نے قراءت پڑھی.ان میں حضرت ابو ہریرہؓ ابن عباسؓ اور عبداللہ بن السائبؓ شامل ہیں.اس طرح ان سے تابعین نے علم حاصل کیا.اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ سات قراء مشہور ہوئے.

لہذا فہم قرآن کے لئے علم قراءت سے معرفت ناگزیر ہے کیونکہ تجوید وقراءت تلاوت کا زیور اور قرآن کی زینت ہے.اس لئے کہ اس کے ذریعے صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس سے نہ صرف اس کے الفاظ صحیح طور پر ادا ہوتے ہیں بلکہ اس کا صوتی حسن بھی نمایاں ہوجاتا ہے.

۲۔نظم قرآن:

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزولی نہیں بلکہ توقیفی ہے،اس لئے آیات اور سورتوں میں نظم وارتباط سمجھنا ضروری ہے قرآن مجید میں مناسبات اور روابط کبھی جلی،کبھی خفی اور کبھی اخفی ہوتے ہیں.قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے نظم سے معرفت ناگزیر ہے جب تک یہ نظم سمجھ میں نہ آئے اس وقت تک نہ تو کسی سورۃ کی اصلی قدر وقیمت اور اس کی اصلی حکمت ہی واضح ہوتی ہے اور نہ ہی اس سورۃ کی متفرق آیات کی صحیح تاویل متعین ہوتی ہے.نظم قرآن کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس سلسلہ میں سلف وخلف کے دونوں طبقوں نے گراں قدر

خدمات سرانجام دی ہیں.

علامہ مخدوم مہائمی (۸۳۵ھ.) اپنی تفسیر " تبصیر الرّحمٰن اور تیسیر المنّان " کے مقدمہ میں نظم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' یہ نظم ہی کی برکت ہے کہ میں اس کی روشنی میں ایسے نادر نکتے جمع کر سکا جن کو مجھ سے پہلے کسی انس وجن نے ہاتھ نہیں لگایا تھا'' (۲۸)

علامہ ابوجعفر بن زبیر ثقفی (۷۰۸ھ.) نے اپنی کتاب " البرهان في ترتيب سور القرآن " میں قرآن مجید کی سورتوں کی موجودہ ترتیب میں جو مناسبت ہے اس پر روشنی ڈالی ہے اور علامہ برہان الدّین بقاعی (۸۸۵ھ.) کی تفسیر " نظم الدرر في تناسب الآي والسّور " نظم قرآن پر معروف ہے. اسی طرح علامہ جلال الدّین سیوطی (۹۱۱ھ.) " تناسق الدرر في تناسب السّور " اس کتاب میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں میں نظم اور مناسبت کا بیان ہے.

دور حاضر میں مولانا حمید الدّین فراہی (۱۳۶۲ھ.) اور ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷ء.) نے نظم قرآن کے حوالے سے مجدّدانہ کردار ادا کیا اور فہم قرآن کے لئے اسے کلید کی حیثیت دی ہے.

الغرض فہم قرآن کے لئے آیات وسور قرآنیہ کے سیاق وسباق کو سمجھنے کی ضرورت واہمیت پر قدیم وجدید علماء نے بہت زور دیا ہے.

۳۔علم اسباب النّزول:

قرآن مجید کی آیات کا نزول جن حالات میں ہوا ان کی معرفت ضروری ہے اگر چہ ہر آیت کے ساتھ کوئی واقعہ ملانا مناسب نہیں ہے لیکن جن آیات سے متعلق اہم واقعات مربوط ہیں ان کا شان نزول معلوم ہو جانے سے کئی عقدے حل ہو جاتے ہیں. اس لئے فہم قرآن کے لئے اس کی معرفت ضروری ہے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" ومعرفة سبب النّزول يعيّن على فهم الآية فإنّ العلم بالسّبب يورث العلم بالمسبّب" (۲۹)

ترجمہ: اسباب نزول کی معرفت آیت کے فہم میں مدد دیتی ہے، سبب کو جاننا مسبّب کو جاننے کی رہنمائی کرتا ہے.

امام ابوالحسن الواحدی فرماتے ہیں: '' محمد بن سیرین نے ایک آیت کے متعلق عبیدہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو وہ لوگ انتقال فرما گئے جو ان چیزوں کو جانتے تھے جن کے متعلق قرآن نازل ہوا:

" وأمّا اليوم فكلّ واحد يخترع شيئاً ويختلق إفكاً وكذباً ملقّياً زمامه مالى الجهالة غير مفكر في الوعيد للجاهل بسبب الآية "(۳۰)

ترجمہ: آج کل ہر آدمی ایک چیز اختراع کرتا ہے اور جھوٹ باندھتا ہے اور اسے جہالت سے منسلک کردیتا ہے وہ اس بات کو نہیں سوچتا کہ اس آیت کے سبب سے جاہل کے لئے کیا وعید ہے.

اس کے بعد امام الواحدی فرماتے ہیں کہ اس بات نے مجھے اسباب نزول کے متعلق کتاب لکھنے کی طرف رجحان دلایا:

" لينتهي إليه طالب هذا الشّان ومتكلّمون في نزول القرآن "(۳۱)

تاکہ اس علم کے طالب اور متکلم اس کی طرف رجوع کریں مزید برآں امام واحدی فرماتے ہیں جب تک کسی آیت کا واقعہ متعلقہ اور اس کا سبب نزول معلوم نہ ہو اس آیت کی تفسیر معلوم نہیں ہوسکتی.(۳۲)

امام زرکشی نے اسباب نزول کے درج ذیل فوائد تحریر کئے ہیں:

۱. سبب نزول سے احکام کی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم اللہ تعالی نے کن حالات میں اور کیوں نازل فرمایا

۲. بسا اوقات سبب نزول کے بغیر آیت کا صحیح مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آتا جس سے قرآنی آیات کے فہم میں غلطی کا امکان ہے.

۳.قرآن کریم بسا اوقات ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جن کا شان نزول سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور اگر ان کا صحیح پس منظر معلوم نہ ہو تو وہ الفاظ (معاذ اللہ) بے فائدہ اور بعض اوقات بے جوڑ معلوم ہونے لگتے ہیں جن سے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر حرف آتا ہے.

۴.قرآن مجید میں ایسے مقامات بھی تھوڑے نہیں ہیں جن میں کسی خاص واقعہ کی طرف مختصر اشارہ کیا گیا ہے اور جب تک واقعہ معلوم نہ ہو تو ان آیات کا فہم حاصل نہیں ہوسکتا.(۳۳)

لہذا فہم قرآن کے لئے اسباب نزول سے معرفت ضروری ہے.

۴۔مکّی و مدنی کی معرفت:

قرآن مجید کا کچھ حصہ مکّہ مکرّمہ میں اور کچھ مدینہ منوّرہ میں نازل ہوا.امام زرکشی فرماتے ہیں: ''قرآن مجید کے بہترین علوم میں اس کے نزول اور جہات کا علم اور مکّہ و مدینہ میں نازل ہونے کی ترتیب ہے''.(۳۴)

مکّی وہ آیات ہیں جو قبل از ہجرت نازل ہوئیں اور مدنی وہ جو بعد از ہجرت نازل ہوئیں خواہ وہ سفر میں نازل ہوئیں یا مکّہ میں یا عام الفتح یا حجۃ الوداع کے موقع پر.(۳۵)

۵۔علم ناسخ ومنسوخ:

نسخ کے لغوی معنی مٹانے زائل کرنے یا منتقل کرنے کے ہیں جب کہ اصطلاح میں اس کی مختلف تعریفیں منقول ہیں، اس مقالہ میں

ان تمام اصطلاحات کو پیش کرنا اوران کا تجزیہ اوران پر نقد کرنا مناسب نہیں ہے لہذا اہم صرف زرقانی کی بیان کردہ مختصر ومناسب تر اصطلاحی تعریف پر اکتفا کرتے ہیں، زرقانی لکھتے ہیں: ''وھو رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی ''(کسی شرعی دلیل سے حکم شرعی کا اٹھ جانا، نسخ ہے)(۳۶)

اصطلاح شریعت میں نسخ ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدلنے کو کہتے ہیں اس کا مقصد مدت حکم کا بیان اور وضاحت ہے(۳۷)

نسخ کا محل صرف احکام ہیں جو اوامر ونواہی پر مشتمل ہوتے ہیں. اخبار میں نسخ نہیں ہوتا. نسخ کی مناسبت سے احکام کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں ایسے احکام جن کا ابدی ہونا نص سے ثابت ہے ایسے احکام جن کی ابدیت دلالت نص سے ثابت ہو، ایسے احکام جن کی توقیت نص سے معلوم ہو. چوتھی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جو مطلق ہوں. جن کی توقیت یا ابدیت نص سے معلوم نہ ہو بلکہ ان میں دونوں کا احتمال ہو.

پہلی تین قسموں میں نسخ نہیں ہوسکتا. صرف احکام کی چوتھی قسم محل نسخ ہوسکتی ہے.(۳۸)

شریعت میں بہت سے احکام منسوخ کیے گئے ہیں اور ان کے بدلے دوسرے احکام لائے گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ أَو نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَا﴾ (۳۹)

(ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں.)

لہذا فہم قرآن کے لئے ناسخ منسوخ کا ادراک بہت ضروری ہے.

۶۔علم المحکم والمتشابہ:

قرآن مجید کی تفسیر کے لئے محکم ومتشابہ کا جاننا نہایت ضروری ہے محکم وہ ہے جس کی دلالت واضح ہو اور متشابہ وہ ہے جس کی دلالت غیر واضح ہو. محکم ایسی آیات ہیں جن کے معنی ومفہوم میں کسی دقت، خفا اور اشتباہ کی گنجائش نہ ہو یہ اپنے مدعا کو صریح اور واضح طور پر بیان کرتی ہیں جبکہ مشتبہ آیات پوری طرح واضح نہیں ہوتیں تاہم ان پر ایمان لانا ضروری ہے قرآن مجید کی اس آیت میں اس بات کی وضاحت موجود ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهَاتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَايَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾(۴۰)

ترجمہ: وہ اسی کی ذات ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں آیات محکمات ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہات بھی ہیں جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ وتاویل کی تلاش کے لئے متشابہات کے پیچھے چلتے ہیں۔ حالانکہ اس کی تاویل کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچانتا جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں سب آیتیں خدا کی طرف سے ہیں اور صرف عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اس قرآنی آیت سے واضح ہوتا ہے کہ محکم ومتشابہ ایک دوسرے کی ضد ہیں محکم اپنا مطلب بیان کرنے میں واضح ہوتی ہیں جب کہ متشابہہ کا مفہوم معلوم نہیں ہوتا اس لئے متشابہہ سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ متشابہات کی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ لہذا قرآن سمجھنے کے لئے مفسّر کے لئے ضروری ہے کہ وہ محکم ومتشابہہ سے واقفیت رکھتا ہو تاکہ قرآن کی تفسیر کرنے میں وہ کہیں ڈگمگا نہ جائے۔

۷۔ علم حدیث:

ایک مفسّر کے لئے علم حدیث کا جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ حدیث کے بغیر قرآن پر ایمان لانا اور عمل کرنا ممکن نہیں۔ حضور ﷺ قرآن مجید کے پہلے مفسّر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (۴۱) ''ہم نے آپ پر ذکر یعنی قرآن مجید اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت سے بتائیں جو ان کی طرف اترا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرَاكَ اللهُ﴾ (۴۲)

ہم نے آپ پر سچی کتاب اس لئے اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے فیصلے اسی طرح سے کریں جس طرح سے اللہ نے آپ کو دکھلایا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: (أَلَآ إِنِّي أُوتِيتُ الكتابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ) (۴۳)

خبردار مجھے قرآن دیا گیا اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا یعنی سنّت۔

قرآن مجید میں صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ وضاحت موجود نہیں کہ نمازوں اور ان کی رکعات کی تعداد کتنی ہے؟ نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟ نماز کے اجزاء ترکیبی کتنے ہیں؟ اور ان اجزاء کی ترتیب کیسی ہے؟ نماز کی شرائط کیا ہیں؟ اور وہ کون کونسی ہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کن اموال میں ہے اور کن میں نہیں؟ ماہوار ہے یا سالانہ؟ مال کی ہر جنس میں اس کی مقدار کس قدر ہے زکوٰۃ کے شرائط کیا ہیں اور مصارف کون کون سے ہیں؟ اور یہی حال حج وروزہ اور دیگر احکام کا ہے۔ ان سب کی تشریح جو درحقیقت تشریح قرآن ہے سنّت کے بغیر ممکن نہیں۔

لہذا احکام قرآن کی عملی شکل متعین کرنے میں ہم حدیث وسنت کے محتاج ہیں جس کا علم فہم قرآن کی کلید ہے۔

۸۔اقوال صحابہ:

جن نفوس قدسیہ کی موجودگی میں قرآن مجید نازل ہوا وہ اس کے متعلق ہر لحاظ سے زیادہ فہم رکھتے تھے امام ابن تیمیہ اصول تفسیر میں اس کا شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"إذا لم تجد التّفسير في القران ولا في السنة رجعت في ذلك إلى أقوال الصّحابةؓ ، فالفهم أدرى بذلك ، لما شاهدوه من القرائن ، والأحوال التى اختصّوا بها ، ولما لهم من الفهم التام والعلم الصحيح والعمل الصالح ، لا سيما علماؤهم وكبراؤهم ، كالأئمة الأربعة الخلفاء الرّاشدين والأئمة المهديّين مثل عبدالله ابن مسعودؓ "(۴۴)

''اور جب قرآن وسنّت سے تمہیں تفسیر معلوم نہ ہو تو لازم ہے کہ تم اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرو، فہم قرآنی کا یہ زیادہ معقول طریقہ ہے. کیونکہ اس کے مخصوص شواہد وقرائن سے وہ لوگ زیادہ واقف تھے، اور کیونکہ ان حضرات کو نہ صرف اس کا مکمل فہم اور صحیح علم حاصل تھا بلکہ وہ اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے. خاص طور پر ان کے علماء واکابر، مثلاً ائمہ اربعہ خلفاء راشدین، اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جیسے ہدایت یافتہ ائمہ''

پھر صحابہ کرامؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾(۴۵)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں

رضائے الٰہی کی آسمانی سند اتنی بڑی سند ہے کہ اس کے ساتھ یہ احتمال باقی نہیں رہتا کہ بحیثیت مجموعی ان کی تفسیر غلط ہو سکے اور امّت کے لئے گمراہی کا سبب بن جائے کیونکہ صحابہ کرامؓ تو بالذّات حضورﷺ کے شاگرد ہیں اور تابعین ایک واسطہ سے فیض یافتہ ہیں. لہذا ان کا قرآنی فہم صحیح تر ہے اس لئے ایک مفسّر کے لئے علم الآثار کی معرفت بہت ضروری ہے۔

۹۔علم اصول فقہ:

اصول فقہ ہی وہ علم ہے جس کی بنا پر آیات قرآنی سے مسائل واحکام کا استنباط کیا جاسکتا ہے. یعنی اصول فقہ ایسے قواعد ومباحث کا مجموعہ ہے جس کے ذریعے احکام شریعہ تک عقلی دلائل سے رسائی ممکن ہے. فہم قرآن کے لئے اس علم کے متعلقات یعنی مجمل ومفصل، عام وخاص، مطلق ومقید، امر ونہی وغیرہ کے حقائق اور مقتضیات سے واقفیت ہوتا کہ ایک مفسر تفسیر کرتے وقت احکام کے استخراج واستنباط میں

غلطی نہ کرے اور بآسانی صحیح نتائج تک پہنچ سکے .اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ﴾ (۴۶)

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے''

۱۰۔کلام عرب:

قرآن مجید جس معاشرہ میں اترا اللہ تعالی نے اس میں رہنے والے لوگوں کو نظر انداز نہیں کیا قرآن مجید کو صحیح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ نزول قرآن کے دور کی صحیح تصویر سامنے ہو کلام عرب اور ان کے اسلوب نگارش سے اچھی طرح واقفیت ہو کہ مختلف الفاظ کو وہ لوگ کن معانی میں استعمال کرتے تھے ان کے آداب معاشرت کیا تھے .قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانے کے عرب معاشرے سے بخوبی واقف ہو ان کے عادات واطوار کی صحیح تصویر مفسّر کے سامنے ہو اور یہ تصویر اس زمانے کے ادبی و علمی شہ پاروں کو پڑھنے سے صحیح طور پر سمجھ میں آسکتی ہے اس سلسلے میں دور جاہلیت کے دواوین بھی معاون ثابت ہو سکتے ہیں .

۱۱.علم لغت:

مفسّر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماہر لغت ہو، کیونکہ مفرد الفاظ کی شرح اور ان کے مدلولات کا علم صرف علم لغت ہی کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ (۴۷)

بے شک ہم نے یہ قرآن عربی (زبان) میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو.

اس آیت قرآنیہ میں تصریح ہے کہ یہ کتاب عربی زبان میں نازل ہوئی ہے اور اس لئے اس کتاب کے فہم کے لئے علم اللسان یا علم لغت سے واقفیت تامہ ناگزیر ہے۔خاص طور پر وہ الفاظ قرآنیہ جو غرائب میں شمار کئے جاتے ہیں ان کی معرفت اشد ضروری ہے .بیہقی نے ابوھریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

(أَعْرِبُوا الْقُرْآنَ وَاتَّبِعُوا غَرَائِبَهُ) (۴۸)

ترجمہ: قرآن کے معانی کو سمجھو اور اس کے غریب الفاظ کو تلاش کرو.

ALLAMA IQBAL
Open University Library
(ACQUISITION SECTION)
Acc. No. 104603
Date 05-01-2006

۱۲۔علم نحو:

علم نحو کو علم اعراب بھی کہتے ہیں قرآن مجید کے جملوں کے تغیرات وتصرّفات، حرکات واعراب کے تغیر وتبدّل کا علم، علم نحو سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اعراب کے ادنی تغیر سے معانی میں نہ صرف زمین وآسمان کا فرق پڑ جاتا ہے بلکہ انسان کفر تک جا پہنچتا ہے۔

۱۳۔علم صرف:

فہم قرآن کے لئے علم صرف سے واقفیت بہت ضروری ہے علم صرف سے الفاظ، اوزان اور صیغوں کا پتہ چلتا ہے۔ جب تک اس بات کا علم نہ ہو کہ یہ صیغہ کونسا ہے اور اس کی تصریف وتعلیل کیا ہے تو کلام کی مراد ومعنی کو سمجھنا محال ہوگا۔ علامہ زمخشری ایک مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں: کہ جس شخص نے قرآن مجید کی آیت:

﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (۴۹)

جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے

کی تفسیر لکھتے ہوئے کہا ہے کہ: ''یہ قول تفسیر کی بدعتوں میں سے ہے کہ یہاں 'امام' 'اُمّ' کی جمع ہے اور قیامت کے دن لوگ اپنی ماؤں کے نام سے منسوب کر کے پکارے جائیں گے۔ اس غلطی کا سبب دراصل اس مفسر کی علم تصریف سے لاعلمی ہے کیونکہ از روئے تصریف اُمّ کی جمع اِمام کے وزن پر آ ہی نہیں سکتی'' (۵۰)

۱۴۔علم اشتقاق:

علم اشتقاق سے مفردات قرآن کے لسانی تغیرات کا پتہ چلتا ہے کلمات کے ایک دوسرے سے خروج پر بحث کی جاتی ہے اور الفاظ کے اصل مادہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے کیونکہ اصل مادہ لغت معلوم نہ ہونے کی بنیاد پر کلمہ کے معنی سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً لفظ مسیح ایک اسم ہے جس کے دو مادّے ہیں: ''سیاحہ'' اور ''مسح'' پہلے مادہ کے اعتبار سے مسیح کے معنی ہوں گے: ''سیاحت کرنے والا''۔ جب کہ دوسرے مادہ کے اعتبار سے اس کے معنی ہوں گے چھونے والا۔

مثال بالا سے ہمیں اشتقاق کے ذریعے الفاظ کے معانی میں فرق کا پتہ چلا اس لئے فہم قرآن کے لئے علم اشتقاق سے واقفیت ہونا بہت ضروری ہے۔

۱۵۔علم بلاغت:

علم بلاغت میں تین علوم شامل ہیں (۱) علم معانی (۲) علم بیان (۳) علم بدیع۔

۱۔علم معانی: کلام کی مخصوص تراکیب سے جو مفہوم پیدا ہوتا ہے وہ علم معانی کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے۔

۲۔علم بیان: علم بیان سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ فلاں قسم کی ترکیب اپنا مفہوم ادا کرنے میں واضح ہے یا پوشیدہ۔

۳۔علم بدیع: کسی کلام کو پرکشش بنانے کی بابت علم بدیع کے ذریعے پتہ چلایا جاتا ہے کہ کس طریقہ سے کلام کو پرکشش بنایا جاسکتا ہے۔

زمخشری کا بیان ہے کہ: ''اللہ تعالی کی روشن کتاب اور اس کے معجز کلام کی تفسیر کرنے والے کا حق یہ ہے کہ وہ نظم کلام کو اپنے حسن پر' بلاغت کو اپنے کمال پر اور جس چیز پر تحدی واقع ہوتی ہے اس کو جرح وقدح کرسکنے والی بات سے محفوظ رکھنے کا لحاظ رکھے (۵۱)۔

۱۶۔علم الکلام:

مفسّر کے لئے ضروری ہے کہ اسے ذات الہی سے متعلق جائز وغیر جائز چیزوں کا علم ہو وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ ایک ایسی ہستی ہے جو جسمیّت و جہت اور مکان وزمان جیسی جملہ قیود سے منزّہ ہے ایسے کمالات ذاتیہ سے متصف ہے جو لامحدود ہیں اللہ تعالی کے حق میں کون سی چیز واجب کون سی مناسب اور کون سی محال اور غیر موزوں ہے۔علاوہ ازیں جن آیات میں نبوّت، معاد اور دیگر عقائد وافکار کا ذکر کیا گیا ہے ان سے صحیح واقفیت ضروری ہے۔

۔ان امور کے لئے علم العقائد یا علم الکلام کی ضرورت ہے تا کہ مسائل الٰہیات میں مفسّر گمراہی سے محفوظ رہ سکے۔علم الکلام کی مدد سے ان کو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔اس علم کے بغیر یہ خطرہ دامن گیر رہتا ہے کہ مفسّر غلطی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

۱۷۔علم المنطق:

منطقی مسائل وقواعد کے ذریعے قرآن کریم کے طریق استدلال اور دلائل کی قوت معلوم کی جاسکتی ہے۔اس لئے علم المنطق کو جاننا بھی ضروری ہے۔

۱۸۔علم الحساب:

قرآن کا ایک حصّہ میراث وفرائض کے مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں لامحالہ حساب کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے ایک مفسّر کے لئے علم الحساب کی معرفت ضروری ہے۔

۱۹۔علم الأسرار:

اسرار قرآنیہ کو سمجھنے کے لئے علم الأسرار سے واقفیت حاصل کرنا چاہیے۔

۲۰۔علم الحقائق:

وہ علم جس میں حقائق موجودات کا بیان ہوتا ہے۔ یہ علم نہایت وسیع علم ہے اور اس کی متعدد شاخیں ہیں حقائق موجودات کے بارے میں حکماء قدیم کا علم جدا ہے۔ جب کہ حکماء جدید کا علم و مسلک مختلف ہے۔ حضرات صوفیاء اور ارباب حقیقت اس سلسلے میں کچھ اور ہی مسلک رکھتے ہیں جو ان کے روحانی مکاشفات ان حضرات کو بارگاہ نبوت سے بلاواسطہ یا بالواسطہ حاصل ہوتے ہیں۔

۲۱۔علم الجدل والخلاف:

قرآن مجید میں متعدّد مقامات ایسے ہیں جو حقائق و دلائل توحید اور معارف ربوبیّت استدلال وحجّت کے انداز میں اہل باطل کے مقابلے میں اس قسم کے مقامات و آیات کے اسرار و حقائق اسی شخص پر واضح ہو سکتے ہیں جو احتجاج و استدلال کے اصول جانتا ہو اسی بنا پر فہم قرآن کے لئے علم الجدل والخلاف سے واقفیت پیدا کرنا چاہیے۔

۲۲۔علم القصص:

قرآن کریم میں جو واقعات وقصص بیان کیے گئے ہیں ان کے جاننے کو علم القصص کہتے ہیں اس علم سے واقفیت اس لئے ضروری ہے کہ واقعہ کی تفصیلات معلوم ہو جانے سے آیت کے مجمل مفہوم کی توضیح ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم میں سابقہ قوموں کے احوال واقعات کے بیان کے ضمن میں خود قرآن میں ہے:

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشاً فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ (۵۲)

ترجمہ: ہم نے ان سے پہلے کئی قومیں تباہ کر دیں جو قوت میں ان سے کہیں بڑھ کر تھیں (ہمارا عذاب اترتے وقت) وہ لوگ شہروں کو چھانتے پھرتے کہ کہیں ان کو پناہ ملے۔

ان واقعات کا مقصد قصہ گوئی نہیں، بلکہ:

لَذِكْرٰى

﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ (۵۳)

ترجمہ: جو شخص عقل رکھتا ہے یا کان لگا کر دل سے سنتا ہے اس کے لئے ان (قصوں) میں نصیحت ہے۔

لہذا مفسّر قرآن کے لئے تاریخ اسلام کے علاوہ تاریخ عالم پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس تاریخ کو قرآن وسنّت کی کسوٹی پر پرکھ سکے قرآن مجید نے قوم عاد، ثمود، قوم نوح، قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور بنی اسرائیل وغیرہ کی تفاصیل بیان کی ہیں۔ تورات و انجیل میں بیان کردہ یہ واقعات حقائق پر مبنی نہ ہیں۔ لیکن جو کچھ قرآن نے بیان کیا وہ صداقت پر مبنی ہے۔

۲۳۔علم الموہبہ:

یہ علم خاص عطیہ ربانی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتا ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے فہم قرآن کے لئے علم وہبی یا علم لدنی کا ہونا ضروری ہے جو نور ایمانی زہد وتقوی علم صحیح اور عمل صالح سے من جانب اللہ عطا ہوتا ہے۔اس علم کی بدولت کلام اللہ کے اسرار ورموز اور لطائف منکشف ہوتے ہیں۔ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (۵۴)

(قرآن کے ظاہری الفاظ ونقوش کو صرف پاک ہی چھو سکتے ہیں)۔

یعنی جس شخص کو طہارت یا وضو نہ ہو وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا اسی طرح جس کو طہارت باطنی یا قلبی نہ ہو وہ قرآن کے ظاہری معانی اور داخلی مفاہیم کو نہیں پاسکتا یہ طہارت باطنی اور قلبی نور اطاعت الٰہی اور تقوی سے پیدا ہوتا ہے۔امام زرکشیؒ ''البرہان'' میں فرماتے ہیں:

"اِعْلَمْ أَنَّهُ لا يَحْصُلُ لِلنَّاظِرِ فَهْم معاني الوحي حقيقة، ولا يظهر له أسرار العلم من غيب المعرفة وفي قلبه بِدْعَةٌ أو إصرار على ذنب، أو في قلبه كِبرٌ أو هوىً أو حبُّ الدُّنيا أو يكون غير متحقّق الإيمان أو ضعيف التّحقيق أو معتمداً على قول مفسر ليس عنده إلا علم بظاهر أو يكون راجعاً إلى معقوله؛ وهذه كلها حُجبٌ وموانعُ، وبعضُها آكد من بعض" (۵۵)

قرآن کے معانی واسرار اس شخص کو حاصل نہیں ہوسکتے جس کے دل میں بدعت، تکبر، ہوائے نفس اور محبت دنیا ہو۔یا وہ گناہوں پر مصر ہو یا اس کا ایمان پختہ نہ ہو یا اس کی تحقیق کمزور ہو یا صرف ظاہر کا علم رکھنے والے مفسّر پر اعتماد کرتا ہو یا اپنی عقل کی پیروی کرتا ہو یہ سب امور فہم قرآن میں رکاوٹیں ہیں بعض دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فہم قرآن کے لئے قلبی روشنی کی ضرورت ہے جو اس قلبی روشنی سے محروم ہوگا وہ فہم قرآن سے بھی محروم رہے گا۔وہ روشنی ان امور سے پیدا ہوتی ہے جو درج بالا عبارت میں مذکور ہیں اسی کا نام علم الموہبہ ہے۔جس سے قرآن سمجھنے کا دروازہ کھلتا ہے۔

فالحاصل مسلمانوں نے قرآن فہمی کے لئے جو علوم یا اصول مدون کئے انہیں علوم قرآن یا مبادئ تفسیر کہا جاتا ہے فہم قرآن کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کو صرف پڑھ کر بعض چیزوں کے متعلق حسن وقبح کے احکامات معلوم کر لئے جائیں بلکہ فہم قرآن کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان مجتہدانہ طریقہ سے استخراج احکام اور استنباط مسائل کر سکے۔

قرآنی آیات سے حقیقی مفہوم کا تعین کر کے کلام کے مقتضائے حال سے آگاہی حاصل کر سکے اس لئے قرآن کے صحیح فہم کے لئے صرف ترجمہ ہی دیکھ لینے سے مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے خاص خاص آداب وشرائط ہیں جنہیں اصول تفسیر یا مبادی تفسیر کہا جاتا ہے جب تک ان اصول وقواعد کا علم نہ ہو فہم قرآن کا دعوی نہیں کیا جاسکتا۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) ابن منظور:لسان العرب ،(مادة:فر).

(۲)فیروزآبادی: القاموس المحيط: (مادة:فر).

(۳)الزرکشی ، البرهان في علوم القرآن:۲/۱۴۷.

(۴) The Encyclopedia of IslamS.Z. vol iv ED.by MTM Moutta, Late A.J. Brill Ltd., London Luzac & Co.Page603.

(۵)الأندلسی، ابو حیان : البحر المحيط:۱/۱۲۱.

(۶) الفرقان:۳۳.

(۷)بخاری ۲/۱۱۲۵

(۸) الأندلسی ، ابو حیان : البحر المحيط: ۱/۱۲۱.

(۹) الزرکشی : البرهان فيعلوم القرآن : ۱/۱۳.

(۱۰) الجوزی ، زاد المسير في علم التفسير : ۱/۲.

(۱۱) الزرقانی: مناهل العرفان في علوم القرآن :۱/۳۳۴.

(۱۲)السیوطی : الاتقان في علوم القرآن:۴/۱۹۴.

(۱۳)الزرقانی، مناهل العرفان في علوم القرآن ،۱/۲۵.

(۱۴)الصابونی،محمدعلی: التبیان في علوم القرآن:۶

(۱۵)مناع خلیل قطّان ، مباحث في علوم القرآن :۱۵،۱۶.

(۱۶)عثمانی،محمدتقی: علوم القرآن:۱۸،۱۹

(۱۷) اصفہانی،راغب،امام: مقدمة التفسير ۱۸۰،۱۸۱.

(۱۸) زرکشی، البرهان فی علوم القرآن:۱/۹_۱۲.

(۱۹) سیوطی، الاتقان:۱/۲۰_۲۳.

(۲۰) هودبن الحکم: تفسير كتاب الله العزيز:۱/۷۱.

(۲۱)شاه ولی الله، الفوز الكبير فی أصو ل التفسير:۳.

(۲۲)م.ن.:۴.

(۲۳) آلوسی، روح المعانی:۱/۶،۷

(۲۴)الزرقانی،مناهل العرفان:۱/۲۳.

(۲۵) ابن عاشور، تفسير التحرير والتنوير:۱/۱۸

(۲۶)اصلاحی،امین احسن ، تدبّر قرآن:۱/۲۹_۳۴

(۲۷) المزّمل:۴.

(۲۸) مہائمی، تبصیر الرحمن وتیسیر المنان :۱/۳.

(۲۹) ابن تیمیہ ، مقدمہ في أصول التفسیر :۳۸.

(۳۰) الواحدی، أسباب النزول :۴۱

(۳۱) م .ن.

(۳۲) م.ن. :۴

(۳۳) الزرکشی ، البرھان في علوم القرآن:۱/۲۴_۲۹.

(۳۴) الزرکشی، البرھان: ۱/۱۹۲.

(۳۵) سیوطی، الاتقان: ۱/ ۳۷.

(۳۶) زرقانی،عبدالعظیم: مناھل العرفان فی علوم القرآن:۲/۳۶۰.

(۳۷) سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن:۳/۶۶،۶۷.

(۳۸) م.ن :۶۰.

(۳۹) البقرة: ۱۰۶.

(۴۰) ال عمران:۷.

(۴۱) النّحل :۴۴.

(۴۲) النّساء:۱۰۵.

(۴۳) ابو داؤد: کتاب السنة ، باب لزوم السنة : ۴۶۰۴، ص ۶۹۹.

(۴۴) ابن تیمیہ ،مقدمہ في اصول التّفسیر : ۸۷.

(۴۵) البیّنة:۸.

(۴۶) النّساء :۸۳.

(۴۷) یوسف:۲

(۴۸) الفراء: ابو محمد حسن بن مسود: مشکٰوة المصابیح : کتاب فضائل القرآن: ۱۸۸ .

(۴۹) بنی اسرائیل:۷۱

(۵۰) زمخشری ، الکشاف:۲/۲۸۲

(۵۱) زمخشری، الکشّاف: ۱/مقدمه (ن ،س).

(۵۲) ق:۳۶.

(۵۳) ق:۳۷.

(۵۴) الواقعہ:۷۹.

(۵۵) زرکشی، البرھان: ۲/۱۸۰،۱۸۱.

فصل دوم

اصول تفسیر کی ضرورت واہمیت

فصل دوم: اصول تفسیر کی ضرورت واہمیت

قرآن فہمی اسلام کی خشت اول ہے اس کے معانی ومطالب کی توضیح وتشریح کے لئے تفسیر نگاری کی ابتدا ہوئی قرآن مجید کی تشریح و تفسیر کرنا ہر کس وناکس کا کام نہیں بلکہ اس کے فہم کے لئے علم تفسیر کے مبادیٔ اور اصول سے واقفیت ضروری ہے .ان اصول ومبادیٔ کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً مبادیٔ تفسیر واصول تفسیر ،علوم القرآن اور اصول فہم قرآن وغیرہ.

بہر حال کسی نام سے بھی پکارا جائے اس سے مراد قرآن فہمی کے بنیادی اصول ہیں جن کی اہمیت کسی بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔

فہم قرآن اور اصول تفسیر:

اصول فہم قرآن کی معرفت کے بغیر قرآن کا فہم حاصل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ علم تفسیر کے ان مبادیٔ واصول میں مختلف نوعیت کے اہم سوالات کا جواب دیا جاتا ہے .مثلاً :قرآن میں استدلال کی نوعیت کیا ہے؟ رسول ﷺ پر قرآن حکیم کا نزول کس طرح ہوا؟ شان نزول کسے کہتے ہیں؟ قرآن کے آفاقی وانفسی دلائل کا مفہوم کیا ہے؟ مکی ومدنی سورتوں کا مطلب اوران کے درمیان فرق کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو سابق انبیاء کی مانند معجزات کیوں نہیں دیئے گئے؟ عقل کو دین میں کیا مقام دیا گیا؟ وحي کی حقیقت کیا ہے؟ ترتیب نزول کیا تھی اور تکمیل کتنے عرصے میں ہوئی؟ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کی خصوصیات کون سی ہیں اور ان کی حکمت کیا ہے؟ قرآن وحدیث کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا وحي متلو اور وحي غیر متلو ہم پلہ ہیں؟ قراءتوں کے اختلاف کی ماہیت کیا ہے؟ محکم ومتشابہ اور حروف مقطعات سے کیا مراد ہے؟ قرآني فلسفہ کے بنیادی ستون کیا ہیں اور ان کے دلائل کی نوعیت کیا ہے؟ کیا قرآن کریم کا کچھ حصہ یا کچھ آیات نسخ کے عمل سے گزری ہیں اورقرآن کی حفاظت کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا گیا؟ قرآن حکیم میں نظم ومناسبت کی کیا حقیقت ہے؟ فواتح وخواتم سور میں کیا مناسبت ہے؟

مفسّر کو صرف ونحو، بیان اور معانی وبدیع، فقہ واصول فقہ، حدیث واصول حدیث، علم قراءت، علم کلام، علم تاریخ، علم جغرافیہ، علم اسماء الرّجال، علم لغت، علم الزّہد والرّقاق، علم الأسرار، علم الجدل والخلاف، علم سیر اور علم حقائق موجودات وغیرہ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے. ان کی معرفت فہم قرآن میں مدومعاون ثابت ہوتی ہے بصورت دیگر فہم قرآن کے راستے مسدود ہوجاتے ہیں۔

سیاق وسباق کے بغیر فہم قرآن:

کسی بھی کلام کے سیاق وسباق کا خیال نہ کر کے مرادی معنی متعین نہیں کیا جا سکتا اور یہ بات قواعد کلام کے بھی منافی ہے .قرآن

مجید میں سیاق وسباق معنی کو واضح کردیتا ہے۔کسی خارجی تاویل وتحقیق کی ضرورت نہیں رہتی ۔مثلاً:

(۱) قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴾ (۱)

ترجمہ: اگر وہ (نبی) کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمے لگاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم اسکی رگ گردن کاٹ لیتے۔

جھوٹی نبوت کے پیرو اس آیت سے استدلال کرتے ہیں (۲) کہ اگر ہمارا متنبی جھوٹا ہوتا تو اس آیت کی روشنی میں وہ ہلاک کردیا جاتا لیکن جب اس آیت کا مقدم ومؤخر ملایا جائے تو یہ آیت سیّد دوعالم ﷺ کی صداقت وسچائی پر دلیل پیش کرتی ہے۔اس سلسلہ میں ارشاد قرآنی ہے:

﴿ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ إِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلاً مَّا تُؤْمِنُوْنَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ﴾ (۳)

پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے تم بہت کم سمجھتے ہو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے اور اگر یہ پیغمبر محمد ﷺ ہمارے ذمے کچھ جھوٹی بات لگاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو اس سزا سے بچانے والا نہ ہوتا۔

مذکورہ بالا آیات میں سارا ذکر حضور ﷺ کا ہے جن پر کفار نے یہ الزام لگایا تھا کہ یہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر لاتے ہیں اور پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جیسا کہ سورۃ طور میں ہے:

﴿ أَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (۴)

ترجمہ: ہاں کیا یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ تصدیق نہیں کرتے۔

اس لئے قرآن مجید نے ان سب کے لئے یہ اعلان فرمایا:

﴿ فَلْيَأْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ إِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ ﴾ (۵)

ترجمہ: اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام بنا کر لائیں۔

(۲) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ ﴾(٦)

ترجمہ: پس اگر تو شک میں ہے اس سے جو ہم نے اتارا تیری طرف

اس آیت میں اگر چہ حضورﷺ کو خطاب کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد آپﷺ کی ذات نہیں کیونکہ رسول اللہﷺ کو یا کسی بھی نبی کو اللہ کی طرف سے نازل کردہ آیات میں شک نہیں ہوسکتا۔ اگر درج بالا آیت کو ذیل کی آیت سے ملا کر پڑھا اور سمجھا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

﴿ قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ دِينِي فَلَآ أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ وَلٰكِنْ أَعْبُدُ اللهَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (٧)

ترجمہ: آپﷺ کہہ دیجئے اے لوگو اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو (یاد رکھو) میں نہ پوجوں گا ان کو جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو لیکن میں تو اسی اللہ کی عبادت کروں گا جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں ایمان داروں میں رہوں۔

اس قرآنی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ خطاب قوم کو ہے نہ کہ حضورﷺ کو اس سے تکرار کا شبہ بھی باقی نہیں رہتا۔

درج بالا مثالوں سے معلوم ہوا کہ فہم قرآن کیلئے سیاق وسباق کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اسباب نزول اور فہم قرآن:

فہم قرآن اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر کے لئے اسباب نزول سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر فہم قرآن حاصل نہیں ہوگا ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ''قرآن کریم کی کوئی سورۃ اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کب، کہاں اور کس مسئلہ کے بیان کے لئے نازل کی گئی ہے''۔(۸)

قرآن مجید میں کلالہ کے متعلق دو جگہ ذکر ہے اور دونوں مقامات پر الفاظ یکساں ہیں۔

﴿ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ﴾(٩)

ترجمہ: اور اگر جس مرد کی میراث ہے باپ اولاد نہ رکھتا ہو یا ایسی عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ﴾(١٠)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے اللہ تمہیں ایسی میت کے ترکہ میں حکم دیتا ہے جسکی اولاد نہ ہو اور اسکی ایک بہن ہو تو اس کو آدھا (حصّہ) ملے گا.اس کے ترکہ سے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات کی وضاحت سبب نزول کے ذریعے ہی ہوگی۔

دوسری آیت کا نزول حضرت جابر بن عبداللہؓ کے سوال پر ہوا جب انہوں نے اپنی اور اپنی بہن کے متعلق حضورﷺ سے دریافت فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی جابر بن عبداللہ کی حقیقی بہن تھی اس لیے یہ آیت حقیقی بہن کے متعلق ہے اور پہلی آیت مادری بہن کے متعلق ہے کہ ماں کو جب چھٹا حصہ ملتا ہے تو ماں کی طرف سے ہونے والی بہن کو بھی چھٹا حصہ ملے گا۔

قرآن مجید میں بعض مقامات پر سوال اور اس کے جواب کا ذکر ہے جو شان نزول کو خود بتا رہا ہے.مثلاً:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ . قُلِ الْعَفْوَ ﴾ (١١)

ترجمہ: لوگ آپﷺ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں آپﷺ فرما دیجیے جو زیادہ ہو.

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ . قُلْ مَآ أَنْفَقْتُمْ ﴾ (١٢)

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں آپﷺ فرما دیجیے جو تم خرچ کرو.

اسی طرح:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ . قُلْ هُوَ أَذًى ﴾(١٣)

ترجمہ: لوگ آپﷺ سے حیض کے متعلق دریافت کرتے ہیں.آپﷺ فرما دیجیے کہ وہ ایک گندگی ہے.

کچھ سوالات ایسے بھی ہیں جو حجت کے طور پر غیر مسلموں نے آنحضورﷺ سے کیے، جیسے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴾(١٤)

ترجمہ: یہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ﴾ (١٥)

ترجمہ: یہ آپﷺ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجیے روح میرے رب کے امر سے ہے.

شان نزول اصول تفسیر میں سے ایک اصول اور شرط ہے ایک مفسر کے لئے اس لیے تفسیر میں اس کا خیال کرنا نہایت ضروری ہے اس کے بغیر ترجمہ اور تفسیر درست نہ ہوگی. کیونکہ جو آیت جس راوی یا عینی گواہ کے سامنے نازل ہوئی وہ اسکی تفسیر اور مطلب کو زیادہ سمجھے گا اور اس سے تاویل فاسدہ اور تحریف کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا.

کلماتِ قرآنیہ پر غور وفکر کے بغیر فہم قرآن:

کلماتِ قرآنیہ پر تدبر وفکر کے بغیر فہم قرآن حاصل نہیں ہو سکتا جیسے قرآن کریم نے جزاء واعمال اور محاسبہ روز محشر کے لئے عام انسانوں کے متعلق فرمایا:

﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾ (١٦)

ترجمہ: ہر نفس کے واسطے وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہی (اس چیز کی ذمہ داری) ہے جو اس نے کمایا.

مگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا:

﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ ﴾ (١٧)

ترجمہ: یہ وہ امت ہے جو گزر گئی اس کے لئے وہی کچھ تھا جو اس نے کمایا۔

عام انسانوں کے حساب میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہے اعمال صالحہ کے لئے نفع اور ثواب جس کے لئے 'لھا' کا کلمہ آیا۔ اور اعمالِ بد پر عذاب دیا جائے گا جس کے لئے فرمایا 'عَلَيْهَا' علی کا حرف بوجھ اور الزام کے لئے آتا ہے لیکن انبیاء کرام کے گناہ تو ہیں ہی نہیں اس لیے ان کا حساب وکتاب اتمامِ حجت کے لئے اتنا ہوگا کہ ان سے امت کے سامنے پوچھا جائے گا. ﴿ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ﴾ (١٨) تم کیا جواب دیے گئے تھے.

تمھاری بات تمھاری امت نے کس قدر مانی تھی. انبیاء علیہم السلام سے ایسے گناہ کا صدور ناممکن ہے جو پوچھنے کا سبب بن سکے. اس لیے وہاں صرف ''لھا'' فرمایا.

اسی طرح ایک مقام پر قرآن مجید میں آتا ہے: کہ مجرموں اور گناہ گاروں کی شفاعت ہوگی جب اللہ تعالی کا حکم ہوگا:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾ (١٩)

ترجمہ: کون ہے جو اس (اللہ) کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش کرے.

مگر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی ﴾(۲۰)

ترجمہ: اورکوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

اس پچھلی آیت کو دیکھ کر بعض لوگ عقیدہ شفاعت کے منکر ہیں. جبکہ اس آیت میں لفظ ''وازرۃ'' خود بتا رہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں گے. جس کے پاس اپنا بوجھ ہو وہ دوسرے کا بوجھ کیونکر اٹھا سکتا ہے چنانچہ اسی کے ساتھ فرمایا:

﴿ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰی حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ﴾(۲۱)

اوراگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی کوئی گناہ گار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا (بھی) تب بھی اس کے بوجھ میں سے تھوڑا سا بھی ہلکا نہ کیا جائے گا. اگرچہ وہ شخص قرابت دار بھی کیوں نہ ہو۔

لیکن جولوگ اس زمرہ میں ہونگے جن کو کہا جائے گا۔

﴿ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴾ (۲۲)

ترجمہ: (اور مؤمنین کو حق تعالی کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے۔

اور جو خوش بخت دوزخ کی آہٹ سے بھی محفوظ ہوں گے ان کو شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

لہذا اس مذکورہ مسئلہ کی وضاحت لفظ ''وازرۃ'' پرغور کرنے سے واضح ہوگیا. اس لیے تفسیر کے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ فہم قرآن کا ملکہ حاصل کرنے کے لئے کلمات قرآنیہ پرغور وفکر کرے۔

لغات القرآن سے عدم واقفیت اور قرآنی مطالب کا فہم:

لغات القرآن سے مراد قرآنی الفاظ وکلمات کا معنی جاننا اور متعین کرنا ہے. قرآن کی لغت سے واقفیت کے بغیر فہم مطالب کا ملکہ حاصل نہیں ہوسکتا اور اس کے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ مثلاً عَسٰی کا کلمہ عربی زبان میں کسی کام کے یقینی وقوع کے لئے نہیں آیا مگر قرآن مجید میں جہاں بھی عسیٰ کا کلمہ آیا ہے وہ کام واقع ہوگیا صرف سورۃ تحریم کی درج ذیل آیت میں عسیٰ کا وقوع نہیں ہوا۔

﴿ عَسٰی رَبُّهٗٓ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗٓ أَزْوَاجاً خَيْراً مِّنْكُنَّ ﴾(۲۳)

ترجمہ: اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا۔

اس لئے کہ یہاں مشروط تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سید دوعالم ﷺ ازواج مطہرات کو طلاق دے دیتے تو ان سے بہتر آپ ﷺ کے عقد مبارک کا شرف حاصل کرلیتیں مگر چونکہ آپ ﷺ نے ان کو طلاق نہ دی اس لئے جزاء واقع نہ ہوئی۔

اسی طرح قرآن مجید میں 'أَصَابَ' کا معنی (درست کیا) ہے جو کہ صواب سے مشتق ہے۔لیکن قرآن مجید میں یہ کلمہ زیادہ تر مصیبت کے پہنچنے اور پہنچانے کے معنی میں آیا ہے. جیسے:

﴿ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ ﴾ (۲۴) ترجمہ: پھران کی تمام بداعمالیاں تم پر آپڑیں۔

ولد کا معنی عربی زبان اور عرف میں بیٹا ہے مگر قرآنی ارشادات میں اس سے مراد مطلقاً اولاد ہے یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ۔

آیت میراث میں فرمایا:

﴿ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ ﴾ (۲۵) ترجمہ: اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو۔

﴿أَيَّامَ اللهِ﴾ (۲۶) کا لفظی معنی عربی زبان میں اللہ کے دن ہیں. مگر قرآن حکیم میں ان سے مراد قوموں کی عزت اور ذلت کا زمانہ مراد ہے۔

بعض مرتبہ ایک کلمہ کے متعدد معانی ہوتے ہیں، مثلاً: إمام (۲۷) اس کے معنی راستہ کے ہیں. اسی طرح 'إمَـام' (۲۸) کے معنی پیشوا، راہ نما کے ہیں۔

الغرض فہم مطالب قرآن کے لئے لغات القرآن کی معرفت نہایت ضروری ہے۔

محذوفات اور فہم مطالب قرآنیہ:

قرآن مجید میں حذف وایجاز پایا جاتا ہے. یعنی اللہ تعالی کے مختصر ارشادات میں معارف اور حکمت کے دریا سموئے ہوئے ہیں قرآنی مطالب کے فہم کے لئے محذوفات کا جاننا ضروری ہے. محذوفات کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

مذکور	مراد
﴿ أَهَـٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللهُ بِرَحْمَةٍ ط اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴾ (۲۹) ترجمہ: کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالی ان پر رحمت نہ کرے گا. ان کو یوں حکم ہوگیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے۔	ادخلوا سے پہلے جملہ محذوف ہے' نقول لهم ادخلوا الجنة' ان سے آج کہتے ہیں کہ جنت میں بے خوف وخطر داخل ہو جاؤ۔

﴿ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ نَاقَةَ اللهِ وَسُقْيَاهَا ﴾ (۳۰) ترجمہ: تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالح علیہ السّلام) نے فرمایا کہ اللہ کی (اس) اونٹنی سے اوراس کے پانی پینے سے خبر دار رہنا۔	ناقة الله سے پہلے محذوف ہے 'ذروا ناقة الله' چھوڑ دو اللہ کی اونٹنی کو اور اس کے پینے کو۔
﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ والضَّرَّاءِ ﴾ (۳۱) ترجمہ: اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو جو ایمان نہ لائے دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا۔	'إلّا أخذنا' سے پہلے فعل فَكَذَّبُوْا محذوف ہے۔ یعنی انہوں نے جھٹلایا تو عذاب کا شکار ہوئے۔

اعراب القرآن:

اعراب کے ردّ وبدل سے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن مجید کے مطالب کے فہم کے لئے اعراب القرآن سے معرفت نہایت ضروری ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَا ذَآ أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴾ (۳۲)

ترجمہ: اور جب ان کافروں سے پوچھا جاتا ہے تمھارے رب نے کیا اتارا تو کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

اس آیت میں کلمہ اساطیر پر رفع ہے اگر نصب ہوتی تو معنی یہ ہوتا کہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ آپ پر کچھ اترا ہے خواہ وہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں۔ لیکن رفع کی صورت میں یہ معنی ہوگا کہ وہ تو کسی کلام کے نازل ہونے کو مانتے ہی نہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو محمد ﷺ کسی سے لکھوا کر یاد کر لیتے ہیں۔

لہذا فہم قرآن کیلئے علم اعراب القرآن یعنی صرف ونحو سے شناسائی ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کسی کلمہ کا معنی متعین نہیں ہو سکے گا۔

اصول تفسیر اور غریب القرآن:

غریب کے معنی اجنبی کے ہیں۔ قرآن مجید میں بعض مقامات مشکل ہیں۔ ان مشکل مقامات کو صرف علم تفسیر ہی کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے اور علم تفسیر کے لئے اصول تفسیر یا مبادئ تدبر قرآن سے معرفت ضروری ہے۔ لہذا اصول تفسیر ہی کے ذریعے غریب القرآن کا فہم حاصل کیا جاسکتا ہے اور اصول تفسیر مطالب قرآن کی کنجی ہے جس کے بغیر قرآنی علوم ومعارف کا دروازہ نہیں کھلتا۔

عہد حاضر کے تقاضے اور قرآن:

آئے دن کائنات میں بے شمار سائنسی انکشافات ہورہے ہیں. وہ علوم جن کا تعلق انسانی تہذیب وتمدن سے ہے ترقی کے نئے نئے انداز اختیار کررہے ہیں۔ قرآن مجید میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہدایات واشارات موجود ہیں اور قرآن مجید جملہ علوم وفنون کا مخزن ہے. اس لئے دور جدید کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید کو بنیاد بنا کر عہد حاضر کے مسائل کو حل کیا جائے اور پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کیا جائے.

یہ سب کچھ تفسیر کے ذریعے ممکن ہوگا اور تفسیر کے لئے ہمیں اصول تفسیر کا سہارا لینا پڑے گا. تب جا کر مطالبِ قرآنی کا فہم حاصل ہوگا.

انسانی ترقی اور قرآن:

افراد وامم کی ترقی کا راز قرآنی تعلیمات کی پیروی اور اس کی حکیمانہ نظم وترتیب میں مضمر ہے جب کہ قرآنی تعلیمات کی تعمیل قرآن کے فہم وتدبر کے بعد ممکن ہے قرآن مجید جس رشد وہدایت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے. اور اس کا معجزانہ اسلوب بیان جن حکمتوں کا جامع ہے جب تک ان سے آگاہی حاصل نہ کی جائے تب تک ان کی پیروی کا کوئی امکان نہیں ہے. اور اس کے لئے ہمیں فہم قرآن حاصل کرنا ہوگا. اور فہم قرآن علم تفسیر کے ذریعے ممکن ہوگا اور پھر علم تفسیر کے لئے اصول تفسیر معاون ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کتاب قانون:

قرآن مجید ایک لحاظ سے اصول وکلیات کی کتاب ہے جس میں جزئیات اور فروعی باتیں کم بیان کی گئی ہیں. ایسی صورت میں اصول وکلیات کی تشریح اور جزئیات کی تفصیل ضروری ہوجاتی ہے پھر قوانین واحکام کی تفصیلی صورت، حدود وقیود اور ان کا اطلاق واضح طور پر متعین ہونا ضروری ہے، اس ضرورت کو تفسیر پورا کرتی ہے اور تفسیر کے لئے اصول تفسیر کی بھی ضرورت پڑتی ہے.

فہم وادراک کے مختلف مراتب:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مختلف اشخاص مختلف فہم وقابلیت کے حامل ہوتے ہیں. استعداد وصلاحیتوں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے کوئی کج فہم ہوتا ہے اور کوئی زود فہم. اسی لیے کسی کلام کو سمجھنے میں ہر ایک یکساں نہیں ہوتا قرآن مجید ایک جامع اور ہمہ گیر کتاب ہے. اس میں بے شمار مطالب، فصاحت وبلاغت، اوصاف کلام اور معنی وبدیع کا ایک چمن کھلا ہوا ہے۔ اس طرح کے کلام کی تفسیر وتشریح ضروری ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کو سمجھ کر اس سے مستفید ہوسکیں. اور پھر اس کے فہم کے لئے ہمیں مبادئ تدبر قرآن کا سہارا لینا ہوگا. کیونکہ قرآن مجید میں

استعارہ، مبہم، مجاز، اور مجمل سب کچھ ہے۔

قرآن سرچشمہ علوم وفنون:

قرآن پاک علوم وفنون کا خزانہ ہے. قرآن پاک نہ صرف سرچشمہ ہدایت ہے بلکہ خزینہ حکمت بھی ہے. اس کے فضائل بے حساب اور اسکی برکتیں لامتناہی ہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ (۳۳)

ترجمہ: ہم نے کسی چیز کو کتاب میں نظر انداز نہیں کیا.

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ (۳۴)

ترجمہ: (اے محبوب) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے اس میں ہر شے کا تفصیلی بیان ہے.

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (۳۵)

ترجمہ: کوئی خشک وتر چیز نہیں مگر وہ روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

اورمزید فرمایا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلاً ﴾ (۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے قرآن کریم میں ہر شے کو بڑی وضاحت سے بیان کردیا ہے.

مذکورہ قرآنی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم جمیع علوم وفنون اور اسرار ورموز کا مخزن ہے. اس لئے اس کے معانی سے واقفیت ضروری ہے تا کہ اس سے استفادہ کیا جاسکے فہم معانی کے لئے تفسیر اور اصول تفسیر سے بھی واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے.

ڈاکٹر محمد محمد ابوشہبہ علوم القرآن کی اہمیت پر رقم طراز ہیں:

"أنَّـهُ يُسَاعِدُ على دراسة (القرآن الكريم) وفهمه حق الفهم واستنباط الأحكام والآداب منه، إذ كيف يـأتـي لـدارس القرآن ومفسره أن يتوصل إلى إصابة الحق والصواب، وهو لا يعلم كيف نزل؟ ولا متى نـزل؟ وعـلى أى حال كان ترتيب سورة وآياته؟ وبأيّ شيء كان إعجازه؟ وكيف ثبت؟ وما

هو ناسخه ومنسوخه؟ إلى غير ذلك مما يذكر في هذا الفنّ ، وإلّا كان عرضة للزّلل و الخطأ.

فهذا العلم بالنسبة للمفسر مفتاح له و مثل (علوم الحديث) بالنسبة لمن أراد أن يدرس الحديث دراسة حقه وقد صرح بذلك الإمام (السيوطي) في مقدمة (الإتقان) حيث قال:" ولقد كنت في زمان الطلب أتعجب من المتقدمين ، إذ لم يدونوا كتاباً في أنواعٍ (علوم القرآن) كما وضعوا ذلك بالنسبة إلى (علم الحديث) .(٣٧)

مطالعہ قرآن،اس کے صحیح فہم،اس سے احکام وآداب کے استنباط، حق اور صحت فہم کے لئے یہ چیز مدومعاون ثابت ہوتی ہے .اورقرآن کے مطالعہ کرنے والے کے لئے حق وصواب تک پہنچنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے جبکہ اسے کیفیت نزول کا علم نہ ہواور نہ ہی یہ معلوم ہو کہ قرآن کب اترا؟اورقرآن مجید کی سورتوں اورآیات کی ترتیب کیسی تھی؟اوراس کا اعجاز کس میں مضمر ہے؟اوروہ کیسے ثابت ہوا؟اس کا ناسخ و منسوخ کیا ہے؟اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے امور ہیں جن کا بیان اس فن میں آتا ہے.اگراس چیز کا علم نہ ہوتو ایسا مطالعہ کرنے والے کے بارے میں خطاءاورگمراہی سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہے.

یہ علم مفسّر کے لئے کلید کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح (علوم حدیث)ایک طالب حدیث کے لئے .امام سیوطیؒ نے (الاتقان) کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے.وہ کہتے ہیں: مجھے اپنے طالب علمی کے زمانے میں متقدمین کی اس بات پر تعجب رہا کرتا تھا کہ انہوں نے (علوم الحدیث)پرجس طرح کتب تصنیف کی ہیں اس طرز پر (علوم القرآن)پرقلم نہیں اٹھایا".

اسی کےفوائد کے ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

"إنّ الدّارس لهذا العلم يتسلح بسلاح قوي حادّ ، ضد غارات أعداء الإسلام ، التى شنّوها على (القرآن الكريم) زوراً و بهتاناً واختلفوا عليه ما شاء لهم، هو أهم أن يختلقوا ولا شك أنّ الدِّفاعَ عن القرآن . الذى هو أصل الإسلام . من أوجب الواجبات على الأُمّة الإسلاميّة ولا سيّما علماؤها وأهل الرّأيِ فيها ، وإنّه لشرف عظيم وفضل كبير أن يكون المسلم منافعا من هذا الكتاب الجليل".(٣٨)

(علم اصول تفسیر) کا پڑھنے والا اعداء اسلام کے خلاف ،مضبوط اور تیز اسلحہ سے مسلح ہوتا ہے.قرآن مجید پران اسلام دشمنوں نے جھوٹ وبہتان باندھا ہے اور مختلف انواع کے حملے کئے اوراپنی خواہشات کے مطابق اس میں اختلاف کیا اور تاویلات گھڑتے رہے.اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کا دفاع جو کہ اسلام کی بنیاد ہے امت اسلامیہ اور خاص طور پر علماء ودانشور طبقہ کا اوّلین فریضہ ہے.کسی بھی

مسلمان کے لئے یہ بہت بڑا اشرف اور فضل ہے کہ وہ اس عظیم الشان کتاب سے نفع اٹھانے والا بن جائے.

آگے لکھتے ہیں:

" إنّ الدّارس لهذا العلم يكون على حظ كبير من العلم بالقرآن ، وبما يشتمل عليه من أنواع العلوم والمعارف ويحظى بثقافة عالية و واسعة ، فيما يتعلق بالقرآن الكريم ، وإذا كانت العلوم ثقافاً للعقول ، وصلاحاً للقلوب، وتهذيباً للأخلاق ، وإصلاحاً للنفوس ، والأكوان ، وعنوان التقديم والرقي ، وباعثة للنهضات ... ففي القمة ـ من كل ذلك ـ (علوم القرآن)".(۳۹)

اس علم کا پڑھنے والا قرآن مجید سے وافر علم حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تو وہ کتاب ہے جو علوم و معارف کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے. لہذا اس علم سے وابستہ شخص اس وسیع وبلند تہذیب و تعلیم سے ہم کنار ہوتا ہے جن پر قرآن مجید نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ حقیقت ہے کہ علوم ذہنوں کی تربیت، دلوں کی درستگی، اخلاق کی شائستگی، نفوس و موجودات کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں پیش قدمی و ترقی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، حرکت عمل کا سبب بنتے ہیں...اور پھر ان سب علوم میں بلندتر علم (علوم القرآن) ہے۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں: ''وفائدة هذا العلم ترجع إلى الثقافة العالية العامة في القرآن الكريم وإلى التّسلح بالمعارف القيمة فيه استعداداً لحسن الدّفاع عن حمى الكتاب العزيز ، ثم إلى سهولة خوض غمار تفسير القرآن الكريم به كمفتاح للمفسرين ـ فمثله من هذه الناحية كمثل علوم الحديث بالنسبة لمن أراد أن يدرس علم الحديث''(۴۰)

اس علم کا فائدہ قرآن مجید میں بلندتر و عمومی مہارت حاصل کرنا اور اس کے بے مثل معارف سے مسلح ہونا ہے. جس کی بدولت کتاب عزیز کی مقدس وادی کا خوبصورت طریقے سے دفاع ممکن ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی تفسیری مبہمات میں غوطہ زنی آسان ہو جاتی ہے جو مفسرین کے لیے کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا اس علم (علوم القرآن) کا فائدہ اس جہت (قرآن فہمی کے حوالے) سے بعینہ ویسا ہی ہے جیسا کہ علوم الحدیث کا فائدہ ہر اس شخص کو ہے جو علم حدیث پڑھنے کا ارادہ کرے۔

الغرض قرآن پاک مکمل ضابطہ حیات اور انسانیت کی اصلاح اور حقیقی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ قرآن مجید مستند اور ناقابل تغیر معلومات کا مأخذ ہے لیکن اس سے استفادہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو سمجھا جائے اور قرآنی تعلیمات کو انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں نافذ کیا جائے. قرآن کی روشنی سے استفادہ کے لئے ہمیں قرآن پاک کے علوم اور مبادئ تفسیر سے آگاہی حاصل کر کے اس میں پنہاں حقائق کو تلاش کرنا ہوگا. اس کے بغیر فہم قرآن کا حصول مشکل ہے.

حواشی وحوالہ جات

(۱)الحاقّة:۴۴_۴۶.

(۲)مرزابشیرالدین محموداحمد: تفسیر صغیر:۷۷۰.

(۳)الحاقّة: ۳۸_۴۷

(۴) طور:۳۳.

(۵) طور : ۳۴.

(۶) یونس :۹۴.

(۷) یونس:۱۰۴.

(۸)زرکشی، البرهان فی علوم القرآن:۱/ ۲۷_۲۹.

(۹) النساء :۱۲.

(۱۰) النساء : ۱۷۶.

(۱۱) البقرة: ۲۱۹.

(۱۲)البقرة : ۲۱۵.

(۱۳) البقرة:۲۲۲.

(۱۴)النّازعات :۴۲.

(۱۵)بنی إسرائیل:۸۵.

(۱۶)البقرة:۲۸۶.

(۱۷) البقرة:۱۳۴.

(۱۸) المائدة : ۱۰۹.

(۱۹) البقرة:۲۵۵.

(۲۰) فاطر:۱۸.

(۲۱) فاطر:۱۸.

(۲۲) الزخرف : ۶۸.

(۲۳) تحریم:۵.

(۲۴) الزمر :۵۱.

(۲۵) النّساء :۱۱.

(۲۶) الجاثیة :۱۴.

(۲۷) الحجر:۹ے.

(۲۸) البقرۃ:۱۲۴.

(۲۹)الأعراف:۴۹.

(۳۰) الشّمس:۱۳.

(۳۱) الأعراف: ۹۴.

(۳۲) النّحل:۲۴.

(۳۳) الأنعام:۳۸.

(۳۴) النّحل :۸۹.

(۳۵) الأنعام:۵۹.

(۳۶) بنی إسرائیل:۱۲.

(۳۷) ڈاکٹر محمد محمد ابوشہبہ:" المدخل لدراسۃ القرآن الکریم "۲۴.

(۳۸)م.ن.

(۳۹) م.ن.

(۴۰)زرقانی، عبدالعظیم: مناھل العرفان فی علوم القرآن :۱/۲۶.

فصل سوم

اصول تفسیر کا آغاز وارتقاء

فصل سوم: اصول تفسیر کا آغاز وارتقاء

عرب جنہیں اپنی زبان آوری، فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان پر ناز تھا قرآن مجید انہی کی زبان میں اترا اور انہی کے اسلوب اور طرز ادا کو اس نے اختیار کیا انہوں نے اسے سمجھا اور اسکی سحر طرازیوں نے اپنا اثر دکھایا۔اہل زبان میں سے جس نے اس کو سنا وہ اس کی عظمت و برتری کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا.قرآن مجید جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اتارا گیا ہے وہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور نہایت جامع قانون ہدایت ہے .اس قانون ہدایت کے مقنن اعظم نے محض الفاظ تعلیم فرما کر معانی کو آزاد نہیں چھوڑا تھا بلکہ اس کی تعبیر و تفسیر کا حق اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو عطا کیا تھا اور آپ ﷺ کے ہر قول و فعل کو حجت بنا دیا تھا.

اصول تفسیر عہد رسالت اور دور صحابہؓ میں:

قرآن مجید کے اوّلین مخاطب صحابہ کرامؓ خالص عرب تھے،عربی زبان کا بڑا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے .نازل ہونے والے قرآن کا ہر حصہ بخوبی سمجھتے تھے جب بھی قرآن کے فہم و ادراک میں دشواری محسوس ہوتی تھی تو مہبط قرآن سے دریافت کرتے تھے .اللہ تعالی نے حضور ﷺ پر کتاب مقدس قرآن مجید نازل فرما کر فضل عظیم سے نوازا اس لیے عہد رسالت میں علوم القرآن یا اصول تفسیر پر کسی تصنیف کی ضرورت نہ تھی .علاوہ ازیں حضور ﷺ نے ابتدائی دور میں قرآن کے علاوہ ہر چیز لکھنے سے منع فرما دیا تھا.آغاز اسلام میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا.

(لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحه وَحَدِّثُوْا عَنِّيْ فلا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ) (۱)

ترجمہ: مجھ سے سن کر کوئی بات مت لکھو جس نے قرآن کے سوا مجھ سے کوئی چیز لکھی ہو وہ اسے مٹا دے .البتہ مجھ سے سن کر حدیثیں بیان کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے .

آنحضرت ﷺ نے یہ حکم اس لیے فرمایا تھا تا کہ قرآن اور غیر قرآن آپس میں مل جل نہ جائیں باقی حضور ﷺ آیاتِ قرآنیہ کو تشریح و تفصیل کے ساتھ سمجھاتے تھے .اس لیے قرآن کے سب سے پہلے مفسر حضور ﷺ ہیں یعنی حضور ﷺ قرآن مجید کے مفسر و ترجمان تھے .

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے .

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ (۲)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ ﷺ اسے لوگوں کے لیے واضح کریں.

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے: ''فتفصّل لهم ما أجمل وتبين لهم ما أشكل '' (۳)

اے نبی ﷺ آپ لوگوں کے لیے اس کے مجملات کی تفصیل اور مشکلات کی وضاحت کریں۔

عہد رسالت میں تفسیر کا دائرہ محدود و مختصر تھا کیونکہ قرآن مجید صحابہ کرامؓ کے سامنے نازل ہو رہا تھا اور ان کے لیے زبان و بیان کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس لیے ان کو ہر آیت کی تفسیر کے لیے حضور ﷺ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، تاہم قرآن کریم کے فہم و ادراک میں انہیں بعض اوقات دشواری پیش آتی تھی ایسے مواقع پر صحابہ کرامؓ حضور ﷺ سے دریافت کیا کرتے تھے اور حضور ﷺ ان کے سامنے اس کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ مثال کے طور پر جب قرآن مجید کی یہ آیت:

﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾(۴)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔

نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ چونکہ ظلم کا مفہوم یہاں نہیں سمجھ سکے تو اس لیے یہ آیت ان پر بڑی شاق گزری اور انہوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: (یا رسول الله ﷺ وأینا لا یظلم نفسه)(۵) یعنی ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟ اس وقت حضور ﷺ نے صحابہؓ کے سامنے ظلم کا مفہوم بیان کیا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے نہ کہ وہ جو تم سمجھ رہے ہو اور قرآن سے اس کی مثال بھی دی:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾(۶)

شرک تو بڑا بھاری ظلم ہے

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت:

﴿وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾(۷)

اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔

نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتمؓ کو آیت کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہ آیا لہذا انہوں نے ایک سفید اور کالا دھاگہ لے لیا اور اس وقت تک اپنا کھانا پینا جاری رکھتے تھے جب تک کہ یہ دونوں دھاگے الگ الگ نمایاں ہو جائیں۔ حضور ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے آیت کا صحیح مفہوم ان کے سامنے بیان کیا کہ: (إنّما هی سواد اللیل و بیاض النّهار)(۸)

اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی سفیدی ہے۔

صحابہ کرامؓ اپنی عربیت کی بدولت قرآن کریم کے معانی کے فہم کے لیے کوئی خاص دشواری محسوس نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی مشکل پیش آتی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نبی پاک ﷺ کے فرمودات سے مدد حاصل کرتے۔ اس طرح درج بالا بحث سے ہم یہ

نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دور رسالت کے اصول تفسیر یہی دو امور ٹھہرے۔ کلام عرب کا ذوق اور فرمان نبوی (حدیث شریف).

مبادئ تفسیر صحابہ کرام کے عہد میں:

زرقانی صحابہ کرامؓ کے اصول تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ولکن الصّحابة وقتئذ كانوا عرباً خلّصاً ، متمتعين بجميع خصائص العروبة ومزاياها الكاملة من قوّة في الحافظة، وذكاء في القريحة ، وتذوّق للبيان، وتقدير للأساليب، ووزن لمايسمعون بأدق المعايير حتى أدركوا من علوم القرآن ومن اعجازه بسليقتهم وصفاء فطرتهم، ما لا نستطيع نحن أن ندركه مع زحمة العلوم ، وكثرة الفنون "(۹)

کیونکہ اس وقت صحابہ کرامؓ خالص عرب تھے، عربیت کے تمام خصوصیات و امتیازات کے حامل تھے مثلاً قوت حافظہ، فطرتی ذہانت، ذوق بیان، اُسلوب کی جانچ پڑتال، سنے ہوئے کلام کے معیار کا انتہائی گہرا جائزہ وغیرہ. یہاں تک کہ انہوں نے اپنے لغوی سلیقہ اور صاف فطرت کی بدولت علوم قرآن اور اس کے اعجاز کو معلوم کیا. جب کہ ہم باوجود علوم و فنون کی کثرت کے ان کو نہیں پا سکتے.

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں علوم القرآن براہ راست بالمشافہ اخذ و روایت کیے جاتے تھے. لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں صورت حال تبدیل ہوگئی. جس کے بارے میں زرقانی لکھتے ہیں:

" ثمّ جاءت خلافة عثمانؓ وقد اتسعت رُقعة الإسلام ، واختلط العرب الفاتحون بالأمم التى لا تعرف العربية ، وخيف أن تذوب خصائص العروبة من العرب من جراء هذا الفتح والاختلاط، بل خيف على القرآن نفسه أن يختلف المسلمون فيه إن لم يجتمعوا على مصحف إمام، فتكون فتنة في الأرض وفساد كبير. لهذا أمر رضي الله عنه أن يجمع القرآن في مصحف إمام ، وأن تنسخ منه مصاحف يبعث بها إلى أقطار الإسلام"(۱۰)

پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ آیا، اسلامی سرزمین وسعت اختیار کر گئی فاتح عرب اور غیر عربی قوموں میں آمیزش ہوگئی اور اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں ان پے درپے فتوحات و اختلاط کی وجہ سے عرب سے عربیت کے خصائص ختم نہ ہو جائیں. اس سے بڑھ کر خود قرآن مجید کے بارے میں بھی یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اگر مسلمان کسی ایک اصل نسخہ پر متفق نہ ہوئے تو کہیں ان میں اختلاف رونما نہ ہو جائے. کیونکہ اس صورت میں فتنہ اور بڑے فساد کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا. لہذا حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کرنے کا

حکم جاری فرمایا تا کہ بعدازاں اس سے دوسرے مصاحف نقل کر کے مختلف اسلامی علاقوں میں بھیجے جائیں.

نقول قرآن کا حکم دے کر حضرت عثمانؓ نے اس علم کی بنیاد رکھی. جس کو بعدازاں ''علم الرسم العثمانی'' کے نام سے موسوم کیا گیا.

حضرت علیؓ نے ابوالأسود الدؤلی (۶۹ھ.) کو نحو کے قواعد مرتب کرنے کا حکم دیا. اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے عربی زبان کا تحفظ کرتے ہوئے ''علم اعراب القرآن'' کی بنیاد کا فریضہ انجام دیا.

ابن ندیم لکھتے ہیں: ''اسلام میں جس طرح قرآن مجید سب سے پہلے کتابی صورت میں مرتب ہوا اسی طرح اسکے علوم پر بھی کام کا آغاز سب سے پہلے ہوا. چنانچہ پہلی صدی ہجری کے اوائل میں علوم قرآن میں سے فضائل قرآن پر کام ہوا. یہ موضوع جتنا اہم ہے قدرت نے اس کے لئے اتنی ہی اہم شخصیت کا انتخاب بھی کیا اور یہ کام سید القرّاء صحابی رسول ﷺ حضرت ابو المنذر ابی بن کعبؓ انصاری (م ۱۹ھ.) کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا. انہوں نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب فضائل القرآن لکھی. ان کی یہ تصنیف علوم قرآن پر عہد اسلامی کی غالباً سب سے پہلی تصنیف ہے.(۱۱)

علوم القرآن کی بنیاد رکھنے والے صحابہؓ :

قرآن فہمی میں درج ذیل صحابہ خاص اہمیت رکھتے تھے۔

خلفاء اربعہ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابی بن کعبؓ، ابوموسی اشعریؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ۔

ان میں سے بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مرتبہ اس علم میں بہت بلند تھا۔ آپؓ کے متعلق حضور ﷺ نے دعا فرمائی: (اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التأویل)(۱۲) اے اللہ تو ابن عباس کو دین میں تفقہ اور (قرآن مجید کی آیات کا) صحیح مصداق (مفہوم و مراد) سکھا دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ وہ زمین و آسمان کون سے ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا ہے:

﴿السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنَاهُمَا﴾ (۱۳)

ترجمہ: آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے جدا جدا کر دیا

ابن عمرؓ نے اس شخص کو خود کچھ جواب نہیں دیا بلکہ ارشاد فرمایا کہ: ''ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے اس کے متعلق دریافت کرو پھر مجھے بھی آ کر بتا جانا'' حضرت ابن عباسؓ کے پاس وہ شخص آیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ آسمان کا رتق تو یہ ہے کہ ان سے بارش نہیں ہوتی تھی، اور

زمینوں کا رتق یہ تھا کہ ان میں روئیدگی نہیں پائی جاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے فتق کر دیا تو آسمانوں سے بارش ہونے لگی اور زمینوں میں نباتات پیدا ہونے لگیں''

اسی طرح قرآن مجید کی آیت:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (۱۴)

ترجمہ: جب خدا کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی

کے متعلق صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپؓ کیا فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا میں وہی جانتا ہوں جو ابن عباسؓ جانتے ہیں (۱۵) حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ کی اس مفسرانہ شان کے اس قدر معترف تھے کہ جب کبھی انہیں قرآن مجید کے کسی لفظ میں اشکال پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کی طرف ہی رجوع کرتے۔

حضرت ابن عباسؓ اپنے شب و روز تعلیم و تعلم میں بسر کرتے تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث عموماً انصار کے پاس ہوتی تھیں میں حدیث کی جستجو میں کسی انصاری کے پاس آتا اور اس کو دروازے کے پاس سوتے ہوئے پاتا تو وہیں دروازے پر بیٹھ جاتا ہواؤں کے تھپیڑے مجھ کو پریشان کرتے تھے آخر کار بیدار ہونے کے بعد جب میں وہ روایت سن لیتا تو واپس چلا آتا تھا۔

اس انہماک و مشغولیت کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ کا امتیازی وصف لغت عرب میں مہارت تھی کہ آپؓ شعر جاہلیت، انساب اقوام اور تاریخ عرب سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب کبھی قرآن مجید کے کسی لفظ میں اشکال پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کی طرف ہی رجوع کرتے جیسا کہ ایک مرتبہ قرآن مجید کی سورۃ عبس میں لفظ ''أبًا'' کے متعلق چند صحابہؓ میں اختلاف ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا چلو ابن عباسؓ کے پاس چلیں وہ ہم سب سے زیادہ لغت عرب کے جاننے والے ہیں (۱۶)

''عن ابن عباس قال كنت لا أدرى ما ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ﴾ (۱۷) حتّى أتانى أعرابيّان يختصمان فى بئر فقال أحدهما أنا فطرتها يقول أنا ابتدأتها'' (۱۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ میرے علم میں نہیں تھا کہ آیت قرآنی ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ ایک بار دو أعرابی ایک کنویں کے بارے میں مجھ سے فیصلہ کروانے آئے ان میں سے ایک نے کہا ''أنا فطرتها'' یعنی اس کی ابتداء میں نے کی۔

عن قتادة قال قال ابن عباس: ما كنت أدرى ما قوله ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

بِالْحَقِّ﴾(۱۹)حتّی سمعت قول بنت یزن (تقال أفاتحك) تقول (تقال أخاصمك)(۲۰)

قتادہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾ (میں لفظ افْتَحْ) کا کیا مطلب ہے؟ یہاں تک کہ میں نے بنت ذی یزن کا یہ قول سنا کہ " تقال أفاتحك"یعنی کہا جاتا ہے کہ میں تم سے فیصلہ کرواؤں گی‘‘

حضرت عبداللہ بن عباسؓ لغوی استدلال کے لیے شعر عرب کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے جیسا کہ ان کا فرمان ہے:’’إذا تعاجم شیء من القرآن فانظروا فی الشعر فإن الشعر عربی‘‘(۲۱)

’’جب قرآن مجید میں تمہیں کوئی لغوی دشواری محسوس ہو تو شعر عرب میں اسے تلاش کرو کیونکہ شعر عربی زبان (کا دیوان یعنی معرفت کا بہترین ذریعہ) ہے‘‘

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:’’إذا سألتمونی عن غریب القرآن فالتمسوہ فی الشعر فإن الشعر دیوان العرب‘‘(۲۲)

’’جب تم مجھ سے قرآن کے کسی دشوار لفظ کے بارے میں پوچھو تو اس کو عربی اشعار میں تلاش کرلو کیونکہ شعر عرب کے دیوان کا درجہ رکھتا ہے‘‘

اس ضمن میں نافع بن ازرق کا واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ صحن کعبہ میں فروکش تھے اور لوگ ان سے تفسیر قرآن کے بارے میں سوال کر رہے تھے یہ دیکھ کر نافع بن ازرق خارجی نے نجدۃ بن عویمر سے کہا آؤ ہم بھی ان سے چند باتیں دریافت کریں لہذا نافع ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا:’’ہم آپ سے چند آیات کی تفسیر پوچھنا چاہتے ہیں آپ ان کی تفسیر کرتے ہوئے کلام عرب سے استشہاد کیجیے،فرمایا:’’جو چاہو پوچھو‘‘نافع نے کہا:’’آیت قرآنی:

﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾(۲۳)

اور دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہو کر جمع ہوتے جاتے ہیں

میں’’عزین‘‘ سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا دوستوں کے حلقے کو’’عزین‘‘ کہتے ہیں اور ابن عباس نے عبید بن الأبرص کا یہ شعر پڑھا:

فجاء وا یهرعون إلیه حتی یکونوا حول منبره عزینا

یعنی وہ اس کی طرف بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور اس کے منبر کے گرد حلقے بنا لیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے عہد میں اس سلسلہ میں جن امور کی طرف رجحان زیادہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) حدیث نبوی (۲) سبب نزول (۳) لغت (کلام عرب)

عہد تابعین اور علوم القرآن:

دور تابعین کے مشہور مفسرین میں علقمۃ، عمرو بن شرجیل، اسود بن یزید، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، شعب، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، اور اعمش شامل ہیں. تابعین میں سے جن حضرات نے تفسیر قرآن یا علوم قرآن کے کسی خاص موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کیں ان میں حضرت سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، محمد ابن کعب القرظي، عطاء بن أبي رباح، حسن بصری اور عکرمہ قابل ذکر ہیں. اس دور میں تفسیر قرآن اور اسکے علوم کے مختلف موضوعات پر تالیف کا پتہ چلتا ہے. مثلاً کسی نے ناسخ ومنسوخ، کسی نے وجوہ نظائر، کسی نے احکام القرآن اور کسی نے قرآن کے مشکل مقامات اور غریب الفاظ کی تشریح وتوضیح کی لئے قدم اٹھایا۔

عہد تبع تابعین اور علوم القرآن:

تبع تابعین میں امام مالک بن انسؒ، اسحاق بن راھویہ (۲۴)، روح بن عبادہ (۲۵)، ابوبکر بن شعبہ اور دوسرے بہت سے حضرات نے علوم القرآن پر توجہ کی. اس دور میں علم تفسیر، علم اسباب النزول، علم المکی والمدنی، علم الناسخ والمنسوخ اور علم غریب القرآن کی بنیاد رکھی گئی. یہ علوم چونکہ علوم القرآن کی اصل اور اساس تھے اس لیے انہیں دیگر علوم پر فوقیت رہی. اور اس دور میں مندرجہ ذیل حضرات نے اس شعبہ علمی میں تالیف وتصنیف کی خدمت انجام دی:

۱۔ شعبہ بن حجاج (م۱۶۰ھ.) (۲۶)، ۲۔ وکیع بن جراح (م۱۹۷ھ.) (۲۷)، ۳۔ سفیان بن عیینہ (م۱۹۸ھ.) (۲۸)

علوم القرآن پر اہم تصانیف:

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں علوم القرآن کے مختلف موضوعات پر درج ذیل تصانیف لکھی گئیں جن کا زیادہ تر تعلق فہم قرآن سے تھا۔

اعراب القرآن:

اس موضوع پر پہلی تصنیف شیخ ابوالأسود الدؤلی تابعی (۶۹ھ) نے کی (۲۹) امام لغت خلیل بن احمد دیلمی (م۱۷۰ھ.) نے نقط مصاحف پر قلم اٹھایا۔

اسباب النزول:

حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد و مولی حضرت عکرمہ مدنی (م ۱۰۷ھ) نے سب سے پہلے قرآن مجید کے اسباب نزول پر کتاب لکھی اور اس کتاب میں انہوں نے وہ جملہ معلومات جمع کر دیں جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنی تھیں۔(۳۰)

علم وجوہ ونظائر:

اس پر عکرمہ مولی ابن عباسؓ (۱۰۵ھ)، مقاتل بن سلیمان اور علی بن ابی طلحہ (۱۴۳ھ) کی تصانیف تھیں۔ یہ تینوں ہم عصر تھے۔(۳۱)

مقطوع موصول قرآن:

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں کبار تابعین اور قراء سبعہ میں سے قاضی دمشق عبداللہ ابن عامر دمشقی (م ۱۱۸ھ.) نے سب سے پہلے قرآن مجید کے مقطوع اور موصول پر کتاب تصنیف کی جو ''مقطوع القرآن وموصولہ'' کے نام سے موسوم ہے۔

غریب القرآن:

ابان بن تغلب بکری الکوفی (م ۱۴۱ھ.) جن سے امام مسلم اور ارباب سنن نے روایت کی ہے نے سب سے پہلے قرآن مجید کے غریب الفاظ کو جمع کیا اور غریب القرآن کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اس میں انہوں نے متعلقہ کلمہ قرآنی کی وضاحت کے لیے شعر سے استشہاد کیا ہے(۳۲)۔اسی طرح محمد بن السائب الکوفی (م ۱۴۶ھ.)(۳۳) اسی طرح مؤرج بن عمرو النحوی السدوسی البصری (م ۱۷۴ھ.)، علی بن حمزہ الکسائی (م ۱۸۹ھ.)(۳۴) اور ابوفید مرشد بن الحارث بن ثور بن علقمۃ بن عمرو بن سدوسی (م ۱۹۵ھ.) نے بھی غرائب القرآن پر کتابیں لکھیں۔(۳۵)

متشابہ القرآن:

اس موضوع پر پہلی تصنیف امام کسائی (م ۱۸۹ھ.) کی ہے جو'' البرهان في توجيه متشابه القرآن ''کے نام سے موسوم ہے(۳۶)

علم الناسخ والمنسوخ:

دوسری صدی ہجری میں مشہور مفسر اور فقیہ خراسان مقاتل بن سلیمان (م ۱۵۰ھ.) اور علامہ حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۷ھ.) نے قرآن کریم کے ناسخ ومنسوخ پر قلم اٹھایا اور کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' لکھی۔

علم القراءات:

اس موضوع پر سب سے پہلے ابوعمرو بن العلاء البصری (م ۱۵۴) نے کتاب القراءات تصنیف کی. ان کے ہم عصر ابان بن تغلب اور مقاتل بن سلیمان نے بھی کتاب القراءات لکھی۔(۳۷)

احکام القرآن:

احکام القرآن کے موضوع پر محمد بن سائب کلی (م ۱۴۶ھ.) نے سب سے پہلے کتاب احکام القرآن لکھی۔اس موضوع پر پہلا معتبر مصنف امام محمد بن ادریس الشافعی (م ۲۰۴ھ.) کو قرار دیا گیا ہے حافظ یحی بن آدم قرشی (م ۲۰۳ھ.) نے اس موضوع پر دو کتابیں تصنیف کیں ایک کا نام ''احکام القرآن'' اور دوسری" ایجاب التمسك بأحكام القرآن "کے نام سے موسوم ہے۔

فرق باطلہ کی تردید میں تصانیف:

محدث حرم حافظ ابومحمد سفیان بن عیینہ الکوفی (م ۱۹۸ھ.) نے سب سے پہلے فرق باطلہ کی تردید میں قلم اٹھایا اور کتاب ''جوابات القرآن'' تصنیف کی۔

نقط مصاحف:

پہلی صدی ہجری میں نقط مصاحف پر سب سے پہلے کبار تابعین میں سے بصرہ کے قاضی ابوالأسود الدؤلی (م ۶۹ھ.) نے ایک مختصر رسالہ لکھا جن سے ارباب سنن نے بھی روایت کیا۔

امام لغت خلیل بن احمد البصری (م ۱۷۰ھ.) نے قلم اٹھایا اور اس کے اسباب وعلل سے بحث کی۔امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی (م ۱۸۹ھ.) نے کتاب ''اختلاف مصاحف اہل مدینہ واھل کوفہ والبصرہ'' اور امام لغت فرّاء (م ۲۰۷ھ.) نے ''اختلاف اہل کوفہ والبصرۃ والشام في المصاحف'' ترتیب دی۔

محمد بن مستنیر قطرب بصری (۲۱۶ھ.) نے علم آیات محتملہ (اختلاف وتناقص پیدا کرنے والی آیات) پر کتاب لکھی۔

تیسری صدی ہجری اور علوم القرآن:

اس دور میں تفسیر بالمأثور کے ساتھ تفسیر بالرأي کا بھی آغاز ہوا بعض مفسرین نے پورے قرآن مجید کی تفسیر تحریر کی، بعض نے قرآن کے ایک حصہ کی، بعض نے ایک سورت کی، بعض نے صرف ایک آیت کی اور بعض علماء نے آیات الأحکام کی تفسیر رقم کی۔

النضر بن شمیل البصری (م ۲۰۳ھ.) اور محمد بن المستنیر قطرب نے غرائب القرآن پر کتابیں تحریر کیں قطرب نے اپنی کتاب کو

"مجاز القرآن" کا نام دیا۔(۳۸) فراء (کوفی نحویوں کے امام، متوفی ۲۰۷ھ.) نے معانی القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کے علاوہ علوم قرآنی پر ان کی دو کتابیں کتاب الجمع والتثنیۃ فی القرآن اور کتاب المصادر فی القرآن ہیں۔ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی (۲۱۰ھ.) نے مجاز القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی، ابو الحسن سعید بن مسعدہ بلخی اخفش الأوسط بلخی (۲۲۱ھ.) بنو مشاجع بن دارم کے مولی تھے نے معانی القرآن پر لکھا۔ ابو عبید قاسم بن سلام (۲۲۴ھ.) نے ناسخ ومنسوخ، القراآت اور فضائل قرآن پر ایک کتاب تحریر کی۔ اسی زمانہ میں امام بخاریؒ کے استاد علی بن مدینی (م۲۳۴ھ.)(۳۹) نے اسباب نزول کے فن پر سب سے پہلے کتاب لکھی (۴۰)۔ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن یحیی الیزیدی (م۲۳۷ھ.) جو کہ فراء کے شاگرد تھے نے غریب القرآن وتفسیرہ کے نام پر غرائب قرآنیہ پر ایک جامع کتاب تحریر کی۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن مجید کے تمام غریب الفاظ کو یکجا کر دیا۔ امام ابو عمرو حفص بن عمر (م۲۴۸ھ.) نے سب سے پہلے قراآت کو جمع کیا۔ شیخ ابو حاتم بن سجستانی (م۲۴۹ھ.) نے علم اختلاف المصاحف پر کتاب لکھی۔ اسی دور میں ابو عثمان عمرو الجاحظ بن بحر بن محبوب الکنانی (۱۶۰ھ-۲۵۵ھ.) نے ایک کتاب" نظم القرآن" لکھی (۴۱)۔ ابن قتیبہ (۲۱۳-۲۷۶ھ.)(۴۲) کی تاویل مشکل القرآن اور تفسیر غریب القرآن کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اسی طرح محمد بن ایوب الضریس (م۲۹۴ھ.) نے مکی و مدنی سورتوں کے بارے میں کتاب لکھی۔

امام لغت ابو العباس محمد بن یزید المبرد (۲۸۶ھ.)(۴۳) "ما اتفقت الفاظه و اختلف معانيه من القرآن" کے نام سے قرآن مجید کے مشترک الفاظ پر ایک کتاب لکھی۔ ابو علی احمد بن جعفر الدینوری (۲۸۹ھ.) نے سب سے پہلے ضمائر القرآن پر لکھا۔

چوتھی صدی ہجری اور علوم القرآن:

چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں محمد بن یزید الواسطی (۳۰۷ھ.)(۴۴) نے اعجاز کے مستقل عنوان سے اپنی کتاب اعجاز القرآن پیش کی جو غالباً جاحظ کی کتاب نظم القرآن کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی۔(۴۵)

علوم القرآن کے موضوع اور مباحث پر یکجا بحث کا آغاز اسی زمانہ میں ہوا اور قرآن مجید کے مختلف علوم وفنون پر کتب لکھی گئیں سب سے پہلے علامہ ابوبکر محمد خلف الحوّلی التوفی (۳۰۹ھ.) نے علوم قرآن پر ۱۲۷ اجزاء میں "الحاوی في علوم القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ تیسری صدی ہجری میں ابن جریر طبری (م۳۱۰ھ.) کا نام قابل ذکر ہے ان کی تفسیر اجل التفاسیر ہے۔ یہ تفسیر روایات صحیح، اعراب واستنباط، قیمتی آراء وافکار کا گنجینہ ہے ابن جریر طبریؒ (۳۱۰ھ.) نے اپنی اس تفسیر کے مقدمہ میں اصول تفسیر اور علوم القرآن پر بحث کی ہے۔

ابراہیم بن السّری ابن سہل الزجاج (۳۱۱ھ.)(۴۶) نے معانی القرآن واعرابہ کے نام سے کتاب لکھی۔ابوبکر محمد بن الحسن المعروف بابن درید اللغوی (م ۳۲۱ھ.) نے غریب القرآن پر ایک کتاب رقم کی۔لیکن وہ مکمل نہ ہوسکی۔علم التاویل پر شیخ محمد بن محمد اصفہانی (۳۲۲ھ.) نے سب سے پہلے لکھا۔ابوبکر محمد بن قاسم الانباری (م ۳۲۸ھ.) نے ''عجائب القرآن'' تصنیف کی.اس کتاب کا موضوع فضائل القرآن اوراس کا سات حروف پر نازل ہونا ہے.اس کتاب میں مصاحف کی کتابت،آیات وکلمات اورسورتوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے.محمد بن عُزیز السجستانی (م ۳۳۰ھ.) نے نزہۃ القلوب کے نام سے غرائب القرآن کے موضوع پر اپنی کاوش پیش کی۔

ابوجعفر النحاس (۳۳۸ھ.) نے اعراب القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ابوالحسن الأشعری نے" المختزن في علوم القرآن " تصنیف کی۔علم بدائع یعنی مجاز،ارداف اور تمثیل وغیرہ پر سب سے پہلے شیخ ابومحمد قاسم ابن اصبغ قرطبی (۳۴۰ھ) نے کتاب لکھی۔ ابوبکر احمد بن کامل (م ۳۵۰ھ.) نے غریب القرآن پر ایک کتاب لکھی (۴۷)

ابومحمد القصّاب محمد بن علی کرخی (م ۳۶۰ھ.) نے" نکت القرآن " کے نام سے اورمحمد بن علی اوفوی (۳۸۸ھ.) نے "الاستغناء في علوم القرآن " کے نام سے بیس جلدوں میں کتاب تحریر کی۔علاوہ ازیں اعجاز القرآن مصنفہ خطابی (۳۸۸ھ.) بھی اسی صدی کی تصنیف ہے۔

چوتھی صدی کے آخر میں ''علم المناسبۃ'' پر سب سے پہلے ابوالفرح احمد بن مقری ہمدانی (۴۰۰ھ.) نے ایک کتاب لکھی (۴۸).

پانچویں صدی ہجری اورعلوم القرآن:

شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن فطیس معروف ابن مطرف اندلسی (م ۴۰۲ھ.) نے اسباب نزول پر ایک کتاب لکھی.علامہ محمد بن طیب بن جعفر باقلانی (۳۳۸ھ.۴۰۳ھ.) نے اعجاز القرآن کے نام سے کتاب لکھی جس میں انہوں نے قرآن مجید کی آیتوں میں ربط کو خصوصی طور پر لیا۔أبوعبید الہروی أحمد بن محمد (م ۴۰۴ھ.) کتاب الغریبین کے نام سے غریب القرآن پر کام کیا (۴۹)۔شیخ ابوعبدالرحمٰن بن محمد بن حسین السلمی نیشاپورشافعی (م ۴۰۶ھ.) نے امثال القرآن لکھی (۵۰) قاضی عبدالجبار اسدآبادی (۳۵۹ھ.۴۱۵ھ.) نے علوم قرآن کے سلسلے میں نظم کو باقاعدہ فن کی شکل عطا کی۔سبب نزول پر ابوالحسین علی بن احمد الواحدی (۴۲۷ھ.) کی کتاب بہت مشہور ہے۔علی بن ابراہیم بن سعید الحوفی (۴۳۰ھ.) نے " البرهان في علوم القرآن " اور ''اعراب القرآن'' کے نام سے دو کتابیں تحریر کیں.ابوعمرو الدانی (م ۴۴۴ھ.) نے " التيسير في القراءات السبع'' اور " المحكم في النقط " کے نام سے دو کتابیں لکھیں.امام علی بن احمد بن محمد ابوالحسن الواحدی نیشاپوری (م ۴۶۸ھ.) نے اسباب نزول پر کتاب لکھی.ابونصر محمد بن احمد بن علی المرزوی الکرکانجی (۴۸۴ھ.) نے

علوم القرآن پر التذکرۃ لأہل التبصرۃ اور الموؤل لکھی۔ شیخ عبدالباقی بن محمد بن حسین المعروف ابن باقیا (۴۸۵ھ.) نے "جمان في تشبيهات القرآن " لکھی (۵۱).

چھٹی صدی ہجری اور علوم القرآن:

ابوالقاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الأصفہانی (م ب ۵۰۲ھ.) نے المفردات فی غریب القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکفرطالی (م ۵۰۳ھ.) نے بھی غرائب القرآن پر ایک کتاب لکھی (۵۲)

چھٹی صدی ہجری میں حسین بن مسعود بغوی (۴۳۳ھ۔۵۱۶ھ.) نے معالم التنزیل کے نام سے ایک تفسیر لکھی اور انہوں نے اس تفسیر میں قرآنی آیات کے درمیان مطابقت بھی بیان کی۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم نجم الدین بن محمد حنبلی (م ۵۳۷ھ.) نے علم قواعد تفسیر پر ایک کتاب لکھی۔ (۵۳).

چھٹی صدی کے نصف اول میں امام جاراللہ زمخشری (۵۲۸ھ.) نے ادبی انداز میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی جس نے علم نظم و مناسبت کے ادبی و بلاغتی رجحان کو مزید ترقی دی اور مناسبات آیات کو بلاغت قرآن کا جزو قرار دیا اور اس کے مخفی پہلوؤں کو اپنی تفسیر الکشاف میں بیان کیا۔

ابومحمد عبدالرحمٰن بن عبدالمنعم الخزرجی (م ۵۶۴ھ.) نے غریب القرآن پر ایک کتاب لکھی (۵۴)

ابن الأنباری (۵۷۷ھ.) نے البیان فی غریب اعراب القرآن کے نام سے لکھا۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ احمد سہیلی (م ۵۸۱ھ.) نے " مبهمات القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی (۵۵)۔

شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن شعیب مازندرانی (م ۵۸۸ھ.) نے اسباب نزول پر ایک کتاب لکھی (۵۶)۔

ابن سمین (ابوالمعالی احمد بن علی البغدادی الحلبی، المتوفی ۵۹۶ھ.) نے مفردات القرآن کے نام سے اور ابوالفرج بن الجوزی (جن کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا ہے م ۵۹۷ھ.) نے "الأريب بما فی القرآن من الغريب "کے نام سے غرائب القرآن پر کتابیں لکھیں۔ اس کے علاوہ علامہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ.) نے علوم قرآن پر " فنون الأفنان في علوم القرآن "بھی تصنیف کی (۵۷)۔ اس کتاب میں بلاشبہ وہ تنوع اور جامعیت نہیں ہے لیکن اس میں اختصار کے باوجود بعض اہم مباحث کو نظرانداز نہیں کیا گیا (۵۸)

ساتویں صدی ہجری اور علوم القرآن:

اس صدی میں قرآن مجید سے متعلق نئے علوم متعارف ہوئے۔ ان میں بدائع القرآن، حجج القرآن، اَقسام القرآن، اور امثال القرآن، زیادہ معروف ہوئے۔ ان علوم کی غرض وغایت جزئیات قرآن کا احاطہ کرنا تھا۔ اس لیے علوم القرآن کا جدید علم وضع کر کے جملہ علوم وفنون کو اس میں سمو دیا گیا۔

شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی (۶۳۸ھ۔) نے علم اسرار الحروف پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام "المبادئ والغايات في أسرار الحروف والمكنونات" رکھا۔(۵۹)۔

علم الدین سخاوی (م۶۴۱ھ۔) نے جمال القراء اور کمال الأقراء کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ ابن أبي الأصبع المصری (۶۵۴ھ۔)(۶۰) نے بدیع القرآن لکھی۔ شیخ الإسلام امام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام (۶۶۰ھ۔) جو العزّ کے نام سے معروف تھے انہوں نے مجاز القرآن کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ اسی طرح علم حقیقت ومجاز پر پہلی مرتبہ شیخ عز الدین بن عبدالسلام (م۶۶۰ھ۔) نے کتاب لکھی (۶۱) حافظ العصر شہاب الدین ابو شامہ عبدالرحمٰن مقدسی (م ۶۶۵ھ۔) نے علوم القرآن پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "المرشد الوجيز في ما يتعلق بالقرآن العزيز" رکھا۔

آٹھویں صدی ہجری اور علوم القرآن:

علاء الدین علی بن عثمان الترکمانی (م۷۰۵ھ۔) نے غریب القرآن پر کتاب رقم کی (۶۲)

آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی (۶۲۷ھ۔۷۰۸ھ۔)(۶۳) نے "البرهان في تناسب سور القرآن" کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ یہ سور قرآن کے باہمی ربط پر ایک اہم کتاب ہے۔ اسی زمانے میں شیخ نجم الدین بن سلیمان بن عبدالقوی الحنبلی الطوفی (۷۱۰ھ۔) نے الإكسير في قواعد التفسير کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی (۶۴)۔ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری (۷۳۲ھ۔) نے "مختصر اسباب النزول" لکھی (۶۵)۔

امام یحیٰ بن حمزہ العلوی (۷۴۹ھ۔) علماء بلاغت میں بے مثل عالم ہوئے ہیں انہوں نے اپنی کتاب "الطراز المتضمن لأسرار البلاغة وعلوم حقائق الاعجاز" میں علماء متقدمین کے مباحث سے متعلقہ اعجاز القرآن کو جمع کر دیا۔

امام ابن قیم (۷۵۱ھ۔) الفوائد المشوق إلی علوم القرآن وعلم البیان لکھی۔ جو اس موضوع پر منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ بدرالدین زرکشی (۷۹۴ھ۔) نے علوم القرآن اور اصول تفسیر پر "البرهان في علوم القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کتاب میں

۴۷انواع علوم قرآن سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر نہایت کامیاب تالیف ہے اور جلال الدین سیوطیؒ کی ''الاتقان في علوم القرآن'' کی اساس بدرالدین زرکشی کی یہی کتاب ہے۔

نویں صدی ہجری اور علوم القرآن:

نظم الدین عبدالرحمٰن بن الحسین العراقی (۸۰۶ھ.) نے غریب القرآن کے نام پر لکھا (۶۶)

علامہ ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (۸۳۳ھ.) نے ''کتاب النشر فی القراءات العشر'' لکھی۔ جلال الدین بلقینی (۸۴۴ھ.) فقہ واصول عربیت، تفسیر اور معانی و بیان کے علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ جلال الدین بلقینی نے ''مواقع العلوم من مواقع النجوم'' تحریر کی۔ محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود محي الدين ابوعبداللہ کافیجی (۸۷۹ھ.) جلال الدین سیوطیؒ کے استاد تھے اور سیوطی چودہ سال آپکی صحبت میں رہے۔ انہوں نے علوم القرآن پر ایک کتاب لکھی تھی۔

ابن عادل دمشقی (۸۸۰ھ.) اللباب فی علوم الکتاب لکھی جو ۱۹۹۸ء میں بیروت سے چھپی۔ امام برھان الدین بن عمر البقاعی (۸۸۵ھ.) (۶۷) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''نظم الدرر في تناسب الآي والسّور'' ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف پر ۱۴سال صرف کیے۔ یہ کتاب اسرار قرآن کا محیر العقول خزانہ ہے۔ اس کتاب میں ربط آیات پر خصوصی بحث کی گئی ہے۔

دسویں صدی ہجری اور علوم القرآن:

علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ.) نے اصول تفسیر اور علوم القرآن کے حوالہ سے بہت کام کیا اور انہوں نے اپنے عہد تک ہونے والے تمام کام کو اپنی کتب میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ علوم القرآن پر ان کی درج ذیل کتب معروف ہیں:

١. اسرار التنزيل

٢. تناسق الدرر في تناسب السور. (ترتيب سور القرآن)

٣. الاتقان في علوم القرآن .

٤. قطف الأزهار في كشف الأسرار

٥. الدر المنثور في التفسير بالمأثور

٦. مراصد المطالع في تناسب المقاطع و المطالع .

۷. التحبير في علوم التفسير .

۸. معترك الأقران فی إعجاز القرآن

۹. لباب النقول فی أسباب النزول

نظام الدین حسن بن محمد خراسانی نیشاپوری (۹۲۸ھ.) نے غرائب القرآن ورغائب الفرقان کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس میں آیتوں کے باہمی ربط کا اہتمام کیا گیا۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ.) نے " الجواهر المصون والسّر المرقوم "لکھی جس میں قرآن مجید کے تین ہزار علوم کو بیان کیا اوران پر تبصرہ بھی کیا (۶۸).

گیارھویں صدی ہجری سے دور حاضر تک علوم القرآن:

اس صدی میں شیخ منور بن عبدالحمید لاہوری (۱۰۱۱ھ.) نے نظم قرآن پر ''الدُّرّ النظيم '' کے نام سے کتاب لکھی اوراس کتاب میں انہوں نے قرآنی آیات کے باہمی ربط پر بات کی ہے.

محدث ابن عقیلہ جمال الدّین محمد بن احمد مکی (م۱۱۵۰ھ.) نے علوم القرآن پر کام کیا اور''الاحسان في علوم القرآن'' لکھی جس سے سید مرتضٰے زبیدی نے تاج العروس میں استفادہ کیا.(۶۹) اسی زمانہ میں شیخ محمد آفندی ادمیری (م۱۱۶۰ھ.) نے اس موضوع پر "بدائع البرهان في علوم القرآن " لکھی.(۷۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''مقدمہ تفسیر حقانی البیان فی علوم القرآن لکھا،جس میں اصول تفسیر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

برصغیر پاک وہند کے عظیم محقق امام الہند ابوالفیاض، قطب الدین المعروف شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ.) کو اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کی وہ دولت عطا کی تھی جو کم ہی خوش بختوں کو دی گئی.آپ نے اپنی نادرالوجود تصنیف ''الفوز الكبير في اصول التفسير''،لکھی اوراس میں اصول تفسیر کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے.یہ کتاب قرآن فہمی کے لئے کنجی کی حیثیت رکھتی ہے.. الفوز الکبیر مختصر ہونے کے باوجود نکات علمیہ سے بھرپور ایک مکمل رسالہ ہے.برصغیر میں اصول تفسیر کے موضوع پر اگرچہ کوئی مفصل کتاب نہیں ملتی تاہم عام طور پر مفسرین تفاسیر کے مقدمہ میں اپنی تفسیر کے منہج اوراصول تفسیر لکھ دیتے ہیں.

چودھویں صدی ہجری میں مولانا معین الدین کاظمی کڑوی (۱۳۰۴ھ.) نے ''جلآء الأذهان في علوم القرآن'' لکھی جو تمام تر

''الفوز الکبیر'' اور الاتقان سے ماخوذ ہے۔اس کتاب میں ایک جدت اور خوبی یہ ہے کہ موصوف نے آخر میں ہر سورۃ کا نام' مکی مدنی کی تفصیل، کلمات کا شمار، نقشہ اور جدول میں سمجھایا ہے۔

''الاکسیر في أصول التفسیر '' کے نام سے نواب صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ۔۱۳۰۷ھ۔)(۷۱) نے اپنی عربی تفسیر فتح البیان في مقاصد القرآن کا مقدمہ فارسی میں لکھا۔اس مقدمے میں بھی اصول تفسیر لکھے گئے ہیں جو الفوز الکبیر سے مأخوذ ہیں (۷۲)

شیخ جمال الدین القاسمی (۱۳۲۲ھ۔) نے محاسن التأویل کے نام سے تفسیر لکھی جس کا پہلا جزء اصول تفسیر پر ہے۔

مولانا حمید الدّین فراہی (۱۳۴۹ھ۔) جو نظم قرآن کے ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں، نے بھی علوم قرآن پر کام کیا۔اگرچہ ان کا سارا زور نظم قرآن پر صرف ہوا۔آپ نے تفسیر نظام القرآن، دلائل النظام، أسالیب القرآن، مفردات القرآن، حجج القرآن اور تشکیل في أصول التأویل وتأویل الفرقان بالفرقان، أقسام القرآن تحریر فرمائیں۔

شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیریؒ (م۱۳۵۴ھ۔) نے مناسبات کی بعض دقیق اور مشکل وجوہ فواصل تلاش کیں اور اہم نکات کا اضافہ کیا۔ابن العربی اور امام رازی کی طرح آپ قرآن کے مفردات، ترتیب، ترکیب، اور حقائق و مقاصد سب ہی وجوہ سے قرآن مجید کے اعجاز کے قائل ہیں (۷۳) آپ نے مشکلات القرآن تحریر فرمائی جسے بعد ازاں آپ کے شاگرد مولانا محمد یوسف بنوری نے کچھ اضافہ کے ساتھ یتیمة البیان لمشکلات القرآن کے نام سے ترتیب دیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ۔) نے نظم قرآن پر اردو زبان میں سبیل النجاح اور عربی میں سبق الغایات في نسق الآیات کے عنوان سے دو رسالے تحریر فرمائے اور سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک الگ الگ فصلوں میں ارتباط آیات پر گفتگو کی۔

مولانا حسین علی نے (۱۳۶۲ھ۔)''بلغة الحیران في ربط آیات القرآن '' تصنیف کی۔مولانا محمد طاہر مصنف'' سمط الدرر في ربط الآیات والسور و خلاصتها المختصر لمن أراد أن یتذکر أو یتدبّر ''اور مولانا عبد السّلام بن عبد الرّؤف مصنف''تنشیط الأذهان ومقدمة التبیان في أصول تفسیر القرآن'' قابل ذکر ہیں۔

شیخ طاہر الجزائری نے''التبیان لبعض المباحث المتعلقه بالقرآن ''تحریر کی۔شیخ محمد جمال الدین القاسمی نے''محاسن التأویل ''رقم کی۔شیخ محمد عبد العظیم زرقانی نے'' مناهل العرفان في علوم القرآن ''تصنیف کی۔شیخ محمد علی سلامہ نے'' منهج الفرقان في علوم القرآن ''لکھی۔شیخ طنطاوی جوہری نے'' الجواهر في تفسیر القرآن لکھی۔مصطفیٰ صادق الرافعی نے''اعجاز القرآن ''لکھی۔

پروفیسر سید قطب شہید نے''التصویر الفنّی في القرآن اورفي ظلال القرآن'' جیسی گراں مایہ کتب

تصنیف کیں.

شیخ مالک بن نبی نے ''الظاهرة القرآنية'' تحریر کی یہ کتاب وحی سے متعلق قیمتی مباحث کا مجموعہ ہے. سید محمد رشید رضا نے بھی علوم القرآن اور اصول تفسیر کے بارے میں اپنی تفسیر میں عمدہ بحثیں کی ہیں.

ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز (م ۱۹۵۸ء.) نے'' النبأ العظیم ''اور نظرات جديده في القرآن'' مرتب کی. استاد محمد غزالی نے'' نظرات في القرآن ''لکھی. پروفیسر محمد مبارک پرنسپل شریعت کالج دمشق یونیورسٹی نے'' المنهل الخالد '' تحریر کی محمد الخضر حسین نے بلاغۃ القرآن اور صبحی صالح نے مباحث في علوم القرآن جیسی کتب تصنیف کیں.

پروفیسر مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے فہم قرآن پر کتاب لکھی۔۔ مولانا عبداللہ بہلوی نے تفسیر بہلوی کے نام سے تفسیر لکھی جس میں اصول تفسیر کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔

علامہ محمود صافی (م ۱۹۸۵ء.) شام کے ایک عالم استاد تھے نے الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں پورے قرآن کی اعرابی، صرفی اور علم بلاغت کے حوالے سے توضیح کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صبحی صالح نے بھی'' مباحث فی علوم القرآن'' کے نام سے علوم قرآنیہ پر ایک کتاب مرتب کی۔

مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷ء.) نے اپنی تفسیر تدبر قرآن میں تفصیل سے اصول تفسیر کا ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ انہوں نے مبادئ تدبر قرآن اور اصول فہم قرآن کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۹۹) نے مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی کے نام سے کتاب لکھی۔

جسٹس محمد تقی عثمانی اور مولانا گوہر رحمٰن نے علوم القرآن کے نام سے کتابیں لکھیں. قاضی محمد زاہد الحسینی نے معارف القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اصول تفسیر کے موضوع پر بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔

ڈاکٹر محمد عنایت اللہ اسد سبحانی نے'' امعان النظر فی نظام الآی والسور ''کے نام سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا علاوہ ازیں موصوف نے پی ایچ ڈی کے لیے امام برہان الدین بقاعی کی تفسیر'' نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور ''میں سے پہلی تین سورتوں سورۃ فاتحہ، سورۃ بقرۃ اور سورۃ آل عمران کے اسلوب کا تنقیدی جائزہ لیا ہے یہ مقالہ(البرهان فی نظام القرآن)کے نام سے ڈاکٹر محمد ادیب الصالح اور مولانا ابوالحسن ندویؒ کے مقدمہ سمیت شائع ہو چکا ہے(۷۴)

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی نے قرآن کریم میں نظم ومناسبت کے نام سے کتاب تحریر کی۔ حضرت مولانا ابونصر منظور احمد شاہ

صاحب نے علم القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے علوم القرآن کے نام سے ایک کتاب رقم کی۔

الغرض چونکہ صحابہ کرام خالص عرب تھے اور قرآن مجید بھی انہی کی زبان میں اترا تھا اس لئے وہ قرآن کا ہر حصہ بخوبی سمجھتے تھے تاہم جب بھی قرآن مجید کے فہم وادراک میں کسی قسم کی دشواری محسوس کرتے تو نبی پاک ﷺ سے معلوم کرلیا کرتے تھے۔بعدازاں جوں جوں زمانہ گزرتا گیا صحابہ کرامؓ اور قرآن کا فہم رکھنے والے لوگ بھی اس دنیا سے جانے لگے تو قرآن کا فہم اہل عرب اور خصوصاً اہل عجم کے لئے مشکل ہوتا گیا اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ ایسے اصول وضوابط مدون کئے جائیں جو فہم قرآن میں معاون ہوں۔اس سلسلہ میں ابتدائی دور سے ہی علماء ومفسرین نے اپنے اپنے ذوق اور علم کے مطابق ایسی تصنیفات وتالیفات کا کام شروع کیا جن میں اصول تفسیر یا مبادئ تفسیر کی نشان دہی کی گئی۔یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)الترمذي: أبواب العلم:۲/ ۳۳۸.

(۲)النّحل: ۴۴.

(۳)ابن کثیر:۲/۵۷۲

(۴)انعام:۸۲

(۵) بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ لقمان۲/۷۰۴

(۶)لقمان:۱۳

(۷)البقرۃ:۱۸۷

(۸)صحیح بخاری، کتاب التفسیر :۲/ ۶۴۷

(۹) زرقانی، مناهل العرفان في علوم القرآن:۱/ ۲۷.

(۱۰)م.ن:۱/ ۲۷، ۲۸.

(۱۱) الفہرست لابن الندیم: ۵۵

(۱۲)اتقان۴/۲۳۴

(۱۳) أنبیاء:۳۰

(۱۴)نصر:۱

(۱۵)سیوطی: اتقان:۲/۲۳۴، ۲۳۵

(۱۶)سیوطی: اتقان:۲/۴

(۱۷)فاطر:۱

(۱۸) سیوطی:الاتقان فی علوم القرآن:۲/۴

(۱۹) أعراف:۸۹

(۲۰)سیوطی: الاتقان۲/۴، ۵

(۲۱)تفسیر الطبری:۱۷/۱۴۳

(۲۲)تفسیر القرطبی:۱/۲۴

(۲۳)معارج:۳۷

(۲۴)اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی التمیمی (۱۶۱ھ۔۔۲۳۸ھ.) خراسان کے عالم تھے نیشاپور میں وفات پائی (الأعلام:۱/۲۹۲)

(۲۵)روح بن عبادہ بن العلاء القیسی ابومحمد، بصرہ کے محدّث تھے۔۲۰۵ھ.میں وفات پائی (الأعلام:۳/۳۴)

(۲۶)بصرہ کے عظیم محدث تھے، انہوں نے امام مالک کو دیکھا اور چار سو تابعین سے حدیثیں سنیں

(۲۷) یہ قیس عیلان کے قبیلہ سے تھے عراق میں محدث تھے، کوفہ میں پیدا ہوئے، فید میں ۱۹۷ھ میں وفات پائی، اورانہوں نے تفسیر القرآن لکھی (الأ علام: ۸/ ۱۱۷)

(۲۸) تفسیر وحدیث میں اہل حجاز کے استاد تھے، (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۴۲)

(۲۹) صارم، عبدالصمدالأ زہری، تاریخ التفسیر: ۱۴۵۔

(۳۰) ابن ندیم، الفہرست: ۵۷۔

(۳۱) صارم، عبدالصمدالأ زہری: تاریخ التفسیر: ۱۳۹۔

(۳۲) صقر، السید احمد: (مقدمہ) تفسیر غریب القرآن لابن قتیبۃ

(۳۳) محمد بن سائب بن بشر بن عمرو ابن الحارث الکلبی کوفہ کے تفسیری عالم تھے کوفہ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں ہی ۱۴۶ھ میں وفات پائی (الأ علام: ۶/ ۱۳۳)۔

(۳۴) علی بن حمزہ بن عبداللہ الکسائی لغت، نحواور قراءت کے امام تھے، کوفہ کی ایک بستی میں پیدا ہوئے اور رائے میں ۱۸۹ھ میں وفات پائی (الأ علام: ۴/۲۸۳)

(۳۵) الیزیدی، أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک: غریب القرآن وتفسیرہ (مقدمہ ص ۱۱، ۱۲)، بتحقیق: سلیم الحاج

(۳۶) صارم، عبدالصمدالأ زہری: تاریخ التفسیر: ۱۴۱

(۳۷) ابن ندیم، الفہرست: ۲۵۴، ۳۰۸۔

(۳۸) الیزیدی، أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک: غریب القرآن وتفسیرہ (مقدمہ ص ۱۱، ۱۲)، بتحقیق: سلیم الحاج

(۳۹) علی بن عبداللہ بن جعفر السعدی المدینی البصری، محدث اور مؤرخ تھے بصرہ میں پیدا ہوئے اور سامراء میں ۲۳۴ھ میں وفات پائی (الأ علام: ۴/۳۰۳)

(۴۰) چلپی، حاجی خلیفہ: کشف الظنون ۱/ ۶۷

(۴۱) شوقی ضیف، ڈاکٹر، البلاغۃ التطوّر والتاریخ: ۵۸۔

(۴۲) ائمہ ادب میں سے تھے، بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی ۲۷۶ھ میں وفات پائی (الأ علام: ۴/ ۱۳۷)

(۴۳) اپنے زمانے میں عربی کے امام تھے، بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں فوت ہوئے (الأ علام: ۷/ ۱۴۴)

(۴۴) معتزلی تھے اور علم کلام کے بڑے عالم تھے، بغداد میں فوت ہوئے (الأ علام: ۶/ ۱۳۲)

(۴۵) صبحی صالح، ڈاکٹر: مباحث في علوم القرآن: ۳۶۔

(۴۶) نحواور لغت کے عالم تھے بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں فوت ہوئے (الأ علام: ۱/ ۴۰)

(۴۷) الیزیدی، أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک: غریب القرآن وتفسیرہ (مقدمہ)، بتحقیق: سلیم الحاج

(۴۸) صارم، عبدالصمدالأ زہری، تاریخ التفسیر: ۱۴۱۔

(۴۹) الیزیدی، أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک: غریب القرآن وتفسیرہ (مقدمہ ص ۱۲)، بتحقیق: سلیم الحاج

(۵۰)صارم،عبدالصمدالأزہری،تاریخ التفسیر:۱۴۴.

(۵۱)صارم،عبدالصمدالأزہری،تاریخ التفسیر:۱۴۴.

(۵۲) الیزیدی،أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک:غریب القرآن وتفسیرہ(مقدمہ ص ۱۳)، بتحقیق:سلیم الحاج

(۵۳)م ن:۱۴۶.

(۵۴) الیزیدی،أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک:غریب القرآن وتفسیرہ(مقدمہ ص ۱۳)، بتحقیق:سلیم الحاج

(۵۵) صبحی صالح،ڈاکٹر:مباحث في علوم القرآن:۱۲۲.

(۵۶)صارم،عبدالصمدالأزہری،تاریخ التفسیر:۶۳.

(۵۷)الزرقانی،محمد عبدالعظیم:مناہل العرفان فی علوم القرآن:۱/۳۲(اس کتاب کا فوٹوسنٹرل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کراچی میں موجود ہے۔)

(۵۸)اردودائرہ معارف اسلامیہ،یونیورسٹی آف پنجاب لاہور،۱/۱۶:ص ۵۵۶.

(۵۹)صارم،عبدالصمدالأزہری،تاریخ التفسیر:۱۴۵.

(۶۰) عبدالعظیم بن عبدالواحد بن ظافر ابن ابی الأصبع شاعراورادیب تھے مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔(الأعلام:۴/۳۰)

(۶۱)صارم،عبدالصمدالأزہری،تاریخ التفسیر:۱۴۴.

(۶۲) الیزیدی،أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک:غریب القرآن وتفسیرہ(مقدمہ ص ۱۳)، بتحقیق:سلیم الحاج

(۶۳) اندلس کے مقام جیان میں پیدا ہوئے اورغرناطہ میں فوت ہوئے:الأعلام:۱/۸۶.

(۶۴)حاجی خلیفہ،کشف الظنون:۱/۱۴۳.

(۶۵)صارم،عبدالصمدالأزہری،تاریخ التفسیر:۷۱.

(۶۶) الیزیدی،أبوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحی بن مبارک:غریب القرآن وتفسیرہ(مقدمہ ص ۱۳)، بتحقیق:سلیم الحاج

(۶۷) مؤرخ اورادیب تھے،دمشق میں فوت ہوئے(الأعلام:۱/۵۶)

(۶۸)حاجی خلیفہ،کشف الظنون:۱/۶۱۹.

(۶۹)الزبیدی،مرتضی الحسینی،تاج العروس:مقدمہ ج ا ص ۴.

(۷۰)اسماعیل پاشا،ایضاح المکنون في الذیل علی کشف الظنون:۱/۱۷۰.

(۷۱)قنوج ہند میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی(الأعلام:۶/۱۶۷،۱۶۸)

(۷۲)اردودائرہ معارف اسلامیہ،یونیورسٹی آف پنجاب لاہور،۱/۱۶:ص ۵۵۸.

(۷۳)بنوری،محمد یوسف،یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن:۲۷.

(۷۴)دارالکتب۔قصہ خوانی پشاور،(۱۹۹۴ھ.)

خلاصۃ الباب

۱)اصول کے معنی قواعد وضوابط اور تفسیر کے معنی کھولنا، ظاہر کرنا، پردہ اٹھانا اور بیان کرنے کے ہیں

۲)وہ علوم جو آیات قرآنیہ کے فہم ادراک اور کلام خدا کے معانی کو سمجھنے کے لئے سیکھے جاتے ہیں انہیں اصول تفسیر کہا جاتا ہے۔

۳) علوم القرآن اور اصول تفسیر پر بعض علماء نے الگ الگ کتب تحریر کی ہیں جب کہ بعض علماء نے اپنی تفاسیر کے مقدمات میں ذاتی ذوق کے مطابق اصول تفسیر تحریر کئے ہیں۔

۴) فہم قرآن کے لئے اصول تفسیر سے معرفت ناگزیر ہے۔

۵)اہم اصول تفسیر حسب ذیل ہیں:

(۱)علم تجوید وقراءت (۲)نظم قرآن (۳)علم اسباب النزول (۴)مکی ومدنی کی معرفت (۵)علم ناسخ ومنسوخ (۶) علم المحکم والمتشابہ (۷)علم حدیث (۸)اقوال صحابہ (۹)علم فقہ واصول فقہ (۱۰) کلام عرب (۱۱)علم لغت (۱۲)علم نحو (۱۳)علم صرف (۱۴) علم اشتقاق (۱۵)علم بلاغت (۱۶)علم الکلام (۱۷)علم المنطق (۱۸)علم الاسرار (۱۹)علم الجدل والخلاف (۲۰)علم الحقائق (۲۱)علم القصص (۲۲)علم الحساب (۲۳)علم الموہبہ۔

۶)سیاق وسباق کے ذریعے قرآنی آیات کے معانی کا تعین کرنا ضروری ہے۔

۷)صحابہ کرامؓ قرآن مجید کے نازل ہونے والے ہر حصہ کو بخوبی سمجھتے تھے کیونکہ وہ خالص عرب تھے اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں نازل ہوا تھا تاہم جب بھی وہ قرآن مجید کے فہم وادراک میں مشکل محسوس کرتے تو حضورﷺ سے اس کی بابت دریافت کرلیا کرتے تھے۔

۸)بعض صحابہ کرامؓ فہم قرآن میں بڑی مہارت رکھتے تھے، جیسے خلفاء اربعہؓ،عبداللہ بن عباسؓ،عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابی بن کعبؓ،ابوموسی اشعریؓ،عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ۔

۹)پہلی صدی ہجری سے ہی اصول تفسیر اور علوم القرآن کے مختلف موضوعات پر تصنیف وتالیف کا کام شروع ہوگیا تھا جو تاحال جاری ہے۔

باب دوم

نظریہ نظم قرآن

فصل اوّل: نظم کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

فصل دوم: نظم قرآن کی ضرورت و اہمیت

فصل سوم: فکر نظم قرآن کا ارتقاء

فصل اوّل

نظم کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

فصل اوّل : نظم کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

نظم کا لغوی مفہوم:

لسان العرب کے مصنف ابن منظور (۶۳۰ھ۔۷۱۱ھ۔) نظم کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

" النّظم التّأليفُ ... نظمت اللُّؤْلُؤَ أيْ جمعتهُ في السِّلكِ ، والتَّنْظِيمُ مثله... وكل شيءٍ قَرَنْتَهُ بِآخَرَ أَوْ ضَمَمْتَ بعضه إلى بعضٍ فَقَدْ نَظَمْتَهُ . والنظم : المنظوم ، وصف بالمصدر. النّظامُ : مَا نَظَمْتَ فيه الشَّيءَ عَنْ خَيْطٍ وَغَيْرِه نظام . ونظام كلِّ أَمْرٍ : ملاكهُ والجمع أنظمة وأناظيم ونُظُمٌ والنظام ... يُنْظَمُ به اللُّؤْلُو وَكُلُّ خيطٍ ينظمُ به لؤلؤٌ أَو غيرُهُ فهو نِظامٌ و جمعه نظُمٌ والنظام الهدية والسِّيْرَةُ . وليس بأمرهم نظام أى ليس له هديٌ ولا مُتَعَلَّقٌ ولااسْتِقَامَة "(۱)

ترجمہ: نظم کے معنی پرونا ہیں۔اس طرح کہا جاتا ہے کہ نظمت اللؤلؤیعنی میں نے موتی کو دھاگے میں جمع کیا اور اس طرح تنظیم کا لفظ بھی مستعمل ہے ہر وہ چیز جس کو آپ کسی اور چیز کے ساتھ جوڑ دیں یا اس کے کچھ حصے کو کچھ حصے کے ساتھ ملا دیں تو اسے نظم کہا جائے گا. نظم دراصل منظوم ہے جس کو مصدر سے بیان کیا گیا ہے.

نظام دھاگہ وغیرہ یا کسی میں کسی چیز کو جوڑنا نظام کہلاتا ہے. ہر معاملے کا نظام اس کا کل سرمایہ ہے جس کی جمع أنظمة ، أناظيم ونظم آتی ہے.اسی طرح اس دھاگے کو بھی کہتے ہیں جس میں موتی وغیر جوڑے جائیں ہر وہ دھاگہ جس میں موتی وغیرہ پروئے جائیں اسے نظام کہا جائے گا.اسی طرح نظام کے معنی طریق کار اور عادت کے بھی آتے ہیں اور" ليس لأمرهم نظام "اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز میں کوئی طریقہ کوئی تعلق اور درستی نہ ہو.

علامہ ابو طاہر مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ.) نے نظم کی لغوی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

" النَّظْمُ التَّأْلِيفُ وضمّ شيء إلى شيءٍ اخر ونظم اللؤلؤ ينظمهُ نظماً ونظّمَهُ : أَلَّفَهُ وجمعَهُ في سلكٍ فانتظَمَ وتنظَّم والنظام ' كل خيط ينظم به لؤلؤٌ ونحوه. "(۲)

ترجمہ: نظم کے معنی ہیں ملانا اور جوڑنا "نظمت اللؤلؤ" یعنی میں نے موتی کو لڑی میں پرو دیا.نظام کے معنی ہیں دھاگہ یا اس قسم کی کوئی چیز جس میں کسی چیز کو پرو دیا جائے.

نظم قرآن کا اصطلاحی مفہوم:

نظم قرآن کا مطلب ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط اور منظم کلام ہے اور کوئی غیر مربوط بیانات کا مجموعہ نہیں ہے. فلسفہ نظم کے قائلین میں سے نظم قرآن کے ترجمان اور شارح حمید الدین فراہی (۱۲۸۰ھ۔۱۳۴۹ھ) نظم کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

’’مرادنا بالنظام أن تكون السورة كاملاً واحداً ثم تكون ذات مناسبة بالسورة السابقة واللاحقة أو بالّتي قبلَها وبعدَها على بعد ما، كما قدمنا في نظم الايات بعضها مع بعضٍ، فكما أن الايات ربّما تكون معترضة وعلى هذا الأصل ترى القرآن كلّه كلاماً واحداً ذا مناسبة وترتيب في أجزائه من الأوّل ‘‘(۳).

نظم سے ہماری مراد یہ ہے کہ پوری سورۃ ایک مکمل وحدت کی صورت میں ظاہر ہو. اور وہ سورۃ اپنے ماقبل اور مابعد کی سورتوں سے مناسبت رکھتی ہو، جس طرح ہم آیات کے باہم نظم میں پیش کر چکے ہیں. جس طرح بعض آیات بطور جملہ معترضہ آجاتی ہیں اسی طرح بعض سورتیں بھی اسی نوعیت کی حامل ہوتی ہیں. اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو پورا قرآن ایک وحدت نظر آئے گا جس کے جملہ اجزاء میں سے شروع سے آخر تک ایک خاص طرح کی مناسبت اور ترتیب پائی جاتی ہے۔

اسی نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’اعلم أنّ مرادنا من النِّظامِ أن تكون لكل سورة صورة مشخّصة فإن معاني الكلام ارتبط بعضها ببعض وجرت إلى عمود واحد وكان الكلام ذا وحدانية فحينئذ لا يكون إلا وله صورة مشخصة فإذا نظرت إلى الكلام من هذه الجهة رأيت ما فيه من الجمال والإتقان والوضوح.‘‘(۴)

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہر سورۃ کی ایک مخصوص ہیئت ہوتی ہے کیونکہ جب کلام کے معانی باہم دگر مربوط ہونگے کسی عمود کے گرد گردش کریں گے اور کلام میں یکجہتی ہوگی تو لازمی طور پر اس کی ایک مخصوص ہیئت ابھر کر سامنے آئے گی. اس لیے جب کلام پر اس حیثیت سے غور کرو گے تو اس کا جمال، پختگی اور برجستگی ابھر کر سامنے آجائے گی.

الغرض نظم قرآن کا مطلب ہے کہ قرآن کی آیتوں اور سورتوں میں ایسے ربط و تناسب کی تلاش جس سے پورا کلام اپنے اجزائے ترکیبی کی ہم آہنگی کے ساتھ ایک منظم کلام معلوم ہو. یعنی قرآن مجید ایسی منظم و مربوط کتاب ہے جس کی ہر سورۃ اور سورۃ کی ہر آیت اپنے مقام پر پوری طرح موزوں ہے اور اپنی ترتیب کے لحاظ سے اس بات کی مظہر ہے کہ یہ ایک ایسی ذات کا کلام ہے جو حکیم و خبیر ہے. بعض علماء و

مفسرین نے قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کے باہمی ربط پر کتب لکھی ہیں اور اپنی کتابوں کے نام میں لفظ ''نظم'' کو بھی لائے ہیں. مصنفین اور کتب کے نام درج ذیل ہیں.

(۱) جاحظ (۲۵۵ھ.)	نظم القرآن
(۲) أبوداؤد سجستان (۲۰۲ھ..۲۷۵ھ.)	نظم القرآن
(۳) ابن الأخشید (۳۲۶ھ.)	نظم القرآن
(۴) ابوالحسن بن علی بن نصر	نظم القرآن
(۵) عبدالعلی بارزگان	نظم قرآن
(۶) برھان الدین بن عمر البقاعی (۸۸۵ھ.)	نظم الدرر في تناسب الآي والسّور
(۷) شیخ منور بن عبدالحمید لاہوری (۱۰۱۱ھ.)	درر التنظیم فی ترتیب الآی والسور الکریم
(۸) مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر (۱۲۳۸ھ.)	نثر المرجان فی رسم نظم القرآن
(۹) حمیدالدّین فراہی (۱۳۴۹ھ.)	تفسیر نظام القرآن
	دلائل النّظام
(۱۰) ڈاکٹر درویش الجندی	النظم القرآنی في کشاف الزمخشری

نظم قرآن کے مترادف الفاظ:

بعض علماء نے نظم کے لیے تناسق، توافق، تناسب اور ربط کی تعبیر اختیار کی ہے، علم نظم کے مترادفات کا مفہوم ذیل میں پیش ہے جس سے ان الفاظ کا لفظ نظم کا ہم معنی ہونا واضح ہو جائے گا:

تناسق:

النَّسْقُ من كل شيء ما كان على طريقة نظامٍ واحدٍ عام في الأشياء ... والنَّسَقُ ما جآءَ من الكلامِ على نظامٍ واحدٍ والعرب تقول لطوار الحبل إذا امتدّ مستويا خذ على هذا النسق أي على هذا الطوار... ويقالُ: رأيت نَسَقاً من الرجال والمتاع أي بعضها إلى جنب بعض (۵)۔

جو چیز ایک نظام اور طریقے پر ہو وہ اس چیز کا نسق کہلاتا ہے. اسی طرح وہ کلام جو ایک نظام میں ہو اسے نسق کہتے ہیں. جب رسی

کے کنارے برابر کھینچ لیے جائیں تو عرب کہتے ہیں کہ اس نسق (طریقے) پر پکڑو. کہا جاتا ہے" رأيت نسقا من الرجال والمتاع " یعنی میں نے ان میں سے کچھ کو کچھ کے پہلو میں دیکھا.

درج بالا لغوی تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ " تناسق " ربط اور جوڑ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے. جلال الدّین سیوطی (۹۱۱ھ.) نے ربط آیات پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام " تناسق الدرر في تناسب السّور " رکھا. اور اس کتاب میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ربط سور پر بحث کی ہے.

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ.) نے عربی میں " سبق الغايات في نسق الآيات " کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا اور اس رسالہ میں سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک الگ الگ فصلوں میں ارتباطِ آیات پر گفتگو کی.

توافق:

التّوافق: الاتفاق والتظاهر. ابن سيده: وفق الشيءَ ما لاءمه ... وتقول هذا وَفَقَ ووفاقُهُ ووفِيْقُهُ ووفُوقُهُ وَسِيُّهُ وعِدْلُهُ وَاحِدٌ ... وافقت فلاناً على أمرٍ كذا أي اتفقنا عليه معاً(٦)

التوافق کے معنی ہیں اتفاق اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہونا. ابن سیدہ کہتے ہیں کہ جو چیز کسی کے مناسب ہو اسے کہا جاتا ہے وفق الشيء اور جب یہ کہا جائے هذا وفق هذا وفاقه وفيقه ووفوقه تو ان کا مطلب ہے وفق وفاق وفيق وفوق سي اور عدل یعنی ہمسر کے برابر ہیں. وافق فلاناً على أمرٍ كذا کا مطلب ہے ہم نے اس معاملے پر ایک ساتھ اتفاق کیا.

تناسب:

النَّسب القرابة: فلان يناسب فلاناً فهو نسبه أي قريبه المناسبة المشاكلة(٧)

نسب کے معنی قرابت کے ہیں. کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے. اور وہ اس کا نسیب ہے یعنی قرابت والا ہے. اس طرح مناسبۃ کے معنی ایک جیسا ہونے کے ہیں.

یعنی مناسبت کے لغوی معنی مقاربت، مشاکلت اور باہمی تعلق کے ہیں۔ ادب میں جب مناسبت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب دو الفاظ یا جملوں میں لفظی یا فکری و معنوی قربت اور ہم آہنگی ہوتا ہے.

اصطلاح میں مناسبت سے مراد وہ علم ہے جو قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب میں نظم اور ان میں باہمی ربط و تعلق کی نوعیت اور حکمت سے بحث کرتا ہے۔(۸)

ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی (۴۴۰ھ.) نے تناسب آیات پر ایک کتاب لکھی جس کا نام علم المناسبہ رکھا۔ ابوجعفر بن زبیر غرناطی (۷۵۸ھ.) نے اپنی کتاب کا نام'' البرهان في تناسب سور القرآن ''رکھا۔

برہان الدین بن عمر البقاعی (۸۸۵ھ.) نے نظم آیات پر ایک تفسیر لکھی جس کا نام'' نظم الدرر في تناسب الآي و السور '' رکھا۔اسی طرح جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ.) نے اپنی کتب کا نام'' تناسق الدرر في تناسب السور اور مراصد المطالع في تناسب المقاطع و المطالع،، رکھا۔

ربط:

رَبَطَ الشَّيْءَ يَرْبِطُهُ وَيَرْبُطُهُ رَبْطاً فهو مربوطٌ وَرَبِيْطٌ : شدّه. (۹)

درج بالا عبارت میں ربط کا معنی'' شدّہ'' بیان کیا گیا ہے.یعنی اس کو باندھا تو ربط کے معنی باندھنا اور جوڑنا وغیرہ کے ہیں.مولانا حسین علی نے نظم کے موضوع پر'' بلغة الحيران فى ربط آيات القرآن ''اور'' الدر المنثورات فى ربط السور و الآيات'' کتابیں لکھیں۔اسی طرح مولانا طاہر پنج پیری نے ربط آیات وسور پر اپنی کتاب کا نام'' سمط الدرر فى ربط الآيات و السور و خلاصتها المختصر لمن أراد أن يتذكر أو يتدبر ''رکھا

ربط ومناسبت کی اقسام:

با معنی کلام میں ہمیشہ ایک ربط اور مناسبت ہوتی ہے۔ربط اور مناسبت کے بغیر کلام ادھورا اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ با معنی کلام میں ہمیشہ ربط ہوتا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے تو یہ اوّل سے آخر تک باہم مربوط ہے یہی وجہ ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔آنحضرت ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ اس آیت کو معنی اور مناسبت کے لحاظ سے اس کے مناسب مقام پر لکھواتے تھے اس بنا پر مکی سورتوں میں بعض آیات مدنی اور مدنی سورتوں میں بعض آیات مکی ہیں.ربط اور مناسبت کی درج ذیل تین اقسام ہیں.

(۱)ربط جلی (۲)ربط خفی (۳)ربط اُخفی.

(۱)ربط جلی:

ایسا ربط جو واضح اور روشن ہو اسے ربط جلی کہا جاتا ہے۔یعنی وہ ربط جو بغیر تامل اور تفکر کے سمجھ میں آجائے اور کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔مثلاً اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (۱۰)

انہیں اچھائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔

یہ ارشاد قرآنی سید دو عالم ﷺ کی شان میں وارد ہوا ہے۔ معروف اور منکر میں تقابل اور مخالفت ہے جو ذات معروف کا حکم دے گی دوسرے معنوں میں وہ منکر سے ضرور منع کرے گی. لہذا مذکورہ آیت کے دونوں حصوں میں ربط جلی پایا جاتا ہے۔

(۲) ربط خفی:

ایسا ربط جو عمیق غور و فکر، سیاق و سباق اور موجود حکم کی حکمت پر تدبر کرنے سے معلوم ہو اسے ربط خفی کہتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (۱۱)

نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو.

اس آیت میں دو حکم ہیں۔ نماز اور زکواۃ کا۔ بظاہر نماز اور زکواۃ میں کوئی نسبت نظر نہیں آتی کیونکہ نماز بدنی جبکہ زکواۃ مالی عبادت ہے۔ لیکن تدبر و فکر اور نماز کی حکمت سمجھنے پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز میں دیگر حکمتوں اور برکتوں کے علاوہ انسان کا اللہ تعالی کی ذات پر اس بات کا کامل اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ رب ہے۔ نماز میں انسان اللہ تعالی کی اس ربوبیت کا بار بار اقرار کرتا ہے۔ بار بار ربوبیت کے اقرار کرنے والے مسلمان کو بطور ابتلاء اور امتحان حکم دیا جاتا ہے وہ سال میں صرف ایک دفعہ اڑھائی فیصد رقم اللہ تعالی کے نام پر دے۔ گویا نماز کی مصدق زکواۃ ہے۔ اگر مسلمان نے زکواۃ ادا کر دی تو واقعی یہ نمازی اللہ تعالی کو رب کہنے میں سچا ہے. ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُؤَدِّ الزَّكٰوةَ فَلَا صَلٰوةَ لَهُ) (۱۲)

جس نے نماز کو قائم کیا مگر زکواۃ نہ دی تو اس کی نماز بھی نہ ہوئی۔

اس غور و فکر کے بعد نماز اور زکواۃ میں ربط و مناسبت معلوم ہو جائے گی اور اس بات کا بھی پتہ چل جائے گا کہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ تقریباً ہر جگہ زکواۃ کو کیوں ملحق بیان فرمایا۔

(۳) اُخفی ربط:

اخفی اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی سب سے زیادہ چھپا ہوا یا پوشیدہ ایسا ربط جو کافی غور و فکر کے بعد سمجھ آئے اسے اخفی ربط کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ . فَبِأَيِّ الٓاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ (۱۳).

ترجمہ: جو کوئی اس زمین پر ہے اس نے فنا ہونا ہے تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی۔ جو عظمت اور عزت والا ہے پس تم دونوں (اے انسانو اور جنو) اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

کائنات کا فنا ہونا بظاہر کوئی نعمت نہیں۔ لیکن بنظر عمیق غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر ایک کا فنا ہونا بھی ایک نعمت ہے۔ اگر دنیا میں کسی کو بقا ہوتو اس سے غرور وتکبر کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ غرور وتکبر سے ظلم میں اضافہ ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ فنا کرنا بھی میری ایک نعمت ہے۔ اسی طرح موت بھی ایک نعمت ہے اگر موت نہ ہوتی تو یہ کائنات ارضی انسانوں سے بھر پور ہو کر انسانیت کے لیے وبال بن جاتی یا انسان کے قوٰی اس قدر مضمحل ہو جاتے کہ نہ تو وہ زندگی کو نبھا سکتا اور نہ ہی ختم ہو سکتے۔ لہذا غور وفکر سے پتہ چلا کہ فنا بھی اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ اسی طرح دوسرے مقامات پر قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ وَعَلَامَاتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ (۱۴)

اور نشانیاں اور ستاروں سے بھی لوگ راہ معلوم کرتے ہیں۔

لفظ علامات سے مراد پہاڑ ہیں جیسا کہ اس سے پہلی آیات میں ان کا ذکر آیا ہے۔ اب پہاڑوں اور ستاروں میں کیا مناسبت و ربط ہے یہ بات کافی غور وفکر سے معلوم ہو سکے گی۔ شاہ **عبدالقادر** نے فرمایا کہ پہاڑ اور ستارے دونوں رہبر ہونے میں برابر ہیں اس لیے کہ پہاڑ خشکی میں راستوں کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ پہاڑ فلاں ملک میں واقع ہے اور ستارے سمندری راستے میں رہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ آج بھی سمندری مسافر ستاروں کو اپنا راہ نما تسلیم کرتے ہیں (۱۵)

ربط ومناسبت کی صورتیں:

قرآن مجید کے ربط کے لحاظ سے چھ اجزاء ہیں:

(۱) سورتوں کے درمیان ربط

(۲) آیات کے درمیان ربط

(۳) ایک آیت کے مقدم ومؤخر میں ربط

(۴) قرآن مجید کی ابتداء وانتہاء میں مناسبت

(۵) خواتم سور کا متصل سورت کے فواتح سے ربط

(۶) ہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہاء میں مناسبت

(۱) سورتوں کے درمیان ربط:

سورۃ فاتحہ اور سارے قرآن مجید میں کیا ربط ہے سورۃ فاتحہ میں انسان نے اللہ تعالی سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ ہمیں اپنے نیک بندوں کی راہ بتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالی نے سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (۱۶)

اس کتاب میں کوئی شک نہیں یہ پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔

یعنی قرآن مجید سارے کا سارا وہ ہدایت ہے جس پر متقی بننے والا اگر عمل کرے گا تو وہ اپنی منزل مقصود کو پالے گا۔

سورۃ فاتحہ میں تین گروہوں کا ذکر ہے:

(۱) وہ جن پر اللہ تعالی نے اپنا انعام فرمایا۔

(۲) جن پر اللہ تعالی کا غضب ہوا۔

(۳) جو لوگ گمراہ ہوئے۔

اب یہ ربط سورۃ فاتحہ اور سارے قرآن مجید کے درمیان ہے. یہ صراط مستقیم اگر چہ قرآن کے نزول سے پہلے بھی ہر نبی علیہ السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی قوموں کو بتایا تھا مگر دو قومیں آپ ﷺ سے پہلے صراط مستقیم دیکھ کر بھی گمراہ ہو گئی تھیں یعنی یہود و نصاری۔ سورۃ بقرۃ میں یہودیوں کے غلط عقیدے اور ان کی مختصری تاریخ ذکر فرمادی اور سورۃ آل عمران میں عیسائیوں کے غلط عقیدے الوہیت مسیح علیہ السلام کی تردید کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی ولادت کا ذکر فرمایا۔ حضرت مریم کے ذکر پر سورۃ النساء میں عورتوں کے وہ حقوق بیان فرمائے جو انسانوں نے ان سے چھین رکھے تھے۔ ان کے حقوق ازدواجی حق مہر وغیرہ کے ساتھ نکاح کے لیے حلال اور حرام عورتوں کا ذکر فرمایا۔ نکاح کا تعلق خانگی زندگی سے بہت اہم اور پختہ ہے۔ امور خانہ داری میں سے حرام اور حلال چیزوں کا ذکر ضروری ہے۔ اس کو سورۃ المائدہ میں بیان فرمانے کے بعد سورۃ الأنعام میں مشرکوں کے اس طرز عمل اور عقیدہ کی تردید فرمائی جو انہوں نے اس عطیہ خداوندی کو غیر اللہ کے لیے بطور نذر کے دینا اور بعض حلال جانوروں کو حرام اور حرام جانوروں کو حلال بنانے میں اختیار کر

رکھا تھا۔

اسی طرح قرآن مجید کی جملہ سورتوں کے مابین باہمی ربط موجود ہے۔

(۲) آیات کے درمیان ربط:

ربط کی دوسری قسم آیات قرآنیہ کا باہمی ربط ہے یہ ربط کبھی تو واضح ہوتا ہے اور کبھی ذرا خفی ہوتا ہے۔ غور وفکر اور تدبر سے کام لیا جائے تو آیات کا ربط بالکل واضح طور پر سمجھ آجاتا ہے۔

سورۃ بقرۃ میں آیت نمبر ۱۷۶ تا ۲۱۰ بظاہر آپس میں بے ربط معلوم ہوتی ہیں کہیں تحویل قبلہ کا حکم پھر روزے کا اور ساتھ ہی قصاص و حج کا یہ سب احکام علیحدہ علیحدہ نوعیت کے ہیں لیکن اگر تدبر کیا جائے تو ان میں ربط موجود ہے۔ پہلی آیت میں تقوی کا اجمالی تعارف کراتے ہوئے فرمایا ﴿أُولٰئِکَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (۱۷)

اب اس تقوی کے مختلف شعبے ہیں کچھ حقوق العباد ہیں اور کچھ حقوق اللہ ہیں چنانچہ ان سب کے آخر میں تقوی کی نشان دہی فرمائی قصاص کے متعلق فرمایا ﴿لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (۱۸) اور روزہ کے متعلق بھی یہی فرمایا۔ وصیت کے بارے میں فرمایا ﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ (۱۹) اور حج کے بارے میں فرمایا ﴿فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (۲۰) گھروں کو سیدھے راستے سے آنے کے متعلق فرمایا ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى﴾ (۲۱) الغرض جب تقوی کو موضوع سمجھا جائے تو اب ساری کی ساری آیات اس موضوع پر بالکل صحیح ربط کے ساتھ منطبق ہو جائیں گی۔

(۳) ایک آیت کے مقدم و مؤخر میں ربط:

ربط کی تیسری قسم آیات قرآنی کے مقدم و مؤخر کا باہمی ربط ہے یا دو آیتوں کا باہمی ربط ہے۔ یہ ربط کبھی تو بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے اور کبھی سمجھنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان میں دو دریا نہ ملنے کا فرما کر فوراً بعد ہی یہ فرمادیا کہ:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ (۲۲)

بظاہر یہ دونوں باتیں بے ربط اور بے نسبت معلوم ہوتی ہیں مگر غور کرنے اور لفظ قدیر کو سمجھنے پر مسئلہ حل ہو جاتا ہے یعنی مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالی نہ ملائے تو دو دریا جن میں ہزاروں لاکھوں ٹن پانی بہہ رہا ہے اور ان کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں۔ پانی جیسی لطیف چیز میلوں تک ساتھ ساتھ بہتی ہے مگر اللہ تعالی نہ چاہیں تو وہ آپس میں نہیں مل سکتے مگر جب اللہ تعالی چاہے تو دو مرد و زن کو ملا کر ان کے پانی (نطفہ) سے انسان بنا دیتا ہے۔ بعض اوقات خاوند مشرق کا اور بیوی مغرب کی ہوتی ہے۔ اللہ دونوں کی شادی اور ان سے اولاد کی

پیدائش فریقین کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی مگر جب اللہ تعالی چاہتے ہیں تو ان دونوں کو کوئی حسی اور ظاہری رکاوٹوں کے باوجود ملا دیتے ہیں اس لیے کہ وہ جو چاہیں اس کو کرنے پر قادر ہیں۔

(۴) قرآن مجید کی ابتداء اور انتہاء میں مناسبت:

قرآن مجید کی ابتداء اور انتہاء میں بھی مناسبت پائی جاتی ہے اس طرح مکمل قرآن مجید مربوط اور منظم کلام ہے۔ سورۃ فاتحہ میں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی دعا سکھائی گئی ہے اور بقرۃ کے شروع میں بطور جواب کے فرمایا کہ وہ ہدایت یہی کتاب ہے مگر اس کتاب میں کچھ حقیقتیں ایسی بھی ہوں گی جو انسانی عقول میں آسانی سے نہیں آسکیں گی اس لیے قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرنے کی اولین شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب ہو مگر جو لوگ اس نور حق کے مخالف ہوں گے وہ آپس میں گٹھ جوڑ کر کے وساوس اور خطرات پیدا کرتے رہیں گے۔ دین کے دشمن کھل کر تو دین کی مخالفت کم ہی کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ بظاہر تو اتباع کا دعوی کرتے ہیں مگر درحقیقت کمین گاہ سے حملہ آور ہوتے ہیں ایسے دشمن سے بچنے کے لیے اللہ تعالی کی پناہ گاہ میں آجانا چاہیے شاید اسی مناسبت سے حضور ﷺ نے سورۃ الناس کو آخر میں رکھا جس میں تمام ان عوامل سے پناہ مانگی گئی ہے جو کسی بھی حوالے سے گمراہی کا سبب ہو سکتے ہیں۔

(۵) سورتوں کے فواتح وخواتم میں ربط:

تمام سورتوں کی آخری آیات کا متصل دوسری سورت کی ابتدائی آیات سے باہمی ربط ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کے آخر میں مطیع و فرمانبرداروں کی نشانی بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں: ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾(۲۳) (ہم نے سنا اور مانا)

جبکہ سورت آل عمران کی ابتداء میں اس فرمانبردار طبقہ کے متضاد گروہ یعنی نافرمانوں کی روش کی بابت فرمایا کہ وہ کتاب اللہ کی آیات کو ماننے سے ہی سرے سے انکار کر دیتے ہیں لہذا ان کے لیے عذاب ہے اور اللہ تعالی ان سے انتقام لے گا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾(۲۴)

(جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور خدا زبردست اور بدلہ لینے والا ہے)

(۶) ہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہاء میں مناسبت:

ہر سورت میں ایک مخصوص نظام ہوتا ہے۔ سورتوں کے مطالب میں بظاہر جو بے نظمی نظر آتی ہے محض قلت تدبر کا نتیجہ ہے قرآن مجید کی کچھ سورتیں چھوٹی اور کچھ بڑی ہیں۔ اگر ہر سورت میں متعین مقصد نہ ہوتا تو سورتوں کی اس طرح الگ الگ حد بندیوں کی ضرورت نہ تھی قرآنی آیات کا ایک مجموعہ ایک سورت کے اندر رکھا گیا اور وہ سورت کے نام سے موسوم ہوا۔ علاوہ ازیں مختلف سورتوں کے مابین معانی

کا تشابہ بھی ضروری نہیں ہوتا مثلاً سورت تکویر، انشقاق، مرسلات، نازعات اور ذاریات ہم معنی سورتیں ہیں لیکن نظم اور اسلوب کلام ان میں مختلف ہیں۔

اسی طرح سورۃ بقرۃ کے شروع میں فرمایا﴿ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ﴾ (۲۵)(وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں) اس سے مراد وہ عقائد ہیں جو انسانی فہم وادراک سے بالاتر ہیں اسی طرح سورۃ بقرۃ کے آخر میں بھی اسلامی عقائد کا ذکر ہے، فرمایا: ﴿ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ ﴾ (۲۶)(ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لایا)۔

اللہ تعالی پر اور اس کے فرشتوں، رسولوں پر ایمان تو ایمان بالغیب ہی ہے۔ تو یہ سورت کی ابتداء اور انتہاء کا باہمی ربط ہے۔

لہذا نظم کے لغوی معنی ملانا اور جوڑنا کے ہیں اصطلاح میں نظم سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط ومنظم کلام ہے جس کی ہر سورت کا دوسری سورت سے ہر آیت کا دوسری آیت سے اور قرآن کے ابتداء کا قرآن کی انتہاء سے گہرا ربط وتعلق ہے۔ بعض علماء نے نظم کے لئے تناسق، توافق، تناسب اور ربط کی تعبیر اختیار کی ہے۔ یہ تمام الفاظ مفہوم کے اعتبار سے نظم کے مترادف ہیں کیونکہ بعض علماء نے نظم و ربط کی موضوع پر لکھی گئی کتب کے ناموں میں ان الفاظ کو بھی استعمال کیا ہے۔ ربط وتناسب کبھی تو جلی، کبھی خفی اور کبھی اخفی ہوتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)ابن منظور: لسان العرب ،مادة:نظم.

(۲)فیروزآبادی،محی الدّین،محمد بن یعقوب شیرازی،القاموس المحیط:(مادة:نظم)

(۳) فراہی،حمیدالدّین، رسائل الإمام الفراهي في علوم القرآن:۸۷.

(۴) م.ن

(۵)ابن منظور: لسان العرب(مادة:ن س ق)

(۶)ابن منظور، لسان العرب:(مادة:وف ق)

(۷) ابن منظور،لسان العرب:(مادة:ن س ب)

(۸)منّاع،القطان: مباحث في علوم القرآن:۹۷.

(۹) ابن منظور، لسان العرب:(مادة:رب ط).

(۱۰) الأعراف:۱۵۷.

(۱۱)البقرة:۴۳.

(۱۲)ابن ابی شیبہ،محدث طبرانی،کتاب الأموال لأبی عبیدة:۳۵۴.

(۱۳) الرّحمن:۲۶-۲۸.

(۱۴)النّحل:۱۶.

(۱۵) شاہ عبدالقادر:عظیم الشان قرآن مجید:۳۴۸.

(۱۶)البقرة :۲.

(۱۷)البقرة:۱۷۷.

(۱۸)البقرة:۱۷۹.

(۱۹)البقرة:۱۸۰.

(۲۰)البقرة:۱۹۷.

(۲۱)البقرة:۱۸۹.

(۲۲)الفرقان:۵۴.

(۲۳)البقرة:۲۸۵.

(۲۴)آل عمران :۴.

(۲۵)البقرة:۳

(۲۶)البقرة:۲۸۵.

فصل دوم

نظم قرآن کی ضرورت واہمیت

فصل دوم: نظم قرآن کی ضرورت واہمیت

فہم قرآن کے لیے سیاق وسباق کو جاننا اور مدنظر رکھنا ناگزیر ہے اگر درمیان سے قرآن مجید کی کوئی آیت لے کر اس کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس سے قرآنی آیت کا معنی ومفہوم واضح نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں متعلقہ آیت کے آگے اور پیچھے کی آیات میں دیکھنا ہوگا کہ پہلی آیت میں کیا ہے اور بعد کی آیت میں کیا ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾(۱)

کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مؤمن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔

اب اس آیت کو ان لوگوں نے مغالطہ دینے کے لیے چن لیا ہے۔ جو حدیث کو حجت نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اس آیت کی رو سے صرف قرآن ہی کافی ہے حدیث وسنت کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن اس آیت کے سیاق وسباق پر غور کر کے یہ دیکھا جائے کہ اس سے پہلے کیا ہے؟ اور کس کے جواب میں کہا گیا ہے؟ مذکورہ آیت سے پہلے قرآن مجید میں آتا ہے ﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ . قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَإِنَّمَآ أَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾(۲)

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔

ان کا مطالبہ معجزوں کے لیے تھا۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دیا گیا تھا کہ سمندر پھٹ گیا اور قافلہ گزر گیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو معجزات دیے گئے تھے جنہیں لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ وہ کس طرح کوڑھیوں کو اچھا کرتے ہیں اندھوں کو بینا بناتے ہیں ان کا کہنا تھا کہ اس طرح کے معجزات اور اس طرح کی نشانیاں حضورﷺ کو کیوں نہیں دی گئیں یہ تھا ان کا بنیادی سوال جب مذکورہ دونوں آیات کو ملا کر پڑھا جائے اور اس پر غور کیا جائے تو مفہوم واضح ہو جاتا ہے یہاں نہ حدیث کے رد کا سوال ہے اور نہ اس کی عدم حجیت کا معاملہ ہے یہاں تو ان کا اصل سوال اور مقصد یہ تھا کہ محسوس معجزات دکھائے جائیں جس کا ان آیات میں رد کیا گیا ہے۔

لہٰذا قرآنی آیات کے نظم وربط اور سیاق وسباق یعنی ماقبل اور مابعد کے مضمون پر غور وفکر کرنے کے بعد ہی معنی ومفہوم واضح ہو سکتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں غور وفکر کرنے کے بعد اس کی آیات میں ماقبل ومابعد کے مضمون کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کا نزولی ترتیب سے مختلف ہونا اس کا منظم و مربوط کلام ہونا ثابت کرتا ہے اور اس کی

موجودہ ترتیب توقیفی (من جانب اللہ) ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ . وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾(۳)

ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر اتارا ہے تا کہ تم سمجھو اور بے شک یہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے نہایت بلند اور پر حکمت۔

مزید ارشاد ہے:

﴿ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ . فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴾ (۴)

بلکہ یہ بڑے مرتبہ کا کلام ہے لوح محفوظ میں ہے۔اسی سلسلہ میں سورۃ قیامہ میں ارشاد ہے:

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ . فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴾(۵)

اس کو جلد سیکھ لینے کے لیے اس کے پڑھنے میں اپنی زبان کو جلدی نہ چلاؤ۔ ہمارے ذمے ہے اس کو جمع کرنا اور اس کو سنانا تو جب ہم اس کو سنا چکیں تو اس سنانے کی پیروی کرو۔ پھر ہمارے ذمے ہے اس کی وضاحت کرنا۔

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کی جمع و ترتیب حکم خداوندی کے مطابق ہوئی ہے۔ جس کی وضاحت احادیث میں بھی موجود ہے۔

عن عثمان بن أبي العاص قال : كنت عند رسول الله ﷺ جالساً إذ شخص ببصره ثُمَّ صوّبه حتى كاد أن يلزقه بالأرض قال ثم شخص ببصره فقال أتاني جبريل عليه السّلام فأمرني أن أضع هذه الآية بهذا الموضع من هذه السورة ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾(۶)"(۷)

عثمان بن أبو العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اچانک آپ ﷺ نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں پھر جھکا لیں اس حد تک کہ لگتا تھا کہ زمین سے جا لگیں گی۔ پھر آنکھیں اٹھائیں اور فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السّلام آئے اور مجھے حکم دیا کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ رکھ دو۔

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے:

" وعن عثمان بن عفانؓ أنه قال : كان النّبيّ ﷺ لمّا تنزّل عليه الآيات فيدعو : بعض من كان

يكتب له ويقول له : ضع هذه الآية في السّورة التي يذكر فيها كذا و كذا وتنزل عليه الآية و الآيتان فيقول مثل ذلك ".(٨)

عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریمﷺ پر جب آیات کا نزول ہوتا تھا تو آپ کسی کاتب وحی کو طلب کرتے اوران سے فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں رکھ دو جہاں اس اس طرح سورۃ کا ذکر ہے۔اسی طرح جب ایک اور دو آیتیں نازل ہوتیں تو آپ ایسے ہی فرماتے۔

اسی بناء پر علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآنی آیات وسور کی موجودہ ترتیب من جانب اللہ ہے۔ چنانچہ امام زرکشیؒ (۷۹۴ھ۔) فرماتے ہیں:

"فأمّا الآيات في كلّ سورة ووضع البسملة في أوائلها فترتيبها توقيفي بلا شك ولا خلاف فيه ولهذا لا يجوز تعكيسها"(٩)

ہر سورۃ کی آیات کی ترتیب اوران کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ہونا توقیفی ہے اوراس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اوراس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا الٹ پھیر جائز نہیں ہے۔

جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ۔) اس ضمن میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"الإجماع والنصوص المترادفة على أن ترتيب الآيات توقيفي ولا شبهة في ذلك" (١٠)

اجماع اور مترادف نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اوراس میں کوئی شبہ نہیں۔

لہٰذا آیات وسور کے درمیان ربط ونظم ایک امر بدیہی ہے۔

فہم قرآن میں سیاق وسباق:

ہر کلام کو سمجھنے کے لیے اس کے مقدم اور مؤخر کا لحاظ ضروری ہوا کرتا ہے۔ جب تک کلام کے مختلف حصّوں کا اجمالی طور پر تعلق معلوم نہ ہو اس وقت تک متکلم کے مقصد سے واقفیت ممکن نہیں۔ ایک جملہ دوسرے متصل جملہ سے کئی اعتبار سے مربوط سمجھا جا سکتا ہے۔ جملوں کا صحیح باہمی ربط نہ سمجھنے کی بناء پر اصل مفہوم کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے اور کلام میں جو علم وحکمت پائی جاتی ہے اس سے مطلع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔اس طرح اجزائے کلام کی جملہ نسبتیں سمجھنے کی صورت میں ہی کلام کا حسن بیان واضح ہوگا۔

قرآن کریم کا منشا سمجھنے کے لیے سیاق وسباق دیکھنا ضروری ہے۔درمیان سے کسی ایک لفظ یا جملہ کو لے کر صرف اسی کا ترجمہ کر

کے اللہ تعالی کے منشاء کو متعین کر لینا قواعد کلام کے سراسر خلاف ہے۔

جن لوگوں نے نظم سے انکار کیا ہے وہ بھی ایک طرح سے نظم کی اہمیت کے قائل ہیں اور آیات کے مفاہیم کے تعین اور تاویل میں بے تکلف کلام کے سیاق و سباق کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ تصور نظم کے بڑے ناقد علامہ شوکانیؒ نظم قرآن کو سراسر تکلف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

بہت سے مفسرین نے ایک ایسے علم میں سر کھپایا ہے جو سراسر تکلف ہے وہ ایک ایسے دریا میں گھس پڑے جس کو عبور کرنے کی طاقت ان کے اندر نہ تھی۔ اور ایک ایسے فن میں اپنا وقت لگایا جس سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کتاب اللہ سے متعلق ایسے امور میں محض رائے کی بنیاد پر گفتگو کرنے کا خطرہ مول لیا جو یکسر ممنوع ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب پر مشتمل آیات میں مناسبت کی جستجو کی اور اس باب میں ایسے تکلف اور زبردستی سے کام لیا جس سے انصاف پسند طبیعت اِباء کرتی ہے اور بلغاء کا کلام بھی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ کلام الٰہی۔ اور انہوں نے خاص اس موضوع پر کتابیں تصنیف کر ڈالیں (۱۱)

لیکن علامہ شوکانیؒ (۱۲۵۰ھ۔) آیات کی تاویل و تفسیر میں کئی بار نظم کا سہارا لیتے ہیں۔ مثلاً:

﴿ قُلْ يَٰأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ (۱۲)

''اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے''۔

لیکن قرآن مجید کی ذیل کی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قيل الخطاب لأهل النجران بدليل ماتقدم قبل هذه الاية وقيل ليهود المدينة وقيل لليهود والنّصارى جميعاً وهو ظاهر النظم القرآني ولا وجه لخصيصه ببعضٍ ''(۱۳)

ایک قول یہ ہے کہ اس میں اہل نجران سے خطاب ہے اور اس آیت سے پہلے جو کچھ مذکور ہوا وہ اس کی دلیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہود و نصاری دونوں مخاطب ہیں۔ اور یہی نظم قرآنی سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ کسی ایک کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اسی طرح سورۃ مائدۃ کی آیت:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً ﴾ (۱۴)

اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سرگذشت ٹھیک ٹھیک سنا دو جب ان دونوں نے قربانی پیش کی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"وجه اتصال هذا بما قبله التنبيه من الله على أنّ ظلم اليهود ونقضهم المواثيق والعهود هو كظلم ابن ادم لأخيه فالدّاء قديم والشر أصيل" (١٥)

''اس میں اور ماقبل کی آیت میں وجہ اتصال اللہ تعالی کی یہ تنبیہ ہے کہ یہود کا ظلم اور ان کی عہد شکنی اسی طرح کی ہے جیسے آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا ظلم اپنے بھائی کے ساتھ چنانچہ مرض پرانا ہے اور اس برائی کی جڑیں بہت گہری ہیں''

علامہ شوکانی کی درج بالا تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ تصور نظم قرآن کے ناقدین بھی کسی نہ کسی انداز میں اور کسی نہ کسی سطح پر قرآنی آیات کی تشریح وتفہیم کے لیے سیاق وسباق کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس کی روشنی میں بعض مشکل مقامات پر مطالب ومفاہیم مستنبط ومتعین کرتے ہیں۔

مولانا حمید الدین فراہی (١٣٤٩ھ.) تاویل میں اختلاف کا سبب اور فہم قرآن میں سیاق وسباق کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''میں نے دیکھا کہ تاویل میں اختلاف عموماً نظم کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ اگر نظم کلام واضح ہوتا اور کلام کا عمود ہمارے سامنے ہوتا تو ہم سب ایک جھنڈے تلے جمع ہوتے اور ایک بات پر متفق ہوتے.. اس بار آور درخت کی طرح جس کی جڑیں زمین میں پیوست ہوں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوں۔ اور ہم کتاب اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے ہوتے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (١٦)

اور تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو۔

لیکن اس بنیادی اختلاف سے کیوں کر نجات مل سکتی ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے اپنے گمان کے مطابق اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے حالانکہ بحمد اللہ یہ رسی اتنی مضبوط ہے کہ باطل اس کے قریب نہیں بھٹک سکتا۔ آگے سے نہ پیچھے سے ۔ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو حکیم وحمید ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہر فریق اپنے اپنے خیال کے مطابق اس کی تاویل کر رہا ہے اور کلام کے رخ کو اس کے اصل سیاق سے کاٹ کر جدھر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے حالانکہ نظم ہی سے کلام کے اصل رخ کا اندازہ ہوتا ہے اور اہل بدعت و ضلالت کی بے راہ روی اور اصحاب تحریف کی کج روی کا سدّ باب ہوسکتا ہے جن کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ (١٧)

(اور یہ جو یہودی ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ) کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

جو کلام کی غلط تاویل کرتے ہیں اور اس کو اس کے سیاق و سباق سے کاٹ کر اس کی من مانی تاویل کرتے ہیں (۱۸)

ذیل میں سیاق و سباق کی روشنی میں فہم قرآن کی چند مثالیں دی جا رہی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ مفہوم کے تعین میں سیاق و سباق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ ﴿ يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً . وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ (۱۹)

''اے نبی کی بیویو اگر تم تقوی اختیار کرلو تو پھر تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ پس تم بات کرنے میں نزاکت اختیار نہ کرو ورنہ غلط امید باندھ لے گا وہ شخص جس کے دل میں کوئی خرابی ہو اور مناسب یعنی شریفانہ بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور پرانی جاہلیت کے طریقے پر اپنی زینت کو اجنبی مردوں کے سامنے نمایاں نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دیا کرو اور اللہ و رسول کی اطاعت کرتی رہو''۔

ان آیات کی بابت دور جدید کے متجددین کہتے ہیں کہ یہ احکام ازواج رسول کے ساتھ مخصوص ہیں اس لیے عام خواتین ان احکامات کی مکلف نہیں۔ دراصل یہ لوگ دونوں آیتوں کے پورے نظم اور سیاق کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ صرف ﴿نِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ خاص خطاب کو دیکھ کر عفت و پاک دامنی اور پردے کے ان احکام کو ازواج رسول ﷺ کے ساتھ مخصوص قرار دے دیتے ہیں جبکہ اس آیت میں ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ میں جو علت بیان کی گئی ہے وہ عام ہے کہ نرم و نازک باتیں سن کر برے اور فاسد خیالات رکھنے والا شخص غلط امیدیں باندھ لے گا نتیجتاً یہ انداز گفتگو فتنے کا باعث بن جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ کیا ازواج رسول کی نرم و نازک باتوں سے تو یہ خطرہ ہے مگر عام خواتین کا یہ انداز گفتگو فتنے کا سبب نہیں بن سکتا؟۔ ہرگز ایسا نہیں۔ اس لیے علت کے عموم کی وجہ سے یہ حکم بھی عام ہے اور جملہ مسلمان خواتین ان احکام کی مکلف ہیں۔ ازواج رسول ﷺ کو خصوصی طور پر خطاب اس لیے کیا گیا ہے وہ بڑی محتاط اور محفوظ زندگی گزارتے ہوئے عام خواتین کے لیے نمونے کا کردار ادا کرسکیں۔

اسی طرح قرار في البيوت اور ترک تبرج کے حکم کے بعد اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ اور اللہ و رسول کی اطاعت کے احکام بھی دے دیے گئے ہیں۔ تو پھر نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، اللہ و رسول کی اطاعت کرنا ازواج رسول پر تو فرض تھا عام خواتین پر فرض نہیں

حالانکہ حقیقت ایسی نہیں کیونکہ جب نماز، زکواۃ اور اطاعت کے احکام صرف امہات المؤمنین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام مسلمان خواتین ان کی مکلّف ہیں تو'' قرار في البيوت '' اور ترک تبرج کے احکام بھی ان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام خواتین پر بھی ان کی پابندی لازم ہے۔

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

'' فَهَـٰذِهِ الْأُمُـوْرُ كُـلُّهَـا مِمَّا أَدَّبَ الله تعالى به نِسَآءَ النّبي ﷺ صِيانةً لَهنَّ وَسائر نسآء المؤمنين مُرادات بِها'' (۲۰)

یہ سارے احکام وہ ہیں جو نبی ﷺ کی بیویوں کو آداب اور اخلاق سکھانے کے لیے دیے گئے ہیں تاکہ ان کی زندگی پاک وصاف رہے لیکن مراد مسلمانوں کی تمام خواتین ہیں اور سب کیلئے ان احکام کی پابندی ضروری ہے۔

لہذا پوری آیت کے نظم اور سیاق کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے آیت کے صحیح مفہوم تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے اور صرف ایک جملے اور لفظ سے احکام معلوم کرنے سے تحریف وضلالت میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔

۲۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ (۲۱)

''اور جب تم ان سے (ازواج رسول ﷺ سے) کوئی چیز مانگو (یا کوئی مسئلہ پوچھو) تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمھارے اور ان کے دلوں کو پاک وصاف رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے''۔

اس قرآنی آیت میں بھی خطاب ازواج رسول سے کیا گیا ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا نامحرم سے حجاب کا یہ حکم ازواج رسول کے ساتھ مخصوص ہے یا جملہ مسلمان خواتین اور سارے نامحرم مسلمانوں کے درمیان پردہ کا ہونا ضروری ہے؟

﴿ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب خاص ہے لیکن حکم عام ہے کیونکہ حکم کی علت طہارت قلوب بیان ہوئی ہے۔ اور اس طہارت قلوب کی ضرورت مسلمان خواتین ومردوں کو زیادہ ہے۔

امام قرطبی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

'' وَيَدْخُلُ فِيْ ذٰلِكَ جَميعُ النِّسَآءِ بِالمعْنى '' (۲۲)

حجاب کے اس حکم میں ساری عورتیں شامل ہیں اس لیے کہ علت عام ہے۔

۳۔﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً . وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ . إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً ﴾(۲۳)

’’بے شک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے آلودگی دور کر دے اے نبی کے گھر والو اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے، اور تم اللہ کی ان آیات کو اور ان کے احکام کو یاد رکھو جو تمھارے گھروں میں پڑھے جاتے ہیں بے شک اللہ باریک بین ہے اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے‘‘

اہل بیت کا اطلاق چونکہ ازواج اور نسبی قرابت داروں دونوں پر ہوتا ہے اس لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج رسول ہیں یا اولا د رسول ﷺ۔ آیت کے سیاق وسباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل کی آیت یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ کے خطاب سے شروع ہوئی ہے اور اس میں اللہ نے اپنے نبی کی بیویوں کو ہدایات دی ہیں کہ غیر محرم لوگوں سے بات کرتے وقت نزاکت اختیار نہ کرو، گھروں میں بیٹھی رہو، اپنی زینت نامحرم مردوں کو نہ دکھاتی پھرو، نماز ادا کرتی رہو، زکوۃ دیتی رہو اور اللہ کی اطاعت کرتی رہو اور اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ اے نبی کے گھر والو اللہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر قسم کی اعتقادی، عملی اور اخلاقی آلودگیوں سے پاک وصاف کر دے۔ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ازواج رسول کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس میں اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں اور اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ تمھارے گھروں میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھا کرو اور ان پر عمل کیا کرو۔ گھروں سے مراد ازواج مطہرات کے ہی گھر ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رہائش اپنی بیویوں کے حجروں میں ہوتی تھی اور انہی حجروں میں آیات واحکام ان کو سنائے جاتے۔

اس آیت میں سیاق وسباق کے ذریعے جو بات معلوم ہوتی ہے یہی بات قرآن کے سب سے بہترین ترجمان ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔

’’نزلت في نسآءِ النبي ﷺ خاصة‘‘ (۲۴)

یہ آیت خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ اہل بیت کا اطلاق بیوی پر قرآن مجید کی دوسری آیت میں بھی آیا ہے۔

﴿ أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾(۲۵)

ترجمہ: (اے ابراہیم) کی گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں کیا تو اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہے بے شک اللہ حمد کے لائق ہے اور بڑی شان والا ہے۔

اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہی مراد ہے۔ کیونکہ اس سے قبل ﴿ وَ امْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ ﴾(۲۶) کا لفظ آیا ہے۔

سیاق کلام کی روشنی میں اہل سنت کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج رسول ہیں اور آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ان کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ الفاظ کے عموم میں رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت بھی شامل ہیں اس لیے آیت کا انطباق ان پر بھی ہوسکتا ہے۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۴۵ھ۔۷۹۴ھ) سیاق کلام کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''مفسرین کو نظم کلام کی رعایت ہی سے آیات کے مفہوم کا تعین کرنا چاہیے۔ خواہ اس کے لیے لغوی معنی کی بجائے اس کے مجازی معنی ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب کشاف جب آیت کا مفہوم سیاق کلام کی رعایت سے بیان کرتے ہیں تو اس جزم کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ گویا اس کے علاوہ وہاں کوئی اور مفہوم ہو ہی نہیں سکتا (۲۷)

الغرض فہم قرآن کے لئے ضروری ہے کہ آیت کے نظم و تالیف اور سیاق و سباق یعنی ماقبل و مابعد کے مضمون پر غور وفکر کیا جائے اور آیت کا وہ مفہوم متعین کیا جائے جو نظم کلام اور ماقبل و مابعد کے منافی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ مربوط ہو۔

بامعنیٰ کلام:

کوئی بھی کلام ترکیب ہی کے ذریعے بامعنی بنتا ہے کیونکہ ہر چیز کی اصل ماہیت اور اس کے وجود کی حقیقت ترکیب ہی ہے۔ کلام کے جملہ حصے آپس میں متعلق ہوتے ہیں اور ترکیب کے بعد بامعنی بنتے ہیں۔ ان کی صورت ترکیبی ہی کلام کے معنی متعین کرتی ہے۔

امام ابن قیم (۷۵۱ھ) آیات قرآن کے درمیان مناسبت کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''کلام کا حسن یہ ہے کہ خواہ کوئی شعر ہو، خط ہو یا خطبہ، ان کے کلمات ابتداء سے انتہا تک ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جس کے اجزاء باہم دگر مربوط ہوں۔ قرآن کریم کی تمام آیات کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو'' (۲۸)

قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے۔ کسی انسانی علمی کاوش کو لے لیجیے اور اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے تمام جملوں اور فقروں کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے اور ایک جملے کا دوسرے جملے سے کوئی تعلق تسلیم نہ کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے جملوں اور فقروں کو مضمون نگار یا مصنف کی متعین کردہ ترتیب کے پیش نظر ملا کر پڑھا جائے۔ ظاہر ہے کہ مربوط فقروں سے جو معنی و مفہوم منعکس ہوگا اور اس سے پڑھنے والے کے ذہن و دماغ پر جو تاثر مرتب ہوگا وہ جدا فقروں میں ممکن نہیں۔ درحقیقت کلام میں خوبی اس کے نظام سے پیدا ہوتی ہے اور بلاغت کے لحاظ سے اگر وہ اونچا ہوتا ہے تو محض اپنے اجزاء کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے نظم و ترتیب کی بنا پر اونچا ہوتا ہے۔ کلام کے حسنِ بیان، قوتِ استدلال، دلوں میں اس کی تاثیر اور اس کی مخفی حکمتوں سے واقفیت کے لیے اس کے جملوں کی ترکیب کو سمجھنا ضروری ہے۔ پس ترکیب ہی کے ذریعے کلام با معنی بنتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی نظم کلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نظم کلام کسی کلام کا ایسا جزء لاینفک ہوتا ہے کہ اس کے بغیر کسی عمدہ کلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ عظیم ستم ظریفی ہے کہ قرآن جس کو فصاحت و بلاغت کا معجزہ قرار دیا جاتا ہے اور جو فی الواقع معجزہ ہے بھی ایک بہت بڑے گروہ کے نزدیک نظم سے بالکل خالی کتاب ہے۔ ان کے نزدیک نہ ایک سورۃ کا دوسری سورۃ سے کوئی ربط و تعلق ہے اور نہ ایک سورۃ کی مختلف آیات ہی میں باہم کوئی مناسبت و موافقت ہے۔ بس مختلف آیات مختلف سورتوں میں بغیر کسی مناسبت کے جمع کر دی گئی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسا فضول خیال ایک ایسی عظیم کتاب کے متعلق لوگوں کے اندر کس طرح جاگزیں ہو گیا جس کے متعلق دوست دشمن دونوں ہی کو اعتراف ہے کہ اس نے دنیا میں ہلچل پیدا کر دی، اذہان و قلوب بدل ڈالے، فکر و عمل کی نئی بنیادیں استوار کیں اور انسانیت کو ایک نیا جلوہ دیا۔ (۲۹)

مولانا امین احسن اصلاحی نظم کلام کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

''یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ نظم کلام، کلام ہی کا ایک جزء ہوتا ہے چنانچہ اگر اس سے صرفِ نظر کیجیے تو واقعہ یہ ہے کہ اس کے معنی کا ایک حصہ جاتا رہے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ترکیب میں ایک زائد حقیقت ہوتی ہے جو ایک چیز کے متفرق اجزاء میں الگ الگ نہین پائی جاتی۔ چنانچہ جو شخص فہم نظام سے محروم رہا تو وہ کلام کے مفہوم کے ایک بڑے حصے سے محروم رہ جائے گا۔ بلکہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ اس کا بھی وہی حال ہو جائے جو اس سے پہلے اہل کتاب کا ہوا جن کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (۳۰)

انہوں نے اس کا ایک بڑا حصہ فراموش کر دیا۔ جس کے ذریعہ سے ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی چنانچہ ہم نے قیامت تک کے لیے ان کے درمیان دشمنی اور تصادم کی آگ بھڑکا دی۔

مجھے تو یہ اندیشہ ہے یہ عدوات اور بغض جو مسلمانوں کے درمیان نظر آتا ہے اسی فراموشی کا حصہ ہو اور اگر صورت حال یہ ہے تو پھر

نہ تو اس عداوت کی آگ ٹھنڈی ہونے والی ہے اور نہ یہ اختلاف ختم ہونے والا ہے اور اس کا سبب وہی ہے جو ہم نے ابتداء میں بیان کیا کیونکہ جب کلام الٰہی کے مفہوم کے باب میں ہمارے درمیان اختلاف ہوگا تو لامحالہ ہماری خواہشات میں بھی اختلاف ہوکر رہے گا اور ہمارا حال اہل کتاب جیسا ہو جائے گا۔ ان کے لیے تو ایک مرکز امید یہ نبی تھے اور یہ قرآن جو ان اختلافات کو رفع کر سکتا تھا۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے تو ہمارے لیے تو بس یہی کتاب محفوظ ہے۔ (۳۱)

حسن ترتیب کلام کی بلاغت کا لازمی تقاضا ہے۔ بلیغ کلام کی سب سے بڑی خوبی حسنِ ترتیب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے اور قرآن مجید کو حسن و ترتیب سے عاری قرار نہیں دیا جا سکتا پھر اس کے معنی کے ربط، اس کے لوازم اور اس کی ترتیب کی پختگی میں غور و فکر کرنے کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے کیونکہ بلیغ کلام سوءِ ترتیب کو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ اس لیے اعجاز قرآن پر یقین رکھنے والوں کے لیے قرآن کے نظام اور اس کی ترتیب کی پختگی کو ماننا ضروری ہے۔

اعجاز قرآن اور نظم:

قرآن مجید کی حقانیت کی واضح دلیل اس کا اعجاز ہے اور یہ قرآن رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اس معجزے کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کے دیگر معجزات کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا لیکن کلام الٰہی کی عدیم النظیر فصاحت و بلاغت کے سامنے انہیں بھی سر تسلیم خم کرنا پڑا بلکہ قرآن کریم کی بار بار تحدّی کے باوجود وہ اس کی نظیر پیش نہ کر سکے۔

قرآن کریم کی اعجازی خصوصیات میں الفاظ کا اعجاز، ترکیب کا اعجاز، اسلوب کا اعجاز اور نظم کا اعجاز شامل ہیں۔ یعنی قرآن کریم کا ایک دقیق اعجاز اس کی آیات کے باہمی ربط و تعلق اور نظم و ترتیب میں ہے۔

مصطفیٰ صادق رافعی (۱۲۹۸ھ۔۱۳۵۶ھ) قرآن کے نظم و ضبط کی بابت لکھتے ہیں:

''قرآن کریم سب کا سب زور کلام اور ندرت بیان میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی بڑی وجہ قرآن کریم کی روح ترکیب ہے۔ جس پر کلام الٰہی کا دارومدار ہے۔ قرآن کے سوا یہ روح عربی زبان میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ اسی روح کے بل بوتے پر قرآن بشری استطاعت سے خارج ہے۔ اگر اس میں وہ روح نہ ہوتی تو اس کے اجزاء میں تباین و تفاوت نظر آنے لگتا۔ اسی روح نے اس کے اجزاء کو باہم مربوط و متصل بنا دیا ہے۔ (۳۲)

رافعی مزید لکھتے ہیں:

''الفاظ کی بندش، جملوں کی برجستگی، ترکیب کی چستی، عالمانہ انداز بیان، کوثر و تسنیم میں ڈھلے ہوئے جملے، موقع و محل کے مطابق

زور بیان یہ ایسی چیز تھی جس نے عربوں کو مبہوت و ششدر کر دیا۔ یہاں تک کہ عرب اپنی اس فطری زبان آوری کو جسے وہ بہت قوی سمجھتے تھے ضعیف سمجھنے پر مجبور ہو گئے اور کلام و خطابت کے اپنے مستحکم ملکے کو قرآنی اسلوب کے سامنے پست باور کرنے لگے۔ ان بلغاء کو اعتراف کرنا پڑا کہ اسلوب قرآنی زبان و بیان کی وہ جنس گراں مایہ ہے جس تک ان کی پرواز نہیں ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے'' (۳۳)۔

قرآن کے اس نادر اسلوب کو علامہ باقلانی (۳۳۸۔۴۰۳ھ) اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

''اشعار میں جو صنائع و بدائع پائے جاتے ہیں ان کو اعجاز قرآن کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اس لیے کہ وہ صنائع خارق عادت نہیں بلکہ پڑھنے پڑھانے اور محنت کرنے کے ساتھ ان کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً شعر گوئی اور خطابت و بلاغت میں مہارت وغیرہ۔ مگر قرآنی نظم و تالیف کی تقلید ممکن نہیں، نہ قصداً اس کا کوئی امکان ہے اور نہ اتفاقاً۔ (۳۴)

علامہ صاحب کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کسی شخص کو فصیح و بلیغ نہیں بناتا خواہ اس کا کتنا ہی مطالعہ کیا جائے اور یہی اس کا اعجاز ہے جو اس کو دوسری بلاغت کی کتابوں سے ممتاز رکھتا ہے۔

شیخ عبدالقاہر الجرجانی (۴۷۱ھ) اسلوبِ قرآن کے سچے ذوق آشنا اور علم بلاغت کے بانی ہیں وہ لکھتے ہیں:

''جب عربوں کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ قرآن کی مثل بنا کر لائیں تو اس وقت ان کو قرآن کی وہ مخصوص خوبیاں جو اپنی عبارتوں میں وہ پیدا نہیں کر سکتے تھے، ضرور معلوم ہوں گی کیونکہ یہ بات مہمل ہے کہ کوئی شخص اپنے فعل کے کسی خاص پہلو کی طرف اشارہ کیے بغیر دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ تم میری طرح اس کام کو نہیں کر سکتے۔ قرآن کی یہ خاص خوبی محض اس کے الفاظ، حروف، اعراب، اور اس کے مسجع جملوں ہی میں مخصوص نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تو عربوں کے نزدیک کوئی مشکل بات نہ تھی اس لیے قرآن مجید کی وہ خاص خوبی ترتیب اور نظم الفاظ میں ہی ہے جو ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو نزول قرآن سے پہلے نامعلوم تھے۔ (۳۵)

الغرض قرآن کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ اس کا فصیح ترین الفاظ اور ترتیب و تالیف کے ایسے بہتر طریقہ پر ہونا ہے جو کہ صحیح ترین معانی کا متضمن ہے۔ لہذا نظم قرآن کا اہتمام اس لحاظ سے بہت ضروری ہے کہ یہ قرآن کا ایک اعجاز ہے۔

نظم حکمتِ قرآن کا حصول:

نظم کلام کے ذریعے اعلیٰ حقائق تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اعلیٰ حقائق ہی کسی کلام کی اصل غایت ہوتے ہیں۔ اس لیے جو شخص نظم کو نہیں سمجھتا وہ حقائق، حکمتوں اور غایتوں سے بے خبر رہتا ہے۔ قرآن مجید حکمت اور نور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوۃ روک لینے والوں سے جو جہاد کیا اس کی دلیل انہیں نظم قرآن ہی کے اندر سے ملی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے شریعت کی رو سے وہ ہم

سے الگ ہیں اور ان کے ساتھ ہمیں قتال کا حکم ہے تو جو لوگ زکوۃ نہیں دیتے ان کیلیے بھی یہی حکم ہونا چاہیے کیونکہ زکوۃ کا ذکر ہمیشہ نماز کے ساتھ ہوا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالی کا ایسا کلام ہے جس کے فہم کے لیے تفکر و تدبر ضروری ہے اور اس سے مراد حکمت کی تعلیم ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾(۳۶)

اور بے شک یہ (قرآن) اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے، نہایت بلند اور پر حکمت۔

اس آیت میں قرآن مجید کو ''عَـلِـيٌّ'' (بلند) حکمت پر مشتمل ہونے کی بنا پر کہا گیا ہے۔قرآن مجید کے بلند ہونے کی صفت اس کے حکمت سے متصف ہونے کو لازم کرتی ہے۔حکمت کا مفہوم پختہ کرنا اور یقینی بنانا ہے۔اس لیے جب کلام کی عمارت ہی غلط طور پر اٹھائی گئی ہو اور اس کے اجزاء میں ترتیب کی خرابی پائی جائے تو یہ بات حکمت کے منافی ہے۔اسی حقیقت کو واضح کرنے کی خاطر قرآن مجید کے لیے'' عزیز'' اور'' حکیم'' کی صفات آئی ہیں۔اسی بناء پر کبھی یوں فرمایا کہ یہ کتاب ایک حکیم ذات کی جانب سے ہے۔

﴿ وَإِنَّهُ لَـكِتٰبٌ عَـزِيْـزٌ . لَا يَـأْتِيْـهِ الْبَـاطِـلُ مِـنْ بَيْـنِ يَـدَيْـهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ . تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾(۳۷)

بے شک یہ ایک بلند پایہ کتاب ہے۔اس میں باطل نہ اس کے آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔یہ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نہایت اہتمام کے ساتھ اتاری گئی ہے۔

اس آیت میں قرآن کی مضبوطی کو'' عزیز'' ہونے کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے جب کہ اس کی حکمت کو خدائے حکیم کی صفات کا تقاضا قرار دیا۔حکیم کبھی ایسا کلام نہیں کہتا جس تک باطل کا ہاتھ پہنچ سکتا ہو۔جب اس کی ذات اور اس کے بنائے ہوئے نظام میں خلل نہیں تو اس کے کلام میں کیسے نقص ممکن ہے؟

نظم کے ذریعے مستشرقین کا رد:

قرآن مجید پر مستشرقین نے جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس کی آیات میں نظم و ترتیب کا فقدان ہے یعنی ان کے نزدیک قرآن مجید منتشر افکار و خیالات کا ایک مجموعہ ہے۔اس کے اجزاء میں منفرد طور پر لفظی اور معنوی دل ربائی تو ہے لیکن وہ حسن و زیبائی نہیں ہے جو معنوی اعتبار سے منظم و مرتب کلام کا خاصہ ہے۔ذیل میں چند مستشرقین کے قرآن حکیم کی ترتیب و تنظیم

کے بارے میں افکار پیش کیے جا رہے ہیں۔

''نولڈیکے'' نے اگرچہ قرآن حکیم کے بارے میں بہت سے اعتراضات اٹھائے ہیں مگر نظم و ترتیب کے حوالے سے اس کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ سورتوں میں خیالات کے سلسلے میں اکثر خلل و انقطاع واقع ہوا ہے۔(۳۸)

۲۔ درحقیقت طویل سورتوں کے بہت سے حصے بنیادی طور پر منفرد اور الگ الگ نظر آتے ہیں بلکہ چھوٹی سورتوں میں بھی ایسے حصے نظر آتے ہیں جو پہلے موجود نہ تھے۔(۳۹)

۳۔ قرآن مجید کا ربط بالکل ٹوٹا ہوا ہے اور ہم یہ بات کرنے کا حق نہیں رکھتے کہ قرآن مجید کا بے جوڑ ہونا کسی بعد کے آدمی کا بھدا' بھونڈا اور بے ڈھنگا کام ہے بلکہ اسی طرح کے تغیر و تبدل پرانے عربی کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں۔(۴۰)

''چارلس جے۔ آدمز'' قرآن مجید کے ربط و نظم پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس میں کوئی ادبی ترتیب موجود نہیں ہے اور اس کے اجزاء بکھرے ہوئے ہیں اس کے اپنے الفاظ ہیں۔

Not only does the arrangement disegard chorronology, It also makes no effort to preseat the subject matter in systamatic fashion by beginning togather organizing all the material that may bear upon a given subject; On the contrary, to the reader who comes it for the first time. The Quran may gives the impression of having little or no logical structure at all.(41)

تھامس کارلائل 'Thomas Carlyle' قرآن مجید کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''تمام رو رعایت کے باوجود ایک شخص کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے بالخصوص اس آدمی کے لیے جو مخالف ہے کہ قرآن کی تخلیق آسمان پر ہوئی ہے دنیا کے لیے ایک بہترین نعمت کے طور پر، ایک عمدہ طرز پر لکھی ہوئی کتاب کی حیثیت سے، عمدہ چھوڑیے محض ایک کتاب کی حیثیت سے، بلکہ وہ یہ ماننے کے لیے مجبور ہوگا کہ یہ بے ربط اور منتشر مضامین کا مجموعہ ہے۔ جہاں تک تحریر کا تعلق ہے وہ یقیناً ایک لکھی ہوئی کتاب ہے لیکن شاید دنیا کی سب سے خراب لکھی ہوئی کتاب لیکن اس کے ساتھ میں کہوں گا کہ یہ ناقابل فہم نہیں ورنہ عرب اس سے اس درجہ محبت کیوں کرتے۔(۴۲)

انیسویں صدی کے ایک معروف مستشرق سر ولیم میور (Sir William Mayr) نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے:

''اس میں حد درجہ بے نظمی اور بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ مضامین ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ (chaotic ming ling of subject) ہیں۔ اس میں نہ زمانی ترتیب ہے اور نہ معنوی ترتیب۔ جو ٹکڑا مدینہ میں نازل ہوا وہ مکی ٹکڑے سے پہلے آ گیا ہے۔ بعد کا قانون پہلے قانون کا ناسخ ہے یا اس میں ترمیم کرتا ہے۔ ابھی ایک بحث چل رہی ہے کہ اچانک ایک دوسرا جملہ ایسا آ جاتا ہے جو موقع محل کے لحاظ سے بالکل بے تعلق بلکہ اجنبی ہوتا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہمارے لیے یہ باور کرنا مشکل ہے کہ اس وقت قرآن مجید جس مرتب شکل میں ہے عہد نبوی میں بھی اسی نظم وترتیب سے تھا۔ (۴۳)

مستشرقین کے نزدیک قرآن مجید کی ترتیب ناقص، سورتوں اور آیتوں کی ترتیب میں کوئی منطق نہیں اور سلسلہ کلام منتشر افکار کا مجموعہ ہے۔ درحقیقت مستشرقین کے یہ خیالات باطل ہیں۔ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ قرآن مجید تیئیس سال کے طویل عرصہ میں نازل ہوا۔ جیسے جیسے اس کا نزول ہوتا گیا آیتوں اور سورتوں کی ترتیب دینے کا کام بھی ساتھ ساتھ ہوتا گیا۔ سلسلہ نزول کے اعتبار سے ہر آیت اس وقت کی ضروریات کے لائق تھی اور مکمل پلان کے لحاظ سے ہر آیت ماقبل آیت اور بعد کی آیتوں سے مربوط ہوتی گئی۔ نزول کے اعتبار سے آیتوں میں رابطہ، تسلسل، ہم آہنگی اور منطقی ارتقاء تھا اور جب اس نزولی ترتیب سے بالکل مختلف ترتیب میں آیتوں کو پرو دیا گیا تب بھی اتنا ہی اعلیٰ رابطہ، تسلسل، ہم آہنگی اور منطقی ارتقاء پایا جاتا ہے۔ لہذا مستشرقین کی جانب سے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے حوالہ سے اٹھائے گئے اعتراضات حقائق پر مبنی نہ ہیں۔ بلکہ قومی و مذہبی تعصب، عربی زبان وادب اور قرآن کے اسالیب کلام سے عدم واقفیت کی بناء پر انہیں قرآن مجید میں نظم وترتیب کی کمی یا فقدان نظر آتا ہے۔

الغرض نظم وترتیب بامعنی کلام کا خاصہ ہے قرآن مجید کی آیات کے فہم وادراک اور صحیح مفہوم کے تعین کے لیے آیت کے سیاق و سباق پر غور کرنا ضروری ہے بصورت دیگر فہم قرآن میں گمراہی کا امکان پیدا ہو جائے گا نظم قرآن کا اعجاز ہے اور یہ حکمت قرآن کے حصول کا ذریعہ ہے اور اسی نظم قرآن ہی کے ذریعے مستشرقین کے قرآن مجید کی نظم وترتیب کے حوالہ سے اٹھائے گئے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے انہیں منہ توڑ جواب دیا جا سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی جملہ سورتوں اور آیات میں باہمی ربط ہے اس طرح مکمل قرآن مجید ایک مربوط کتاب ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)العنکبوت:۵۱

(۲)العنکبوت:۵۰

(۳) الزّخرف:۳،۴.

(۴)البروج:۲۱،۲۲.

(۵) القیامۃ:۱۶۔۱۹.

(۶)النّحل:۹۰.

(۷)مسند امام احمد بن حنبل:۴/۲۱۸.

(۸)سنن ابی داؤد، کتاب الصّلاۃ:۷۸۶.

(۹)زرکشی،البرهان في علوم القرآن:۱/۲۵۶.

(۱۰)السیوطی،الاتقان في علوم القرآن:۱/۲۱۱.

(۱۱)الشوکانی، فتح القدیر:۱/۷۲،۷۳.

(۱۲) آل عمران:۶۴.

(۱۳)الشوکانی، فتح القدیر:۱/ ۳۴۸.

(۱۴)المائدۃ:۲۷.

(۱۵) الشوکانی، فتح القدیر:۲/۳۰.

(۱۶)آل عمران:۱۰۳.

(۱۷)النّساء:۴۶.

(۱۸)فراہی،حمیدالدّین:فاتحہ تفسیر نظام القرآن:۳.

(۱۹) أحزاب:۳۲،۳۳.

(۲۰) جصاص، أحکام القرآن:۵/۲۳۰.

(۲۱)الأحزاب:۵۳.

(۲۲) قرطبی،الجامع لأحکام القرآن:۱۴/ ۲۲۷.

(۲۳) الأحزاب:۳۳،۳۴.

(۲۴)ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر:۳/۴۸۴.

(۲۵) ھود:۷۳.

(۲۶) ھود:۷۱.

(۲۷)زرکشی،البرهان في علوم القرآن:۱/ ۳۱۷.

(۲۸)ابن قیم، امام: کتاب الفوائد:۲۲۴.

(۲۹)اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن:۱/ ۱۷.

(۳۰)المائدہ:۱۴.

(۳۱)فراہی، حمید الدین، فاتحہ تفسیر نظام القرآن:۳،۴.

(۳۲)رافعی، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب:۲/ ۲۶۰.

(۳۳)م.ن:۲/ ۲۱۳.

(۳۴)الباقلانی، اعجاز القرآن:۱۶۸.

(۳۵)الجرجانی، عبدالقاہر، دلائل الاعجاز:۷۹،۸۰.

(۳۶)الزخرف :۴.

(۳۷)حم السّجدہ :۴۱،۴۲.

The Encyclopedia Britanica xvi 598.(۳۸)

Lbid 598(۳۹)

Lbid 598(۴۰)

Lbid 168(۴۱)

Thomas Carlyle, The hero as prophet, Islamic service league Bombay,35-37.(۴۲)

William Muir, The life of Muhammad, vol,1 p - vii , Edinbargh 1923.(۴۳)

فصل سوم

فکر نظم کا ارتقاء

فصل سوم: فکرِ نظم کا ارتقاء

ابتداء میں قرآنی مباحث بڑی حد تک تفسیر احادیث، آثار اور اقوال صحابہؓ تک محدود تھیں۔ جو فقہی احکام اور اسباب نزول سے متعلق ہوا کرتی تھیں۔ بعدازاں ان کا دائرہ وسیع ہوا اور لغت و معانی پر گفتگو ہونے لگی۔ اس طرح قصص قرآنی کی تشریح کے سلسلہ میں اسرائیلی مرویات بھی تفسیری ذخیرے کا حصہ بنیں۔

عہد بنوامیہ و بنوعباس:

عہد بنوامیہ میں جو کتب تصنیف ہوئیں ان میں نقل پر اعتماد نمایاں تھا۔ بنوعباس کے عروج کے ساتھ عرب و عجم کے اختلاط میں اضافہ ہوا تو مختلف ثقافتوں سے عربی فکر متاثر ہوئی اور ادباء میں وسعت نظر اور عقلیت پسندی کا رجحان پیدا ہوا۔ اسی طرح اہل تفسیر بھی قرآن مجید کے ادبی جمال، بیان اور معنوی محاسن کو اجاگر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور تفسیری کتب کی تصنیف کا انداز بدلا۔

شیخ حنفی محمد شریف کے بیان کے مطابق ابوعبیدہ معمر ابن المثنی (۲۰۹ھ) کی مجاز القرآن پہلی کتاب ہے۔ ابن ندیم وراق شیخ قطرب اصمعی کی کتاب کو پہلی تصنیف قرار دیتا ہے جس میں بعض قرآنی آیات کے مابین تعارض اور تناقض کے اشکالات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی زمانہ کی ایک اور شخصیت فراء دیلمی (۲۰۷ھ) نے تفسیر معانی القرآن لکھی۔ (۱)

فراء دیلمی کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے مکمل تفسیر قرآن لکھی۔

تیسری صدی ہجری:

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں معتزلہ کے ایک امام ابراہیم نظام (۲۲۳ھ) نے اعجاز القرآن کی بحث میں دلیل صرفہ پیش کی۔ اس دلیل کی تردید میں اس کے شاگرد ابوعثمان عمرو الجاحظ بن بحر بن محبوب الکنانی (۱۶۰ھ۔۲۵۵ھ) نے نظم القرآن لکھی۔ (۲) اور قرآن کے اسلوب بلاغت کو معجزہ قرار دیا غالباً جاحظ پہلے ادیب ہیں جنہوں نے قرآن کے بلاغی اعجاز پر کتاب لکھی (۳)

محمد ابن اسحاق ندیم نے اپنی کتاب ''الفہرست'' میں نظم القرآن مصنفہ ابن الاخشیہ اور نظم القرآن مصنفہ ابوعلی الحسن بن علی بن نصر کا ذکر کیا ہے (۴) ابن قتیبہ (۲۸۶ھ) کی تاویل مشکل القرآن کو بھی بہت مقبولیت حاصل ہوئی (۵)

اس انداز کی تصانیف سے قرآن حکیم کے بیانی اعجاز کے دلائل میں بڑا اضافہ ہوا اور پھر اس موضوع پر تالیفات کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ امام ابوداؤد سجستانی (۲۰۲ھ۔۲۷۵ھ) نے شریعۃ القرآن، شریعۃ التفسیر اور نظم القرآن کے نام سے تین کتابیں لکھیں۔

چوتھی صدی ہجری:

چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں محمد بن یزید الواسطی (۳۰۷ھ.) نے اپنی کتاب اعجاز القرآن پیش کی جو جاحظ کی کتاب نظم القرآن کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی تھی. (٦)

اس کے بعد یہ فکر عام ہوئی کہ قرآن کا اصل اعجاز اس کے نظم اور اسلوب بلاغت میں ہے۔الواسطی کے بعد ابوالحسن علی بن عیسی رمانی (۳۷۴ھ.) کا رسالہ " النکت في اعجاز القرآن "قرآن پاک کے اعجازی مباحث پر سامنے آیا. (۷)

بعد از اں آیات وسورتوں میں باہمی مناسبات وروابط پر تدبر کرنے سے دلچسپی پیدا ہوئی۔

شیخ ابوبکر نیشاپوری (۳۲۶ھ.) نے سب سے پہلے آیات اور سورتوں میں مناسبات سے متعلق سوالات اٹھائے (۸)

ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی (۴۰۰ھ.) نے اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب " علم المناسبة "تصنیف کی (۹)

علامہ حمد بن محمد خطابی (۳۱۹ھ.۔۳۸۸ھ.) فقیہ ومحدث تھے انہوں نے ''البيان في اعجاز القرآن '' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں فاضل مصنف نے کلام کے تین طبقات بنائے ہیں اور قرآنی بلاغت کو ان میں سے ہر ایک پر مشتمل قرار دیا۔خطابی کے نزدیک قرآن کے معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نظم عمدہ الفاظ فصیح اور معانی حسین ہیں۔(۱۰)

پانچویں صدی ہجری:

علامہ محمد بن طیب بن جعفر باقلانی (۳۳۸ھ.۔۴۰۳ھ.) نے اعجاز القرآن کے نام سے کتاب لکھی جس میں انہوں نے ربط کو خصوصی طور پر لیا۔اسی طرح قاضی عبدالجبار اسد آبادی (۳۵۹ھ.۔۴۱۵ھ.) نے نظم کو باقاعدہ فن کی شکل عطا کی اور ان کا اس حوالہ سے نقطہ نظر یہ ہے کہ منفرد کلام میں فصاحت کا کمال عیاں نہیں ہوتا بلکہ جب انہیں ایک مخصوص طریقے سے باہم منسلک ومربوط کر دیا جاتا ہے تو وہ ادب لافانی بن جاتا ہے۔اسی صدی ہجری میں علامہ عبدالقاہر جرجانیؒ (۴۷۱ھ) نے دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغة لکھ کر ثابت کیا کہ بلاغت کا اصل مرجع نظم کلام کے خصائص میں ہے۔

چھٹی صدی ہجری:

چھٹی صدی ہجری میں حسین بن مسعود بغوی (۴۳۳ھ.۔۵۱۶ھ.) نے معالم التنزیل کے نام سے ایک تفسیر لکھی اور اس تفسیر میں وہ آیات کے درمیان مطابقت بھی بیان کرتے ہیں۔علامہ طبرسی (۵۳۸ھ.) کی تفسیر مجمع البیان لعلوم القرآن کے مقدمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس تفسیر میں ربط آیات پر بھی بحث کرتے ہیں۔

چھٹی صدی کے نصف اول میں امام جاراللہ زمخشری (۴۶۷ھ۔۵۳۸ھ.) نے ادبی انداز میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی جس نے علم نظم ومناسبت کے ادبی وبلاغتی رجحان کو مزید ترقی دی اور مناسبات آیات کو بلاغت قرآن کا جزو قرار دیا اور اس کے مخفی پہلوؤں کو اپنی تفسیر الکشاف میں بیان کیا۔قاضی ابوبکر ابن العربی (۵۴۳ھ.) نے سراج المریدین میں علم مناسبت کو عظیم علم قرار دیا۔

ابن عطیہ اندلسی (۵۴۶ھ.) نے اپنی تفسیر"المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز"میں نظم آیات کا اہتمام کیا ہے۔

ساتویں صدی ہجری:

امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ.) نے تفسیر مفاتیح الغیب میں نظم اور ربط آیات پر خصوصی توجہ دی اور جملوں کی تقدیم وتاخیر، صیغوں کے اختلاف، الفاظ کے وصل اور فصل کے ذرا ذرا سے فرق سے بے شمار اسرار ورموز بے نقاب کیے۔امام رازی پہلے امام ہیں جو ترتیب اور نظم آیات کو الفاظ ومعانی کی طرح معجزہ قرار دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ جولوگ قرآن کے اسلوب کو معجزہ مانتے ہیں اس سے ان کی مراد ترتیب اور نظم آیات ہی کا اعجاز ہے۔(۱۱)

الشیخ الأکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ.) نے اپنی تفسیر تفسیر القرآن الکریم میں اور امام قرطبی (۶۷۱ھ.) نے تفسیر قرطبی میں ربط آیات کا خاص اہتمام کیا ہے۔

شیخ نجم الدین ابوبکر بن عبداللہ اسدی رازی دایہ (۶۵۴ھ.) نے التاویلات النجمیہ کے نام سے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر لکھی جس میں انہوں نے ربط آیات بیان کرنے کا التزام بھی کیا۔پانچویں جلد اس کا تکملہ ہے۔شیخ نجم الدین کی وفات کے بعد محمد بن احمد لقب علاؤالدولہ نسبت سمنان رکن الدین لقب (۶۵۹ھ۔۷۳۶ھ.) نے اس تکملے کو مرتب کیا۔

آٹھویں صدی ہجری:

احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی (۶۲۷ھ۔۷۰۸ھ.) اندلس کے مقام جیان میں پیدا ہوئے۔ابن الزبیر نے بہت سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور علم ومعرفت کی طلب میں بہت سے مقامات کا سفر کیا۔ابن الزبیر مختلف علوم وفنون پر بہت سی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ان کی سب سے معروف اور شاہ کار تصنیف"البرهان في تناسب سور القرآن" ہے۔یہ سور قرآنی کے باہمی ربط پر ایک اہم کتاب ہے۔علامہ سیوطیؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ابوحیان کے استاد ابوجعفر بن الزبیر نے اس موضوع پر ایک منفرد کتاب تالیف کی ہے۔اور اس کا نام"البرهان في تناسب سور القرآن"رکھا ہے۔(۱۲)

ابوحیان الأندلسی (۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں بھی نظم کا اہتمام کیا ہے۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۹۴ھ) نے البرھان فی علوم القرآن میں معرفة المناسبات بین الآیات کے تحت "مناسبت وربط آیات" پرسیر حاصل بحث کی ہے۔

نویں صدی ہجری:

علامہ علاؤالدین مھائمی (۸۳۵ھ) نے مناسبات آیات کے موضوع کو پیش نظر رکھ کر قرآن مجید کی مکمل تفسیر مرتب کی اور اس تفسیر کا نام "تبصیر الرحمن وتیسیر المنان" رکھا۔علامہ مہائمی نے اپنی تفسیر میں یہ التزام بھی فرمایا کہ ہر سورت سے پہلے آیت بسم اللہ کی تفسیر میں اس سورت کے مرکزی مضمون کو اجمالاً بیان کر دیا ہے (۱۳)

امام برھان الدّین بن عمر البقاعی (۸۸۵ھ) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "نظم الدرر في تناسب الآي والسّور" ہے۔مصنف نے اس کتاب کی تصنیف پر ۱۴ سال صرف کیے۔ڈاکٹر مصطفیٰ صادق الرافعی کے مطابق اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب تصنیف نہیں کی ہے۔اسے وہ اسرار قرآن کا محیر العقول خزانہ قرار دیتے ہیں (۱۴)۔امام بقاعی فرماتے ہیں:

"الحمد لله الذي أنزل الكتاب متناسبا سوره وآياته" (۱۵)

اللہ کا شکر ہے جس نے ایسی کتاب اتاری جس کی سور وآیات میں مناسبت پائی جاتی ہے۔

دسویں صدی ہجری:

علامہ جلال الدّین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے اس علم کی طرف خاص توجہ دی اور اس علم نے جو وسعت ان کے عہد تک اختیار کی تھی اسے سمیٹنے کی اہم خدمت انجام دی۔اس علم پر انہوں نے درج ذیل کتب تحریر کیں۔

(۱) اسرار التنزيل (۲) تناسق الدرر في تناسب السور

(۳) الاتقان في علوم القرآن (۴) قطف الأزهار في كشف الأسرار

(۵) الدرّ المنثور في التفسير بالمأثور

(۶) مراصد المطالع في تناسب المقاطع والمطالع

الاتقان في علوم القرآن میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے جس میں مناسبات اور ارتباط آیات کے وجوہ اور اسباب کے متعلق اہم اور مفید ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔"قطف الأزهار في كشف الأسرار" امام سیوطی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔آپ نے

اپنی اس کتاب میں نظم قرآن کا کافی لحاظ رکھا ہے۔آپ نے سورتوں کے درمیان باہمی ربط، آیات کے درمیان باہمی مناسبت اور بسا اوقات ایک ہی آیت کے مختلف فقرات کے درمیان باہمی ربط و مناسبت کو جگہ جگہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔نیز ایک ہی لفظ کے متعدد مواقع پر متعدد معانی کی جانب بھی اشارے کیے ہیں اور آیتوں اور سورتوں کے خواتیم کے اسرار و رموز سے بھی نقاب کشائی کی کوشش کی ہے۔

نظام الدین حسن بن محمد خراسانی نیشاپوری (۹۲۸ھ.) نے غرائب القرآن ورغائب الفرقان کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس میں انہوں نے ربط آیات کا بھی اہتمام کیا۔

مصر کے شمس الدین محمد بن الشربینی (۹۷۷ھ.) نے اپنی تفسیر السراج المنیر اور محمد بن محمد بن مصطفٰے ابوالسّعود العمادی (۹۵۱ھ.) نے اپنی تفسیر ابی السعود المسمّی ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم میں ارتباطِ آیات پر خاص توجہ دی ہے۔اسی طرح حسن بن محمد میاں جیو (۹۸۲ھ.) کی تفسیر محمدی ربط آیات پر منفرد ہے۔

گیارہویں صدی ہجری:

شیخ مبارک بن خضر ناگوری (۱۰۰۱ھ.) نے منبع عیون المعانی اور مطلع شموس المثانی میں وجوہ نظم قرآن کا اہتمام کیا۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ منور بن عبدالحمید لاہوری (۱۰۱۱ھ.) نے نظم قرآن پر ’’الدر النظیم‘‘ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

بارہویں صدی ہجری:

برصغیر پاک وہند کے عظیم محقق شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدّین (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ.) نے ’’فتح الرّحمن في ترجمة القرآن‘‘ کے نام سے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور نظم قرآن و مراد قرآنی کو لطیف تعبیر کے ذریعے ظاہر کیا۔اور اپنی نادرالوجود تصنیف ’’الفوز الکبیر في أصول التفسیر‘‘ میں مناسبات اور نظم قرآن پر اصولی بحث کی۔مناسبات کے سلسلہ میں آپ کا موقف ابن العربی اور امام فخرالدین رازی سے مختلف ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا اسی دور کی تصنیفی نکتہ سنجیوں اور تالیفی نزاکتوں کی رعایت اس میں کی گئی ہے۔قرآن مجید میں ادباء متاخرین کے ادبی رجحانات اور تصنیفی قیود و شرائط کی تلاش بے سود ہے کسی کتاب کے ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے اور ایک جملہ کا دوسرے جملہ سے ایک باب کا دوسرے باب سے ظاہری ربط اور لکھی ہوئی مناسبات کا پایا جانا عہد جاہلی یا قدیم عرب کے یہاں بلاغت کا

جز واعظم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ شرطیں اور کتاب میں ادب کی یہ قدریں ادباء متاخرین کی پیدا کردہ ہیں۔ قرآن کے مخاطب اول عرب قدیم ہیں انداز بیان میں ان کی رعایت کی گئی ہے اس لیے آیت قرآنی میں ہر جگہ ظاہری ربط اور کھلی ہوئی مناسبت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ پھر آپ یہ سوال قائم کرتے ہیں کہ: ''اگر پوچھا جائے کہ قرآن مجید میں ان مطالب ومفہوم کو بیان کرتے ہوئے ربط وترتیب کا پورا پورا لحاظ کیوں نہ کیا گیا۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: ''کہ اگر چہ خداوند تعالی کی قدرت کاملہ سے یہ کوئی بعید نہ تھا لیکن موجودہ اسلوب کے مطابق قرآن کو مرتب ومربوط پیش کرنے میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلوب بیان، ادب وزبان میں ان کی رعایت مطلوب تھی جو قرآن کے مخاطب اول تھے(۱۶)

پھر آگے چل کر شاہ صاحب اس شبہ کا بھی ازالہ کرتے ہیں کہ کیا قرآنی تعلیمات کو ایسے اسلوب میں پیش کرنا بہتر نہ ہوتا کہ بعد کے ادوار میں اس کی بلاغت متاثر نہ ہو آپ فرماتے ہیں کہ: ''شریعت کے اسرار ورموز کو جاننے والا اس بات سے واقف ہے کہ انسانوں کی تربیت میں کون کون سی چیزیں بیان کرنی چاہییں ساتھ ہی علوم پنجگانہ پر بھی اس کی نظر ہو تو یقیناً اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ قرآن میں ان علوم کو پیش کرنے کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس سے بہتر اور معیاری طریقے کا انتخاب ممکن نہ تھا(۱۷)۔ پھر آگے چل کر آپ یہ وضاحت بھی فرماتے ہیں کہ'' قرآن کا اسلوب شروع سے آخر تک مکتوب یا پیغام کا سا انداز رکھتا ہے(۱۸)

تیرھویں صدی ہجری:

مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر (۱۲۳۸ھ.) نے اپنی تفسیر نثر المرجان فی رسم نظم القرآن میں ربط آیات کا اہتمام کیا۔

شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے فکر کی ترجمانی ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ.) نے کی۔ انہیں نظم اور ارتباط آیات سے خاص نسبت حاصل ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی فارسی زبان میں ''تفسیر فتح العزیز، لطائف وظرائف اور ربط آیات کا اعلیٰ مخزن قرار دی جاتی ہے۔

بغداد کے مشہور عالم محمود آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ.) نے اپنی تفسیر'' روح المعانی في تفسير القرآن العظيم و السبع المثانی ''مرتب کی جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر سابقہ تفاسیر کے اہم مباحث کی جامع ہے۔ اس میں نظم وارتباط کو بھی بہترین عبارت میں بیان کرنے پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

چودھویں صدی ہجری:

شیخ محمد عبدہ (۱۳۲۳ھ.) نے نظم قرآن سے متعلق محیر العقول حقائق کا انکشاف فرمایا۔آپ کے تفسیری لیکچرز کو آپ کے شاگرد علامہ رشید رضا قلم بند کرتے تھے اور ''المنار'' میں شائع کرتے تھے۔آپ کے منہاج کو آپ کے شاگرد محمد مصطفی مراغی (۱۳۳۵ھ.) اور علامہ رشید رضا (۱۳۵۴ھ.) نے اپنی تفاسیر میں بڑی خوبی سے اپنایا۔

شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۵۴ھ.) نے مشکلات القرآن تحریر فرمائی جسے بعد ازاں آپ کے شاگرد مولانا یوسف بنوریؒ نے کچھ اضافہ کے ساتھ'' يتيمة البيان لمشكلات القرآن ''کے نام سے ترتیب دیا(۱۹)۔

یعسوب الدین رستکار جوئے یاری (۱۳۵۹ھ.) نے تفسیر البصائر کے نام سے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی اور اس تفسیر میں انہوں نے قرآن مجید کی آیات وسور کا نزول اور مصحف دونوں لحاظ سے باہم تناسب کو واضح کیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ.) نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں روابط آیات وسور کا التزام کیا۔نظم پر آپ نے اردو زبان میں سبيل النجاح اور عربی میں سبق الغايات في نسق الآيات کے عنوان سے دو رسالے تحریر فرمائے اور سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک الگ الگ فصلوں میں ارتباط آیات پر گفتگو کی ہے۔آپ کے خلیفہ مفتی محمد شفیعؒ (۱۳۹۶ھ.) اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۳۹۴ھ.) نے اپنی تفاسیر معارف القرآن میں آپ ہی کے نہج اور اصولوں کی روشنی میں مناسبات اور روابط کی بحثوں کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید نکات کا اضافہ کیا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۳۶۵ھ.) نے قرآن حکیم میں نظم کے مسئلہ پر چالیس سال تک غور فرمایا(۲۰) مولانا عبید اللہ سندھی کے امالی تفسیر القرآن ہم تک آپ کے دو شاگردوں کے ذریعے پہنچے ہیں۔آپ کے شاگرد عبد اللہ لغاری نے ''المقام المحمود ''مرتب کی اسی طرح دوسرے شاگرد موسی جار اللہ نے '' الهام الرحمن في تفسير القرآن ''کو مرتب کیا جو غلام مصطفے قاسمی کی تحقیق سے شائع ہوا۔موسی جار اللہ نے نظم قرآن کے سلسلہ میں'' ترتيب السورة الكريمة في النزول والمصاحف ''لکھی۔

مولانا حسین علی (۱۳۶۲ھ.) نے چالیس سال سے زائد عرصہ تک تفسیری موضوعات پر غور کیا۔آپ نے'' بلغة الحيران في ربط آيات الفرقان ''تصنیف فرمائی اور اس میں اول سورۃ سے آخر تک علیحدہ علیحدہ ارتباط اور تناسب پر بحث کر کے نظم قرآن کی بحث میں ایک قابل قدر اضافہ کیا آپ کی تفسیر جواہر القرآن آپ کے شاگرد غلام اللہ خان نے مرتب کی۔

صوبہ سرحد ضلع مردان کے مولانا محمد طاہر مصنف'' سمط الدرر في ربط الآيات والسّور وخلاصتها المختصر

لـمـن أراد أن يتـذكـر أو يتدبر " اورمولانا عبدالسلام بن عبدالرؤف مصنف" تـنـشـيـط الأذهـان و مـقـدمـة التبيان في أصـول تفسير القرآن "کی تصانیف ارتباط آیات وسور پر قابل ذکر ہیں۔

سید قطب شہید (۱۹۶۶ء۔) اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں ربط آیات کا التزام کیا۔

دور جدید کی شخصیت حمید الدین فراہی (۱۳۴۹ھ۔) نظم قرآن کے ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں۔انہوں نے اپنی عمر عزیز کے چالیس سال مکمل جاں فشانی کے ساتھ تدبر قرآن پر صرف کیے اور وہ اپنے عمیق مطالعہ،عبقریت اور ذہانت کی بنا پر اپنے بہت سے معاصرین پر سبقت رکھتے ہیں۔نظم کے حوالہ سے ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن حکیم کی ہر سورۃ کا ایک عمود یا مرکزی مضمون ہوتا ہے جو مطالب سورۃ کی شیرازہ بندی کا کام دیتا ہے۔اس کے جملہ مضامین کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے اور تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے ان سے ایک خوبصورت ہار تیار کر دیتا ہے۔عمود کا سررشتہ پوری سورت کو کثرت مضامین کے باوجود ایک وحدت میں تبدیل کر دیتا ہے۔فراہی قرآن فہمی کے سلسلہ میں ربط اور نظام کو شاہ کلید کی حیثیت دیتے ہیں۔اپنے موقف کی وضاحت کے لیے آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

تفسیر نـظـام القرآن،جس کے مقدمہ کے طور پر فاتحہ نظام القرآن کو شامل کیا،ربط و مناسبت کے اصولوں کی وضاحت کے لیے دلائـل النظام ،اسالیب پر ایک مستقل رسالہ اسـالـيـب القرآن،لغت سے متعلق مـفـردات القرآن ،قرآن کے طرز استدلال پر "حجج القرآن" اور اصول تفسیر پر تشكيل في أصول التأويل اور تأويل الفرقان بالفرقان لکھا(۲۱)۔

حمید الدین فراہی کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷ء) نے نظم قرآن کی بحث کو ایک قدم اور آگے بڑھایا۔اصلاحیؒ نے قرآن کی جملہ سورتوں کو سات گروپوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر گروپ کی تشکیل اس طرح ہے کہ اس کے آغاز میں ایک یا ایک سے زائد مکی سورتیں ہیں اور ہر گروپ کا اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر ہوتا ہے۔اس طرح مکی اور مدنی سورتوں سے مل کر ایک گروپ بن جاتا ہے۔مولانا موصوف قرآن کی مجموعی سورتوں کو بھی سات گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ان میں ہر گروپ کا اپنا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے جسے وہ علامہ فراہی کی طرح عمود کا نام دیتے ہیں۔ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ ہر گروپ کے مرکزی مضمون کے دو رخ ہیں ایک رخ مکی سورتوں میں بیان کیا گیا ہے اور دوسرا مدنی سورتوں میں،اس طرح دونوں مل کر مرکزی مضمون کی تکمیل کرتے ہیں۔مولانا کا موقف یہ ہے کہ مختلف سورتوں میں مختلف اصولی باتوں پر آفاقی،انفسی اور تاریخی دلائل وشواہد کا بیان ہے،یہ دلائل نہایت حکیمانہ ترتیب کے ساتھ بیان ہوئے ہیں،نظم و ترتیب اور کلام کے منطقی تسلسل سے صحیح واقفیت کے بغیر دین واخلاق کے اجزاء کے باہمی ربط کو سمجھنا دشوار ہے۔اسی طرح تاویل کے اختلاف کو رفع کرنے کے لیے سب سے اہم چیز عبارت کے سیاق وسباق اور نظام کی معرفت ہے۔اگر سیاق اور نظم کو ملحوظ رکھا

جائے تو اکثر مواقع پر ایک ہی قول اور ایک ہی توجیہ کے سوا دوسرے کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ مولانا اصلاحی کی تفسیر ''تدبر قرآن'' ارتباط اور نظم کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

سعید حوی (۱۴۱۰ھ.) نے اپنی تفسیر ''الأساس فی التفسیر'' میں آیات اور سورتوں کے مابین نظم کا خصوصی طور پر اہتمام کیا اور اس بات کا بھی انہوں نے دعوی کیا ہے کہ قرآن مجید کا یہ ایسا نظم ہے جو پورے قرآن مجید کو شامل بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ایک چیز کبھی عمود کی حیثیت سے آتی ہے، کبھی ضمنی مضمون کی حیثیت ہے، کبھی وہ چیز اجمال، اور کبھی تفصیل کے ساتھ آتی ہے۔ بعض اوقات کبھی ایک چیز مؤخر اور کبھی مقدم ہوتی ہے، کبھی تنہا اور کبھی مقابل کے ساتھ، کبھی ایک چیز کے ساتھ اس کا جوڑ ہوتا ہے، کبھی دوسری چیز کے ساتھ بالکل یکساں مضمون مختلف صورتوں میں مختلف زاویوں سے سامنے آتا ہے۔ الغرض قرآن مجید اول تا آخر ایک منظم اور مربوط کلام ہے۔ جس کے فہم کے لیے نظم کی معرفت ناگزیر ہے۔ نظم قرآن پر تصنیف و تالیف پر کام ابتدائی صدیوں میں ہی ہو گیا تھا اور ابتداء میں نظم و ربط کو بلاغت کے معنی میں لیا جاتا تھا کچھ علماء نے نظم قرآن کے حوالہ سے صرف آیات قرآنیہ کے مابین ربط پر اور کچھ نے سور قرآنیہ کے مابین ربط پر کتب لکھیں اکثر علماء نے اپنی تفاسیر میں ان مقامات پر ربط آیات و سور کا عملی طور پر التزام کیا جہاں نظم و ربط واضح تھا بہت کم ایسی تفاسیر ہیں جن میں پورے قرآن مجید کی ہر آیت و سور کے مابین ربط واضح کیا گیا ہو

حواشی وحوالہ جات

(۱)حفنی محمد شریف، مقدمه بديع القرآن:۳۷.

(۲)شوقی ضیف،ڈاکٹر،البلاغة تطور و تأريخ:۵۸.

(۳)صبحی صالح،ڈاکٹر، مباحث في علوم القرآن:۳۶.

(۴)ابن ندیم،الفهرست:۶۳.

(۵)رضوان علی سید،ڈاکٹر، مقدمه الفوائد في مشكل القرآن لحرّ بن عبدالسّلام:۶۳.

(۶)صبحی صالح،ڈاکٹر: مباحث في علوم القرآن:۳۶.

(۷)محمد خلف اللہ احمد ڈاکٹر، مقدمه أثر القرآن في تطور النقدالعربى:۱۴.

(۸)الرافعی،مصطفیٰ صادق،اعجاز القرآن و البلاغة النبوية:۲۴۴.

(۹)صارم،عبدالصمد الأزہری،تاریخ التفسیر:۱۳۳.

(۱۰)خطابی،حمد بن محمد؛البيان في اعجاز القرآن:۹.

(۱۱)رازی، تفسير مفاتيح الغيب:۲/۵۶۴.

(۱۲)سیوطی، الاتقان في علوم القرآن:۲/۲۶۷.

(۱۳)المہائمی،علاء الدین بن احمد، تبصير الرحمن و تيسير المنان:۱/۲.

(۱۴)الرافعی،مصطفیٰ صادق،اعجاز القرآن و البلاغة النبوية:۲۷۷.

(۱۵)البقاعی،برہان الدین؛ نظم الدرر في تناسب الآيات و السّور:۱/۲.

(۱۶)شاہ ولی اللہ،الفوز الكبير:۱۲.

(۱۷)م.ن

(۱۸)م.ن

(۱۹)بنوری،محمد یوسف: يتيمة البيان لمشكلات القرآن:۲۷.

(۲۰)عبیداللہ سندھی،شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ:۱۶.

(۲۱)سبحانی محمد عنایت اللہ: مولانا حمید الدین فراہی:۱۵۳۔۱۶۸.

خلاصة الباب

۱) نظم کے لغوی معنی ملانا اور جوڑنا کے ہیں جب کہ اصطلاح میں نظم قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید اول تا آخر ایک منظم اور مربوط کلام ہے۔

۲) بعض علماء نے نظم کے لیے تناسق، توافق، تناسب اور ربط کی تعبیر اختیار کی ہے۔

۳) ربط کبھی جلی، کبھی خفی اور کبھی اخفی ہوتا ہے۔

۴) قرآن مجید کی آیات وسور میں چھ قسم کا ربط ہو سکتا ہے۔

ا۔ سورتوں کے درمیان ربط، ۲۔ آیات کے درمیان ربط، ۳۔ ایک آیت کے مقدم ومؤخر میں ربط، ۴۔ قرآن مجید کی ابتداء وانتہاء میں مناسبت، ۵۔ خواتم سور کا متصل سورت کے فواتح سے ربط، ۶۔ ہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہاء میں مناسبت

۵) فہم قرآن کے لئے سیاق وسباق کا لحاظ رکھنا اور مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۶) قرآن مجید کی آیات کا وہ مفہوم مدنظر رکھنا چاہیے جو نظم کلام اور ماقبل ومابعد کے منافی نہ ہو۔

۷) قرآن مجید ایک معجزہ ہے اس لیے اسے نظم وترتیب سے عاری قرار دینا درست نہیں۔

۸) قرآن مجید کا دقیق اعجاز اس کی آیات کے باہمی ربط وتعلق اور نظم وترتیب میں ہے۔

۹) نظم حکمت قرآن کے حصول کا ذریعہ ہے۔

۱۰) نظم قرآن کی بدولت قرآن مجید کی ترتیب کے حوالہ سے مستشرقین کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کا رد کیا جا سکتا ہے۔

۱۱) ابتدائی دور میں نظم وربط کو بلاغت کے معنوں میں لیا جاتا تھا۔

۱۲) بعض علماء نے فن نظم پر علیحدہ سے کتب لکھیں اور بعض نے اپنی تفاسیر میں قرآن مجید کی آیات وسور میں عملی طور پر نظم کا التزام کیا ہے۔

۱۳) نظم قرآن پر تصنیف وتالیف کا آغاز ابتدائی صدیوں میں ہی ہو گیا تھا۔

۱۴) حمید الدین فراہی فہم قرآن میں ربط ونظام کو شاہ کلید کی حیثیت دیتے ہیں۔

باب سوم

نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ

فصل اوّل: نظم قرآن کے حامی علماء اوران کا نقطہ نظر

بحث اوّل: پہلی صدی ہجری تا پانچویں صدی ہجری

بحث دوم: چھٹی صدی ہجری تا دسویں صدی ہجری

بحث سوم: گیارہویں صدی ہجری تا تا حال

فصل دوم: حمید الدّین فراہی اور نظم قرآن

فصل سوم: نظم قرآن کے مخالف علماء اوران کا نقطہ نظر

فصل اوّل

نظم قرآن کے حامی علماء اور ان کا نقطہ نظر

فصل اوّل: نظم قرآن کے حامی علماء اوران کا نقطہ نظر

بحث اوّل: پہلی صدی ہجری تا پانچویں صدی ہجری

قرآن مجید علوم ومعارف کا بحرِ بےکراں اور علم وحکمت کا ایک خزانہ ہےاور انسانی زندگی کے لیے جامع نظام پیش کرتا ہے۔قرآن مجید دنیا کی بہترین ادبی کتاب ہےاس کا اندازِ تکلم،اسلوب اور طرزِ استدلال آغاز نزول سے لےکر آج تک معجزہ رہا ہےاور ہمیشہ رہے گا۔ قرآن مجید کا دل کش اور دقیق اعجاز اس کے اسلوب میں نظم کا اعجاز ہےابتداء میں قرآن مجید میں ترتیب ومناسبت کے اظہار کے لیے نظم و مناسبت کی دونوں اصطلاحیں استعمال ہوتی تھیں اوران دونوں کا رخ زیادہ تر ادب و بلاغت کی جانب رہا ابتدائی دور میں بلاغی معیار کی تحسین کے لیے شعراور کلام عرب کی طرف رجوع کرنے کا ذوق عام تھا۔زیادہ تر الفاظ وجملوں کی تراکیب کی طرف توجہ دی جاتی تھی،پہلی پانچ صدیوں میں معانی القرآن،غریب القرآن،لغات القرآن اور المصادر فی القرآن جیسے موضوعات پر تصانیف کی گئیں پھر اسلوب القرآن جملوں کے معنوی نظم اور الفاظ کے معنوی روابط سے دل چسپی بڑھی اور مجاز القرآن،نظم القرآن اور مشکل القرآن جیسی تصانیف وجود میں آئیں۔

ابتداء میں قرآن کے بلاغی مباحث کا دائرہ بڑی حد تک الفاظ،جملوں کی ترکیب،مفرد مضامین کی لفظی اور معنوی خوبیوں تک محدود رہا پھر قرآن مجید کی آیات وسور میں نظم ومناسبت کے متعلق غور وفکر کی ابتداء ہوئی ذیل میں پہلی پانچ صدیوں میں نظم ومناسبت کے موضوع پر ہونے والے کام کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔درج ذیل مشہور واہم علماء اور ادیبوں نے قرآن کے ادبی اعجاز اور نظم ومناسبت کے معجزانہ پہلوؤں پر بحثیں کی ہیں۔

۱۔فراء دیلمی (۲۰۷ھ.)

۲۔ابوعبیدۃ معمر بن المثنی (۲۱۰ھ.)

۳۔امام ابراہیم نظام (۲۲۳ھ.)

۴۔ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (۲۵۵ھ.)

۵۔ ابن قتیبۃ (۲۸۶ھ.)

۶۔ابوہاشم الجبائی (۳۰۳ھ.)

۷۔ محمد بن یزید الواسطی (۳۰۶ھ.)

۸۔ ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد السجستانی (۳۱۶ھ.)

۹۔ احمد بن سہل ابوزید بلخی (۳۲۲ھ.)

۱۰۔ ابوبکر احمد بن علی المعروف بابن الأخشید معتزلی (۳۲۶ھ.)

۱۱۔ شیخ ابوبکر نیشاپوری (۳۲۶ھ.)

۱۲۔ ابوالحسن علی بن عیسی الرمانی (۳۷۴ھ.)

۱۳۔ علامہ حمد بن محمد خطابی (۳۸۸ھ.)

۱۴۔ ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی (۴۰۰ھ.)

۱۵۔ علامہ محمد بن طیب الباقلانی (۴۰۳ھ.)

۱۶۔ قاضی عبدالجبار اسدآبادی (۴۱۵ھ.)

۱۷۔ عبدالقاہر جرجانی (۴۷۱ھ.)

فراء دیلمی (۲۰۷ھ.) نے تفسیر معانی القرآن میں بیان اور وجوہ نظم کے بارے میں لکھا۔ ابوعبیدہ معمر ابن المثنی (۲۰۹ھ.) نے مجاز القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فن تفسیر میں بیانی اور ادبی بحثوں کا آغاز کیا گیا۔ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں معتزلہ کے امام ابراہیم نظام (۲۲۳ھ.) نے اعجاز القرآن کی بحث میں دلیل صرفہ پیش کی۔ یعنی عربوں میں قرآن سے معارضہ کرنے کی صلاحیت تھی مگر اللہ تعالی نے اس صلاحیت کو سلب کر لیا تھا۔ اس کے شاگرد ابوعثمان عمرو الجاحظ بن بحر بن محبوب الکنانی (۱۶۰ھ۔۲۵۵ھ.) نے نظم القرآن لکھی۔ ابوالحسین خیاط (۲۷۰ھ۔۳۳۰ھ.) اپنی کتاب ''الانتصار'' میں جاحظ کی کتاب نظم القرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جس نے مشبہ کے رد میں' تاریخ میں نبوتوں کے اثبات میں اور نظم قرآن میں عمرو الجاحظ کی کتابیں پڑھی ہیں، اسے معلوم ہوگا کہ اسلام میں ان کا ایک عظیم کردار ہے جس سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا۔ اس بنیاد پر اللہ تعالی انہیں ضائع نہیں کر سکتا۔ قرآن کے نظم، ندرت ترتیب اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر حجت ہونے کے سلسلے میں جاحظ کی کتاب کے علاوہ اور کوئی دوسری کتاب نہیں (۱)

جاحظ (۱۵۰۔۲۵۵ھ.) نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قرآن کا نظم اور اس کا ارتباط دوسرے تمام کلاموں سے مختلف ہے۔ اس نظم کو جاننے اور گہرائی و گیرائی میں جانے کے لیے عربی

ادب سے واقفیت ضروری ہے۔اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کی نظر عربی شاعری، رجز، مخمس، مزدوج اور عرب کے اعلیٰ پایہ کے خطبوں اور نثری شہ پاروں پر ہوگی (۲)

رافعی جاحظ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’فصنّف أديبنا الجاحظ (٢٥٥) كتابه (نظم القرآن) وهو فيما ارتقى إليه بحثنا أول كتاب أفرد لبعض القول في الإعجاز أفيما يهيء القول به ‘‘(۳)

ہمارے مشہور ادیب جاحظ نے ایک کتاب (نظم القرآن) تألیف کی، ہماری تحقیق کے مطابق اعجاز القرآن کے جزوی پہلو پر علیحدہ سے لکھی جانے والی سب سے پہلی تصنیف ہے۔

معجم الأدباء میں جاحظ کے نظم کے حوالہ سے تحریر ہے:

’’قرآن کریم کو اوّل سے آخر تک پڑھ لیں، اس کی عبارت میں کوئی جھول نہیں، معانی کے لحاظ سے باریکی اور عمدگی پر مشتمل ہے، طرز بیان میں انتہائی جاذبیت اور استحکام ہے، اس کی سورتیں اور آیات آپس میں مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں، جیسے کاندھے سے کاندھا ملائے ہوئے لوگوں کی قطار ہے۔اس کے الف سے ی تک ہر ہر جملہ میں اعجاز کی روح جاری وساری ہے، سانچے میں ڈھلے ہوئے ڈلے کی طرح اس کے اجزاء آپس میں اس طرح پیوست ہیں کہ ان میں نہ علیحدگی محسوس ہوتی ہے اور نہ اجنبیت، گویا موتیوں کی ایک نہایت دیدہ زیب لڑی ہے جس میں حروف، کلمات اور جملے (موتی) منظم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مرتب اور ایک دوسرے سے بغایت پیوست ہیں یا ایسے ہیروں کا نادر روزگار ہار ہے جو اپنی چمک دمک سے آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہا ہے۔اس میں نتیجہ کلام مبدأ کلام کے ساتھ ایسا مربوط ہے کہ گویا یہ اس کے لیے غایت ومطلوب ہے اور اوّل سے آخر تک یہ ساری کیفیات اس (معانی والفاظ) میں یکساں پائی جاتی ہیں۔(۴)

جاحظ نے نظم القرآن، نظام معتزلی (م ۲۳۱ھ/ ۸۴۵ء) کی تردید میں تحریر کی جس میں اعجاز قرآن، جمع وترتیب قرآن، نظم قرآن، اسلوب قرآن، مجاز واستعاراتِ قرآن اور الفاظ قرآن پر اظہار خیال کیا ہے۔لیکن اب جاحظ کی یہ کتاب دستیاب نہ ہے۔لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میدان میں انہیں اولین اور مقدم حیثیت حاصل ہے۔بعد کے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا ہے۔چنانچہ بعد کے مصنفین کی کتابوں میں جاحظ کے خیالات کی چھاپ نظر آتی ہے۔جاحظ کی تقلید میں متعدد علماء نے اپنی کتابوں کا نام ’’نظم القرآن‘‘ رکھا، مثلاً:

۱۔ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد سجستانی (م ۳۱۶ھ.)(۵)

۲۔احمد بن سہل ابوزید بلخی (م ۳۲۲ھ/۹۳۴م۔)(۶)

۳۔ ابوبکر احمد بن علی المعروف بن الأخشید معتزلی (۳۲۶ھ/۹۳۶ء۔)(۷)

لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے۔اسی طرح جاحظ کے مباحث سے استفادہ کرنے والوں میں واسطی (۳۰۶ھ۔)رمانی (۳۸۲ھ۔) باقلانی (۴۰۳ھ۔)اورزملکانی (۶۵۱ھ۔)وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

امام ابوداؤد بجستانی (۲۰۲ھ۔۔۳۱۶ھ۔) نے شریعۃ القرآن، شریعۃ التفسیر اور نظم القرآن کے نام سے تین کتابیں لکھیں۔نظم القرآن کا تذکرہ تو ملتا ہے لیکن یہ کتاب دستیاب نہ ہے۔اسی طرح ابن قتیبہ (۲۸۶ھ۔) کی تاویل مشکل القرآن کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم نے جن لوگوں کو ابتدا میں مخاطب کیا وہ نزول آیات کے اسباب، تاریخی پس منظر، حالات اور مسائل سے مکمل طور پر آشنا تھے۔تابعین اور تبع تابعین کے عہد تک تو حالات ایسے ہی رہے لیکن بعدازاں کلام کی مخفی کڑیوں سے عدم واقفیت بڑھی جس سے بہت سے اشکالات نے جنم لیا۔پھر عجمی علوم وفنون کے تراجم ہوئے اور تصنیف وتالیف کے فن میں تنوع پیدا ہوا۔ادب وزبان کے اسلوب اور تنقید کے اصول بدلے تو قرآن حکیم میں محاسن کی تلاش اجزاء کے ساتھ کل کی روشنی میں بھی ہونے لگی۔آیات وسور میں باہمی مناسبات وروابط اوران کے مجموعی سلسلہ پر تدبر سے دل چسپی پیدا ہوئی۔

چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں محمد بن یزید الواسطی (۳۰۶ھ۔) نے اعجاز کے مستقل عنوان سے اپنی کتاب اعجاز القرآن پیش کی جو غالباً جاحظ کی کتاب نظم القرآن کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی۔رافعی لکھتے ہیں:

"بیدأن أول كتاب وضع لشرح الاعجاز وبسط القول فيه على طريقتهم في التأليف إنما هو فيما نعلم كتاب (إعجاز القرآن) لأبي عبدالله محمد بن يزيد الواسطی"(۸)

(باوجودیکہ اعجاز کی شرح وتفصیل پر ہماری معلومات کے مطابق لکھی جانے والی پہلی تصنیف اُبوعبداللہ محمد بن یزید الواسطی کی (اعجاز القرآن) ہے)

"ویقال إن أول من أظهر هذا العلم الشيخ أبوبكر نيشابوری وكان غزير المادة في الشريعة والأدب ... ثم كان يزري على علماء بغداد فهم لا يعلمون هذه المناسبات"(۹)

کہا جاتا ہے کہ اس علم کو ظاہر کرنے والی سب سے پہلی شخصیت شیخ ابوبکر نیشاپوری کی ہے۔وہ شریعت وادب پر بھرپور معلومات

سے مالا مال تھے...وہ علماء بغداد کو مناسبت آیات سے لاعلمی کی وجہ سے کم اہمیت دیتے تھے

شیخ ابوبکر نیشاپوری (۳۲۶ھ.) نے سب سے پہلے آیات وسور میں مناسبات سے متعلق سوالات اٹھائے اور ان میں باہمی وجوہ اور حکمتوں پر بحث کی ابتداء کی اور اس جدید نہج سے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے پر زور دیا۔ ابوبکر نیشاپوری اہل عراق کے نظم کے اس علم سے غفلت برتنے کی شکایت فرمایا کرتے تھے.

ابوالحسن علی بن عیسی الرمانی (۳۷۴ھ.) کا رسالہ ''النکت فی اعجاز القرآن'' قرآن پاک کے اعجازی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کرتا ہے۔(۱۰)

رمانی کے نزدیک نظم قرآن بلاغت اور فن کے اعجاز میں سے ہے۔ جسے اس نے اپنے ذوق وصلاحیت کے مطابق اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور قرآنی آیات کو بطور مثال پیش کیا ہے اس نے بلاغت و بیان کے میدان میں نئے اضافے کر کے متقدمین پر سبقت لے جانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

خطابی (۳۱۹ھ۔۳۸۸ھ.) سب سے پہلا مصنف ہے جس کا موقف یہ ہے کہ نظم ہی سب سے زیادہ اعجاز قرآن کی وضاحت کرتا ہے۔ خطابی نے کلام کے تین طبقات بنائے ہیں۔ اور قرآنی بلاغت کو ان میں سے ہر ایک پر مشتمل قرار دیا ہے۔ خطابی کے نزدیک قرآن کے معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نظم عمدہ، الفاظ فصیح اور معانی حسین ہیں اس نے توحید کی تعلیم دی شرک سے اجتناب کی تلقین کی اطاعت الٰہی پر ابھارا، حلال وحرام اور جائز و ناجائز کے ضابطے بنائے۔ وعظ وتبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول واضح کیے اور ان ساری تعلیمات کو نظم کی لڑی میں اس طرح منسلک کر دیا کہ ذرا سا دھاگہ ٹوٹا اور سارے موتی منتشر ہو گئے۔ قرآنی بلاغت ادب کے تمام اسالیب کی جامع ہے جس کی نظیر انسانی وجود پیش نہیں کر سکتا۔ الفاظ کو اس طرح مربوط بنا دیا گیا ہے کہ اگر انہیں ان کے مخصوص مقام سے ہٹا کر کہیں اور رکھ دیا جائے تو مفہوم گڑبڑ ہو جائے یا وہ چاشنی اور رونق باقی نہ رہے جو قرآن میں موجود ہے (۱۱)۔ لہذا خطابی کے نزدیک بلاغت تین عناصر پر مشتمل ہے۔(۱) الفاظ (۲) معانی (۳) نظم۔

خطابی کے نزدیک نظم کی اہمیت الفاظ اور معانی سے زیادہ ہے۔ الفاظ کو خاص ترکیب سے رکھا گیا ہے تا کہ مطلوبہ معانی حاصل کیے جا سکیں۔ خطابی نظریہ صرفہ کی بھی تردید کرتے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی (۴۰۰ھ.) نے علم المناسبۃ کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب تصنیف کی۔(۱۲)

علامہ محمد بن طیب بن جعفر الباقلانی (۳۳۸ھ ۔۴۰۳ھ ۔) نے عربی زبان میں اعجاز القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں اعجاز کو مختلف زاویوں سے پرکھا اور قرآن کے اسلوب بیان پر مختلف زاویوں سے بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کس حد تک ادبی تنقید کے ذریعے ہم اعجاز قرآن کے اسرار کو سمجھ سکتے ہیں اور قرآن کریم کا ادبی اعجاز خود اس امر پر شاہد عدل ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تحدی کے باوجود کوئی انشاء پرداز قرآن مجید کی کوئی ایک آیت کی بھی نظیر پیش نہیں کر سکا۔

انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو جامعیت، اسلوب، فصاحت و بلاغت، لطافت معانی، فوائد جلیلہ اور حکم کثیرہ میں قرآن کا مقابلہ کر سکے۔ قرآن مجید کے الفاظ جملے آیات کا آغاز و اختتام، صوتی زیر و بم، معانی و مطالب، ترتیب اور نظم و نسق عبارت سبھی اپنی اپنی جگہ معجزہ ہیں۔ بلاغت کے سلسلہ میں باقلانی کا ایک خاص تنقیدی مسلک ہے جس کی تشریح فن بلاغت و انتقاد کے ماہرین نے اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے (۱۳)۔

باقلانی کے نزدیک قرآن کے اعجاز کے تین پہلو ہیں: (۱) غیب کی پیشین گوئیاں (۲) حضور ﷺ کے امی ہونے کے باوجود سابق انبیاء اور آسمانی کتب کا تفصیلی تذکرہ۔ (۳) قرآنی بلاغت.

مصنف کہتے ہیں کہ قرآنی نظم انوکھا، تالیف و ترکیب نادر اور بلاغت اپنے معراج کو پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں تک خلقت کے لیے رسائی محال ہے (۱۴)۔ باقلانی کی کتاب 'اعجاز القرآن' دراصل اس وقت کے منکرین اعجاز کی تردید میں لکھی گئی تھی۔ لیکن اس نے قرآنی بلاغت پر بھی شافی گفتگو کی ہے اور جاحظ کی کتاب سے بھی تعرض کیا ہے (۱۵)۔ باقلانی کا یہ نظریہ بڑی حد تک درست ہے کہ ایک عجمی جو قرآنی ادب کے محاسن سے واقف نہ ہو اسلوب بیان کی خصوصیات، امتیازی صفات اور نظم و ربط کی برکتوں کا لذت آشنا نہ ہو وہ قرآن کے اعجاز سے باخبر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ عرب جو فصاحت و بلاغت سے دلچسپی نہ رکھتا ہو قرآن کی معجزانہ حیثیت کو نہیں جان سکتا۔ ایسے لوگ استدلال کی زبان کو ہی سمجھ سکتے ہیں اور قرآن کے طرز استدلال کو دیکھ کر اس کے اعجاز کے قائل ہو سکتے ہیں (۱۶)۔

باقلانی نے اعجاز پر باقاعدہ ایک فصل قائم کی ہے اور بتایا ہے کہ کلام کا اعجاز کس چیز کی وجہ سے ہے۔ کیا منظوم و مرکب حروف کی وجہ سے معجزانہ شان پیدا ہو گئی ہے؟ یا قائم بالذات کلام کی وجہ سے اس کا اعجاز ابھر کر سامنے آیا ہے؟ یا اعجاز کی وجہ کچھ اور ہے؟ مصنف کا خیال ہے کہ قرآن کا چیلنج اس وجہ سے واقع ہوا کہ وہ قرآن جیسے منظم حروف نہ پیش کر سکے جو نظم میں بے مثل تھے یہی نظم حروف خدائی کلام کی حکایت اس کی نشانیاں اور دلالت تھے (۱۷)۔

ڈاکٹر شوقی ضیف نے باقلانی کے خیالات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فاضل مصنف نے اعجاز القرآن کے سلسلہ میں کوئی نئی

بات نہیں کہی ہے۔ جاحظ نے نظم قرآن کے جمال میں اعجاز کا کمال دیکھا تھا اور رمانی نے اسے بلاغت کے اعلی معیار پر فائز تسلیم کیا تھا۔ باقلانی نے انہی دونوں چیزوں کا معجون پیش کر دیا ہے۔ بلاغت کے اعلی معیار کی تفسیر و توضیح باقلانی نے بدیع کے ان وجوہ واسباب کی تردید سے کی ہے جسے ابن معتز، قدامہ اور ابو احمد عسکری وغیرہ بیان کر چکے ہیں۔ البتہ ان سب چیزوں میں انہوں نے حسن نظم اور جمال تالیف کا جلوہ دکھایا ہے۔ فاضل مصنف کے نزدیک ان تمام نکات اور ادبی رموز کا انحصار نظم اور تشکیل پر ہے جب تک کلام منظم، مربوط اور منسلک نہ ہو فصیح نہیں ہو سکتا۔ بغیر حسن تالیف اور جمال ربط کے کوئی کلام ادب و بلاغت کے اعلی معیار تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ باقلانی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسباب بدیع کے ذریعہ اعجاز قرآن کو نمایاں کرنے کے نظریہ پر بھرپور تردید و تنقید کی اور رمانی کی وجوہ بلاغت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی کوشش کی۔ یہیں سے باقلانی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے نظم قرآن کے اسرار و رموز پر بحث کرنے کی کوشش کی۔ اگر چہ گہرے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان رموز و اسرار کی تصویر کشی میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ نظم قرآن کا کوئی واضح تصور ان کے پاس موجود نہ تھا اور ایک مبہم فکر کا سہارا لے کر انہوں نے یہ عظیم ذمہ داری اٹھائی تھی جسے کما حقہ انجام نہ دے سکے (۱۸)۔

قاضی عبدالجبار اسد آبادی (۳۵۹ھ۔۴۱۵ھ) نے نظم کو باقاعدہ فن کی شکل عطاء کی انہوں نے واضح طور پر لکھا کہ مفرد کلام میں فصاحت کا کمال عیاں نہیں ہوتا بلکہ جب انہیں ایک مخصوص طریقے سے باہم منسلک و مربوط کر دیا جائے تو وہ ادب لافانی بن جاتا ہے۔ ہر کلمہ کے لیے ایک مخصوص صفت اور متعین مقام بھی ہونا چاہیے جہاں سے اسے ہٹا دیا جائے تو شیرازہ معانی منتشر ہو جائے۔

قاضی عبدالجبار اسد آبادی اپنی اس خاص فکر میں نظم معانی کی وہ خشت اولین رکھ دیتے ہیں جس پر عبدالقاہر جرجانیؒ نے پوری عمارت تعمیر کی ہے اور اپنی تصنیف "دلائل الإعجاز" میں نظم کلام پر شرح و بسط سے پہلی بار گفتگو کی ہے۔ عام طور پر لوگ فن نظم کا بانی عبدالقاہر جرجانی کو قرار دیتے ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جرجانی سے بہت پہلے اس معتزلی مصنف قاضی عبدالجبار اسد آبادی نے اس فن کی بنیاد رکھ دی تھی۔ یہ درست ہے کہ جرجانی نے اس کی واضح تفسیر و تشریح کی اسے ایک خاص صورت عطاء کی لیکن اس نظریہ کا اصل موجد جرجانی نہیں بلکہ قاضی عبدالجبار ہیں (۱۹)۔

قاضی اسد آبادی کے استاد ابو ہاشم الجبائی (۲۳۵ھ۔۳۰۳ھ) کے خیال میں کلام فصیح اس وقت ہوتا ہے جبکہ الفاظ عمدہ اور معانی حسین ہوں۔ ان دونوں چیزوں کا وجود ناگزیر ہے کیونکہ الفاظ کا جادو ہو لیکن معانی کا حسن نہ ہو تو کلام فصیح نہیں ہوتا۔ نظم کبھی ایک رہتا ہے کبھی طریقہ بدل جانے سے بدل جاتا ہے لیکن حسن الفاظ اور حسن معانی ہر نظم اور ہر طریقہ میں موجود ہو سکتا ہے۔ گویا شیخ کے نزدیک نظم

فصاحت کی تفسیر نہیں کرتا کیونکہ اس میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے اور ایک ادیب دوسرے ادیب سے اس میدان میں سبقت لے جایا کرتا ہے گویا ابو ہاشم، جاحظ وغیرہ ان ادباء پر تنقید کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے نظم قرآن کو اعجاز کا سبب سمجھا ہے اور شوقی ضیف کے الفاظ میں گویا کلام میں لفظ اور معنی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اس لیے فصیح کلام انہی دونوں کی خوبیوں سے مزین ہوگا۔ کوئی تیسری چیز اس میں دخیل نہ ہوگی (۲۰)۔

قاضی اسد آبادی اپنے استاد کی فکر پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآنی فصاحت حسن الفاظ اور حسن معانی کے ساتھ مخصوص طریقہ نظم بھی چاہتی ہے۔ قاضی صاحب اشاعرہ کے نظم معانی کی فکر کی تردید کرتے ہیں۔ اشاعرہ کے ہاں نظم معانی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے جب کہ قاضی نظم الفاظ اور ترکیب وارتباط کلام پر زیادہ توجہ صرف کرتے ہیں (۲۱)۔

عبدالقاہر جرجانی اور نظم قرآن:

عبدالقاہر جرجانی (۴۷۱ھ) علم بلاغت کے بانی اور امام ہیں۔ وہ علم وادب اور بلاغت وفصاحت کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ شافعی المذہب تھے۔ علم وفن کے مختلف میدانوں میں اپنی تصانیف چھوڑی ہیں۔ قرآنیات کے میدان میں دلائل الاعجاز اپنے موضوع پر جامع ومانع منفرد تحریر ہے۔ جرجانی نے اپنے پیش رووں سے آگے بڑھ کر علم اعجاز کی دنیا میں نئی جہتیں تلاش کی ہیں۔ اسرار البلاغہ میں تشبیہ، استعارہ، مجاز وغیرہ بلاغت کے اہم ابواب پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔

جرجانی دلائل الاعجاز میں نظریہ صرفہ کی تردید کرتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن اپنی بلاغت وفصاحت کی وجہ سے معجزہ ہے ان کے خیال میں ہر نبی کو معجزہ دیا گیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی نبوت کو ثابت کرتا رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا معجزہ قرآن ہے اور اس وقت نظم کی شکل میں بیان، بلاغت، اور تصریف نے قرآن کے اعجاز کو دوام بخش دیا (۲۲)۔

عبدالقاہر جرجانی دلائل الاعجاز' میں علم بلاغت اور نظم، فکر الفاظ ومعانی اور نظم، علم نحو اور نظم، علم معانی اور نظم، علم بیان اور نظم اور علم بدیع ونظم پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔ ذیل میں مذکورہ عنوانات کے حوالہ سے جرجانی کے خیالات کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔

علم بلاغت اور نظم:

علامہ جرجانیؒ بلاغت اور نظم کے بارے میں فرماتے ہیں: ''بلاغت وفصاحت اور بیان و براعت کا مفہوم اس کے سوا کچھ نہیں کہ کلام اپنے مفہوم و مدعا کے اظہار میں واضح اور مکمل ہو اور جس صورت اور پیکر میں وہ کلام پیش کیا گیا ہو وہ دل کش، باوقار، خوب صورت اور بارونق ہو کہ دلوں پر چھا جائے۔ انسانوں کو فوراً اپنی طرف متوجہ کرے، دماغ اور ذہن کو اپیل کرے اور مخاطب کے قلب میں انفعالی کیفیت پیدا ہو جائے۔ یہ اسی طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ مدعا کے اظہار کے لیے جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ سب سے بہتر ہو جن الفاظ کا استعمال کیا

جائے وہ ان مفاہیم کے لیے مخصوص مزین اور موزوں ہوں اور کلام میں مزید حسن اور جمال پیدا کرسکیں (۲۳)۔

یعنی الفاظ کتنے ہی حسین اور پر شکوہ ہوں اگر انہیں ان کے صحیح مقام پر نہ رکھا جائے اور نظم و ربط کے اصولوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو وہ بلاغت و فصاحت پیدا نہیں کر سکتے۔ مفرد الفاظ میں بلاغت نہیں ہوتی بلکہ جب انہیں ایک لڑی میں پرو دیا جائے اور وہ ایک دوسرے سے مربوط ہو جائیں اور ان کی دلالت بھی واضح ہو وہی جملے فصاحت و بلاغت کی معراج کو پہنچ جاتے ہیں۔

فکر الفاظ و معانی اور نظم:

عرب نقادوں نے اس امر پر بڑی تفصیلی گفتگو اور بحث کی ہے کہ الفاظ کا حسن ادبیت کا جامہ عطاء کرتا یا معانی کی تاثیر کلام کو فصیح بناتی ہے یا دونوں مل کر کلام کی فصاحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ الفاظ سے بے نیاز ہو کر معنوی حسن کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے اور الفاظ پر اس حیثیت سے بھی زور دیا گیا ہے کہ نظم کلام میں معانی کی دلالت کا الفاظ ہی ذریعہ ہیں۔

عبدالقاہر جرجانی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ الفاظ سے بے زار ہو کر محض معانی کا حسن ادبیت اور بلاغت کو نمایاں کرنے کے لیے کافی نہیں ہے اگر اس نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک شخص قرآن کے اعجاز کا انکار کر سکتا ہے۔ اگر معنی و مفہوم کی اہمیت محض اس کے غریب و نادر ہونے یا حکمت و اخلاق پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہوتی تو فصاحت و بلاغت کا سارا ذخیرہ دریا برد کر دیا جاتا اور نظم و تالیف کلام پر مشتمل سارا لٹریچر بے کار ہو کے رہ جاتا۔ نظم و ربط کی افضلیت باطل ہو جاتی اور کلام کی معجزانہ حیثیت ختم ہو جاتی (۲۴)۔

فاضل مصنف الفاظ کی جادو بیانی اور لفظی بازی گری کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں الفاظ کے تکلف اور ثقالت میں اگر مفہوم مبہم یا دھندلا نظر آنے لگے تو ان کا استعمال ادبیت کے خلاف ہے صنائع و بدائع کا زبردستی استعمال ادبیت کو فروغ نہیں دیتا نہ خیرہ کن اور بھاری بھرکم جملے معانی کی صحیح ادائیگی کرتے ہیں بلکہ یہ اسلوب ایک طرح سے قبح اور بدصورتی کی علامت ہے جس میں دھونس اور جبر کا دخل زیادہ ہوتا ہے (۲۵)۔

مصنف محض معانی کے حسن پر فریفتہ نہیں ہوتے نہ محض لفظی جمال ان کی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے اور نہ ان دونوں کا حسین امتزاج فصاحت و بلاغت پیدا کرنے میں معاون ہے بلکہ ان کے خیال میں الفاظ اور جملوں کی ترتیب اور ربط و نظام وہ جوہری شے ہے جو کلام کو ادبی شکل دیتی اور معنی مراد کے مطابق اجزاء کلام میں بے مثال خوب صورتی پیدا کرتی ہے۔ اگر کسی مفہوم کا ذہن میں سب سے پہلے آنا ضروری ہے تو اس کے لیے استعمال ہونے والا لفظ بھی گویائی میں سبقت و اولیت حاصل کرے گا۔ اس صورت میں یا تو نظم و ترتیب کے ذریعہ جو معنی جلوگر ہو رہا ہے اس سے پہلے الفاظ مقصود ہوں اور نظم کا نظریہ نظم الفاظ پر مشتمل سمجھا جائے یا ترتیب کے بعد ایک ایسی فکر کی

ضرورت محسوس کریں جو الفاظ کو نسق و مناسبت کے ساتھ استعمال کرے تو یہ باطل اور واہمہ ہے۔ نظم الفاظ پر آپ غور و فکر کر ہی نہیں سکتے جب تک کہ ان کے حالات و اوصاف کو آپ اچھی طرح نہ سمجھ لیں (۲۶)۔

عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک الفاظ و معانی اور نظم کے درمیان تعلق یہ ہے کہ نظریہ نظم، الفاظ و معانی کے نظریہ کے پس پردہ ہے۔ نظم کا نظریہ ان معانی کا حاجت مند ہے جن کی ترتیب کلام میں اور نفس دلالت میں ضرورت پڑتی ہے۔

اور ان معانی کو اسناد، خصائص، مبتداء و خبر، متعلقات فعل، وصل و فصل، اور قصر، ایجاز و اطناب وغیرہ میں تلاش کیا جا سکتا ہے (۲۷)۔

علم نحو اور نظم:

عبدالقاہر جرجانی کے خیال میں کلام میں نظم و ترتیب اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ جملوں کو ایک دوسرے سے متعلق کیا جائے الفاظ کو باہم مربوط بنایا جائے اور ایک دوسرے سے مل کر معانی کی تکمیل ہو، اور ایک دوسرے کا سہارا لے کر ادبیت اور بلاغت کا مظہر سامنے آئے گویا تعمیر ارتباط اور تالیف ہی نظم کی بنیاد ہے اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ کسی اسم کو مثال کے طور پر فاعل یا مفعول بنا لیا جائے یا دو اسم ہوں اور ان میں سے ایک مبتدا اور دوسری خبر بن جائے یا ایک دوسرے کی صفت کے طور پر یا تاکید یا بدل کے طور پر استعمال ہو یا کلام مکمل ہونے کے بعد اسم آئے اور وہ صفت حال یا تمیز بن کر آئے یا کلام میں نفی، استفہام یا تمنا کا مفہوم پیدا کرنے کے لیے ان پر متعلق حروف داخل کر دیے جائیں یا شرط و جواب شرط کی صورت ہو تو اس کے لیے خاص حرف یا اسم کے بعد کلام کا آغاز ہو اسی طرح متعدد صورتیں ممکن ہیں جن کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ جملہ صورتیں علم نحو کے دائرہ میں داخل ہیں (۲۸)۔

علم معانی اور نظم:

نحو کے مسائل کا علم معانی سے گہرا ربط ہے کیونکہ نظم کا دائرہ دراصل نحوی بلاغت ہے اور نحو کے مسائل جس انداز میں علم معانی میں زیر بحث آتے ہیں انہیں سے نظم کا سرا ہاتھ آتا ہے جرجانی نے دلائل الاعجاز میں تقدیم و تاخیر، تعریف و تنکیر، ذکر و حذف، خبر کی متعدد صورتوں، حال کے استعمالات، فصل و وصل کے مواقع اور قصر وغیرہ کی مثالوں کے ذریعے تعبیر کی نحوی خوب صورتی اور جمال کو واضح طور پر پیش کیا ہے۔ عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک ان تمام چیزوں کا تفصیلی مطالعہ کیے بغیر قرآن کے نظم کو سمجھنا مشکل ہوگا۔ اور اعجاز نظم کے تمام پہلو اس پر آشکارا نہ ہو سکیں گے۔

علم بدیع اور نظم:

علامہ جرجانی کا اس امر پر اصرار ہے کہ بلاغت وفصاحت تو معنی ومفہوم کی پیداوار ہوتا ہے۔ الفاظ ہمیشہ معانی کے تابع ہونے چاہییں اور ان کی ترتیب معنی ومقصود کے حساب سے ہونی چاہیے ان کے نزدیک ادبیت اور بلاغت کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ الفاظ معانی کے اعتبار سے اس طرح استعمال کیے جائیں کہ ان میں آورد، تکلف، صناعت اور ابہام وایہام کا دخل نہ ہونا چاہیے اسالیب میں کیسا ہی تنوع لانا پڑے اور طرز تعبیر میں کیسی ہی ترمیم کرنی پڑے۔ اس بحث میں علامہ جرجانی نے متعدد ایسے بدیعی ڈھانچوں سے تعرض کیا ہے جن سے لفظیت کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن لغوی منہاج اور فکر نظام سے وہ ہم آہنگ ہیں۔ مثال کے طور پر تجانس کا معاملہ اس وقت حسین اور موزوں معلوم ہوگا جب کہ ان کے مفہوم کا موقع ومحل محمود اور موزوں ہو اور جمع وترتیب کا وسیلہ دور دراز کا نہ ہو پھر وہ ابو تمام اور جاحظ وغیرہ کے نثری اور شعری سرمایوں کی مثال دے کر ان پر تبصرہ کرتے ہیں (۲۹)۔

علم بیان اور نظم:

عبدالقاہر جرجانی نے نظم کا فلسفہ بیان کرتے وقت علم معانی کے اصول ومبادی وضع کیے اور انہیں نظریہ نظم سے مربوط کر دیا۔ دلائل الاعجاز میں وہ انہیں کبھی علم بیان سے موسوم کرتے ہیں اور کبھی علم فصاحت کے نام سے اسی طرح استعارہ کا بدیع سے تعلق قائم کرتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ جرجانی کے نزدیک بدیع، بیان اور معانی کے جو نام دیے گئے ہیں وہ سب ایک ہی علم یعنی علم بلاغت کے اندر شامل ہیں، الغرض جرجانی قرآنی اعجاز کو معانی سے منسوب کرتے ہوئے بڑے وثوق، حکمت اور استحکام کے ساتھ ایسی بات ثابت کرتے ہیں تا کہ نظم قرآن کا نظریہ واضح ہو سکے۔

علامہ عبدالقاہر جرجانی کے نظریہ نظم پر جدید وقدیم مصنفین نے ان کی تعریف وتائید میں قلم اٹھایا اور بعض لوگوں نے تنقید وتنقیح کی۔ ان نظریات وافکار اور ان پر ہونے والی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی انہوں نے قرآن میں نظم ومناسبت کے علم کو ادب وبلاغت کے حوالہ سے لیا ہے۔ جرجانی کے نظریات پر جدید مطالعہ کرنے والے علماء کے نام درج ذیل ہیں:

استاد محمد خلف اللہ، استاد محمد ابراہیم مصطفیٰ، ڈاکٹر ابراہیم انیس، ڈاکٹر بدوی طبانہ، استاد امین خولی، ڈاکٹر مصطفیٰ ناصف، ڈاکٹر مندور، خفاجی، ڈاکٹر درویش جندی، ڈاکٹر احمد بدوی، حمید الدین فراہی اور ڈاکٹر طہ حسین کے نام شامل ہیں۔

بحث ثانی: چھٹی صدی ہجری تا دسویں صدی ہجری

پانچویں صدی ہجری تک علم نظم ومناسبت کا رخ زیادہ تر بلاغت کی جانب رہا، چھٹی صدی ہجری میں علامہ زمخشری نے ادبی انداز میں قرآن مجید کی تفسیر ''الکشاف'' لکھی اس تفسیر نے علم نظم ومناسبت کے ادبی وبلاغی رجحان کو مزید ترقی دی جس سے نظم ومناسبت کے نئے پہلو سامنے آئے۔ چھٹی صدی ہجری کے بعد علم نظم ومناسبت نے باقاعدہ ایک فن کی شکل اختیار کر لی اور اسے بطور اصول تفسیر مانا جانے لگا۔ دسویں صدی ہجری تک بہت سے علماء نے اس فن پر علیحدہ سے کتب لکھیں اور بعض نے قرآن کریم کی تفاسیر میں قرآن مجید کی آیات وسور میں باہمی ربط کا عملی طور پر التزام کیا اور نظم قرآن کی اہمیت کے پیش نظر اسے فہم قرآن کے لیے ضروری سمجھا جانے لگا۔ ذیل میں چھٹی صدی ہجری تا دسویں صدی ہجری نظم قرآن کے حوالہ سے مختلف مشہور واہم علماء ومفسرین کے نظریات کا جائزہ لیا جا رہا ہے:

۱۔علامہ جاراللہ زمخشری (۵۳۸ھ.)

۲۔ابوعلی فضل بن حسن طبرسی (۵۴۸ھ.)

۳۔قاضی ابوبکر بن عربی (۵۴۳ھ.)

۴۔ابن عطیہ الأندلسی (۵۴۶ھ.)

۵۔امام فخرالدین رازی (۶۰۶ھ.)

۶۔الشیخ الأکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ.)

۷۔ابن زبیر الثقفی الغرناطی (۷۰۸ھ.)

۸۔ابوحیان الاندلسی (۷۴۵ھ.)

۹۔ابوالفداء اسماعیل عمادالدین ابن کثیر (۷۷۴ھ.)

۱۰۔امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی (۷۹۴ھ.)

۱۱۔مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (۸۱۲ھ.)

۱۲۔علامہ مخدوم مہائمی (۸۳۵ھ.)

۱۳۔امام برہان الدین بقاعی (۸۸۵ھ.)

۱۴۔جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ.)

۱۵۔محمد بن محمد مصطفیٰ ابوالسعود العمادی (۹۵۱ھ۔)

۱۶۔شمس الدین محمد بن شربینی (۹۷۷ھ۔)

۱۷۔حسن بن محمد میاں جیو (۹۸۲ھ۔)

۱۸۔شیخ محمد بن الشیخ اُبوالحسن صدیقی شافعی اشعری مصری (۹۹۳ھ۔)

علامہ جاراللہ زمخشری (۵۳۸ھ۔) اور نظم قرآن:

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (۴۶۷ھ۔۔۵۳۸ھ۔) کی تصانیف ادب و بلاغت، فقہ و تفسیر، حدیث و اصول حدیث، تاریخ وجغرافیہ، کلام و منطق غرضیکہ ہر علم وفن سے تعلق رکھتی ہیں۔ان میں سب سے اہم تصنیف الکشاف ہے جو قرآن مجید کی ادبی و بلاغتی تفسیر ہے۔اس تفسیر کی دیگر خوبیوں کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اس میں قرآن کے ادبی محاسن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس پہلو سے قرآن کا اعجاز ثابت کیا گیا ہے۔قرآن کے ادبی اسالیب بلاغتی نمونے اور ادبی تمثیلات کی اس سے بہتر انداز میں گفتگو دوسری تفسیروں میں نہیں ملتی۔زمخشری کے نزدیک قرآن دو پہلوؤں سے اعجازی صفت کا حامل ہے۔ایک تو اپنے نادرالوجود نظم و ترتیب کی وجہ سے دوسرے غائب کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے۔

علامہ زمخشری قرآن مجید کی آیت:

﴿ فَاعْلَمُوْآ اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ ﴾(۳۰)

''(اور اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں) تو جان لو کہ وہ خدا کے علم سے اترا ہے''

کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن جیسی دس سورتیں لانے کا مطالبہ کیا گیا اور یہ وضاحت کردی گئی کہ اگر وہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ یہ کتاب الٰہی ہے اور علم خداوندی کی روشنی میں یہ تحریریں مرتب ہوئیں اور ان چیزوں کا علم صرف خدا ہی کو ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں جو عظیم الشان نظم کارفرما ہے وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور غائب کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ان تک ان کی رسائی نہیں ہوسکتی (۳۱)۔

سورۃ یونس میں ہے:

﴿قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾(۳۲)

''کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنالاؤ اور خدا کے سوا جن کو تم بلاسکو تو بلالو''

اس آیت میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر مشرکین مکہ کے اعتراضات صحیح ہیں تو قرآن جیسی ایک سورت ہی تصنیف کر کے دکھا دیں اور جن جھوٹے معبودوں کو مدد کے لیے بلانا چاہتے ہوں بلالیں لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ جو چیز ان کے علم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مآل بھی ان کے سامنے نہیں آیا اس کو انہوں نے خواہ مخواہ جھٹلا دیا۔

یہاں زمخشری نے ﴿وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ (۳۳)

''ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی ہی نہیں''

کی تعبیر و تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''أنه كتاب معجز من جهتين من جهة اعجاز نظمه ومن جهة ما فيه من الأخبار من الغيوب فتسرع إلى التكذيب به قبل أن ينظروا في نظمه وبلوغة حد الإعجاز (۳۴)''

کہ کتاب الٰہی دو حیثیتوں سے معجزہ ہے۔ ایک تو اس کا نظم معجز نما ہے اور دوسرے غیب کی خبریں اور پیشین گوئیاں انسانی رسائی سے ماوراء ہیں لیکن ان مشرکین نے قرآن کے اعلیٰ درجہ نظم پر غور نہ کرنے کی وجہ سے اور غیب کی باتوں کی سچائی پر دھیان نہ دینے کے سبب فوراً اس کی تکذیب کر دی۔

سورۃ حج میں اللہ نے فرمایا:

﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ أَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ﴾ (۳۵)

ترجمہ: وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ۔ یہ ہے گمراہی کی انتہا۔ وہ ان کو پکارتا ہے جن کا نقصان ان کے نفع سے قریب تر ہے۔

پہلی آیت میں معبودان باطل کے نافع وضار ہونے کی قطعی نفی کی گئی ہے لیکن اگلی آیت میں ان کے نقصان کو ان کے نفع سے قریب تر بتایا گیا ہے جس سے کسی حد تک ان کے حق میں نفع وضرر کا اثبات ہوتا ہے اس طرح دونوں آیات میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے اور نظم کلام گڑ بڑ ہو جاتا ہے۔ اس کی توجیہ کرتے ہوئے صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اگر مفہوم سمجھ میں آ جائے تو یہ غلط فہمی رفع ہو جاتی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالی کافروں کو اسی وجہ سے کم عقل قرار دے رہا ہے کہ وہ ان جمادات کی پرستش کرتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں حالانکہ کفار اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب ان سے شفاعت کی درخواست کی جائے گی تو وہ کام آ جائیں گے پھر قرآن کہتا ہے کہ قیامت کے دن جب وہ دیکھ لیں گے کہ بتوں کی پرستش بے سود رہی اور وہ جہنم میں جا رہے ہیں تو پکار اٹھیں گے کہ ان کا نقصان

ان کے نفع سے قریب تر تھا۔ یا اس کا دوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان بتوں کی عبادت کررہے ہیں جو نہ ضار ہیں نہ نافع ہیں پھر فرمایا کہ معبود ہونے کی حیثیت میں ان کا نقصان ان کے شفیع ہونے کی حیثیت میں ان کے فائدے سے قریب تر ہے یعنی قیامت میں ان کی شفاعت کام آئے گی یا نہیں یہ تو بعد کی بات ہے یہاں فوری نقصان یہ ہورہا ہے کہ انہیں معبود بنا کر یہ کافر اپنا دین وایمان کھو بیٹھے (۳۶)۔

سورۃ مؤمنون کی ابتدائی نو (۹) آیات میں پہلے مؤمنین کی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کا مکرر تذکرہ کیوں ہوا؟ صاحب کشاف اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں تکرار بالکل نہیں ہے بلکہ دو مختلف اشیاء کا تذکرہ ہے۔ پہلے نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنے کی صفت بیان ہوئی اور آخر میں نمازوں کی حفاظت کرنے کی یعنی وہ سہو کا شکار نہیں ہوتے وقت پر نمازیں ادا کرتے ہیں۔ ارکان کو اطمینان سے بجالاتے ہیں اور نماز کے اہتمام وانصرام اور قیام کی ذمہ داری انجام دیتے ہیں۔

دوسرا نکتہ زمخشری یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں نماز بصیغہ واحد (صلوٰتھم) استعمال ہوئی ہے۔ جس کا مقصد جنس نماز میں خشوع کا ذکر کرنا ہے چاہے وہ کوئی نماز ہو اور آخری آیت میں بصیغہ جمع (علی صلواتہم) آئی ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ نمازوں کی جو اعداد ہیں ان سب کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں یعنی پنج وقتہ نمازیں، وتر، ہر نماز کی سنتیں، نماز جمعہ، عیدین، نماز جنازہ، استقاء، کسوف، خسوف، نماز چاشت، تہجد، صلوۃ التسبیح، صلوٰۃ الحاجۃ، وغیرہ تمام نمازوں اور نوافل کی محافظت کرتے ہیں (۳۷)

اس طرح علامہ زمخشری یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہاں تکرار محض نہیں ہے بلکہ نظم کلام کی رو سے دو مختلف مفاہیم مراد لیے گئے۔

علامہ زمخشری نے قرآن مجید کے مشکل مقامات کا باہمی ربط اور تناسق وترتیب دکھانے میں کمال درجہ کے تبحر علمی کا ثبوت دیا ہے۔ سورۃ شعراء میں حضرات ابراہیم علیہ السّلام بتوں کے پجاریوں سے سوالات کرتے نظر آتے ہیں۔ ان آیات کے ربط ونسق پر زمخشری نے اچھی روشنی ڈالی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ إِذْقَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُوْنَ . قَالُوْا نَعْبُدُ أَصْنَاماً فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِيْنَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ إِذْتَدْعُوْنَ. أَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ أَوْ يَضُرُّوْنَ . قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا أَبَآءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ. قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ . أَنْتُمْ وَأَبَآؤُكُمُ الْأَقْدَمُوْنَ . فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ . الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ . وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ. وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ . وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ. وَالَّذِيْٓ أَطْمَعُ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَومَ الدِّيْنِ . رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْماً وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ. وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْأٰخِرِيْنَ. وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ .وَاغْفِرْ لِأَبِيْٓ إِنَّهٗ كَانَ مِنَ

الضَّآلِّيْنَ. وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ . يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ . إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾(۳۸).

ترجمہ: ''اور انہیں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ سناؤ جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا میں ہم لگے رہتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا یہ تمھاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ یا یہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے اس پر ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمھارے پچھلے باپ دادا بجالاتے رہے؟ میرے تو یہ سب دشمن ہیں۔ بجز ایک رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز جزا وہ میری خطا معاف کردے گا۔ (اس کے بعد ابراہیم علیہ السّلام نے دعا کی) اے میرے رب مجھے حکم عطاء کر اور مجھ کو صالحین کے ساتھ ملا اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطاء کر اور مجھے جنت کے وارثوں میں شامل فرما اور میرے باپ کو معاف کردے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔ اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جب کہ سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو''۔

علامہ زمخشری ان آیات کی تفسیر کرنے کے بعد آخر میں کہتے ہیں کہ دیکھیے ابراہیم نے مشرکین کے ساتھ کتنے مربوط اور مرتب انداز میں گفتگو کی ہے۔ پہلے ان کے بتوں اور معبودان باطل پر سوالیہ انداز میں چوٹ کی ہے۔ پھر ان کی بے بضاعتی اور مجبوری سے پردہ اٹھایا ہے کہ یہ نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی کو نقصان دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ محض اپنے باپ دادا کی تقلید میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ اب استدلال کو آگے بڑھانے کے بجائے بتوں کے سلسلہ میں سوال یہیں ختم کر دیا کہ ان کے بے بس اور لاچار ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے اپنے سامنے مسئلہ کی تصویر رکھی اور موقع سے فائدہ اٹھا کر تخلیص کے اسلوب کو استعمال کرتے ہوئے اللہ رب العزت کی طرف گفتگو کو موڑ دیا اور تخلیق سے وفات کے سارے مراحل کا ذکر کر کے خدا کی تعظیم وتسبیح کی اور آخرت میں اس کی مغفرت کی توقع کا اظہار بھی کیا۔ اس کے بعد آپ نے مخلصین ومؤمنین کی دعا مانگی اور اس دعاء کو آخرت کے دن اور وہاں کے ثواب وعقاب اور اس دن مشرکین کی حسرت وندامت سے جوڑ دیا کہ آج جس ضلالت وسفاہت میں وہ گھرے ہوئے ہیں کل روز قیامت انہیں افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہ دنیا میں دوبارہ واپس آنے کی تمنا کریں گے تاکہ ایمان واطاعت کی روش پر چل سکیں (۳۹)۔

سورۃ اعراف میں آدم وابلیس کا قصہ بیان ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے متعلق خاتمہ کی آیت یہ ہے۔

﴿قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾(۴۰)

ترجمہ: فرمایا اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامان زیست ہے اور فرمایا وہیں تم کو جینا اور مرنا ہے اور اسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائے گا۔

اس کے بعد جو آیت آ رہی ہے بظاہر اس کا ماسبق سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا لیکن علامہ زمخشری بڑا حسین ربط پیدا کر دیتے ہیں وہ آیت یہ ہے:

﴿يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾(۴۱)

اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمھارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمھارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقوی کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں''۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ یہ آیت سیاق کلام سے منقطع ہو کر علی سبیل الاستطراد آ گئی ہے اس سے پہلے کے واقعہ میں ہبوط آدم کا تذکرہ تھا اور کہا گیا تھا کہ آدم کے ستر کھل گئے اور وہ اپنے جسم کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ یہاں اس کا ذکر کر کے اللہ تعالی اپنے احسان کا اظہار کر رہا ہے اور اس بات سے باخبر کر رہا ہے کہ ننگا پن اور عریانیت باعث فضیحت و رسوائی ہے اور ستر پوشی تقوی کا ایک عظیم باب ہے(۴۲)۔

نظم قرآن اور اختلاف قراءت:

علامہ زمخشری اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں اسی قراءت کو ترجیح دیتے ہیں جو سیاق و سباق کو دیکھتے ہوئے اپنے مفہوم کے اعتبار سے دوسری قراءتوں سے زیادہ قوی ہو اور کلام کے داخلی نظم و نسق سے ہم آہنگ ہو۔ مثلاً سورۃ انفال میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾(۴۳)

اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے''۔

اس آیت میں ''فَـــأن''میں دوقراءتیں ہیں: ایک ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اور دوسری کسرہ کے ساتھ۔فتحہ کی قراءت مشہور اور متداول قراءت ہے لیکن جعفی نے ابوعمرو سے کسرہ کے ساتھ روایت کی ہے یعنی '' فَإِنَّ '' کی قراءت بھی آتی ہے لیکن علامہ زمخشری نے مشہور قراءت کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ ان کے نزدیک مفہوم کا استحکام ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ " فَـأَنَّ لِلّٰـهِ "مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اس کی تقدیر اس طرح ہے کہ'' فحق او ر فو اجب أن لله خمسه '' یہاں ایجاب اور تاکید کے نقطہ نظر سے مشہور قراءت زیادہ زور اور تاکید رکھتی ہے گویا مفہوم اس طرح مکمل ہے کہ جو مال غنیمت وصول ہو اس میں خمس نکالنا واجب ہے اس میں کمی کرنا کسی طرح درست نہ ہوگا۔ یہ مفہوم اس طرح زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب خبر محذوف ہو جاتی ہے تو بہت سے مقدرات کا احتمال رہتا ہے انہیں کھول دیا جائے تو عبارت اس طرح مکمل ہوگی۔'' ثابت واجب حق لازم ان للہ خمسہ'' (اس مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنا ثابت ہے واجب ہے فرض ہے لازم ہے)(۴۴)۔

قرآن مجید ایک دوسرے مقام پر مشرکین پر اظہار ملامت کے انداز میں کہتا ہے:

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَّقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِباً﴾(۴۵)

''بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ محض جھوٹ بکتے ہیں''

یہاں ''کلمۃ''میں دوقراءتیں ہیں ایک کلمۃ (رفع کے ساتھ) کی اور دوسرا کلمۃ نصب کے ساتھ کی۔ رفع کی صورت میں کلمۃ تمیز واقع ہوگی۔ علامہ زمخشری نصب کی قراءت مشہورہ کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ معنی ومفہوم کے اعتبار سے یہ زیادہ مؤثر اور بلاغت انگیز ہے اور اس میں تعجب کا مفہوم بھی شامل ہو جاتا ہے گویا یہ بات اس طرح ادا کی گئی ہے کہ'' ما أكبرها كلمة تخرج من أفواههم''

یعنی کتنی بڑی بات کہہ دی ہے انہوں نے تعجب ہے ان پر۔(۴۶)

الغرض تفسیر کشاف میں نظم قرآن کے حوالہ سے دی گئی درج بالا مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ زمخشری نے تفکر وتدبر کی راہ اپنا کر اور عربی ادب پر عبور حاصل کر کے قرآن کی آیات میں نظم وربط تلاش کیا اور اسے اپنی تفسیر میں عملاً منطبق کر کے دکھایا۔ اس طرح تفاسیر کی دنیا میں زمخشری نے اس عظیم کام کا سب سے پہلے بیڑہ اٹھایا اور قرآن کو منظم ومربوط دکھانے کی کوشش کی۔ البتہ قرآن کی بہت سی آیات ایسی بھی ہیں جو نظم کلام کے اعتبار سے مشکل ترین آیات کہی جاسکتی ہیں لیکن زمخشری نے ان کی طرف بالکل دھیان نہیں دیا ہے اور ان آیات کی سرسری تفسیر وتوضیح سے گزر گئے ہیں۔ زمخشری قرآن کے اعجاز کو اس کے نظم واسلوب میں پنہاں بتاتے ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ اعجاز کا ادراک اور اس تک رسائی فنون بلاغت کے سہارے ہی سے ممکن ہے۔ فنون بلاغت کے ذریعے قرآنی اعجاز کا اثبات وانکشاف ہی وہ چیز

ہے جس کی وجہ سے تفسیر کشاف پورے تفسیری ادب میں منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اسی لحاظ سے زمخشری ایک نئے تفسیری رجحان کے بانی کہلائے جاتے ہیں۔

ابوعلی فضل بن حسن طبرسی مشہدی (۵۳۸ھ.) نے مجمع البیان لعلوم القرآن کے نام سے تفسیر لکھی۔شیعہ کی نگاہ میں یہ بڑے عالم و فاضل، مفسر، محدث اور فقیہ تھے، انہوں نے اپنی تفسیر میں ربط آیات کا بھی اہتمام کیا۔ چنانچہ طبرسی اپنی تفسیر کے طرز و انداز پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''میں نے ہر سورۃ کے شروع میں بتایا ہے کہ آیا یہ مکّی سورت ہے یا مدنی۔ پھر اس کی آیات کے شمار میں جو اختلاف ہے اس پر روشنی ڈالی ہے اگر اس کی قراءت میں اختلاف واقع ہوا ہے تو وہ بھی بیان کیا ہے۔ پھر عربیت، لغت اور اعراب سے متعلق نحوی بحث کی ہے، بعد ازاں اسباب نزول، معانی و مطالب، فقہی احکام، تاویلات اور قصص و واقعات کو ذکر کیا ہے۔ پھر ربط آیات پر بحث کی ہے۔ میں نے قرآن کریم کی عربیت اس کے اعراب اور معانی کے بارے میں بڑی ٹھوس اور جان دار گفتگو کی ہے جو ادیب کے لیے مفید، نحوی کے لیے سودمند، قاری کے لیے بصیرت افروز، محدث، فقیہ اور متکلم کے لیے رہنما ثابت ہو سکتی ہے (۴۷)۔

نظم و ربط میں خدمات کے ضمن میں قاضی ابو بکر بن عربی (۵۴۳ھ.) اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں بیان کرتے ہیں:

قرآن مجید کی آیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط دینا کہ وہ سب مل کر ایک باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ اور مسلسل معانی کا ایک مجموعہ کلام اور ایک کلمہ معلوم ہونے لگیں، نہایت ہی شریف اور عظیم علم ہے اور بجز ایک عالم کے کسی نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس نے بھی سورۃ البقرۃ میں اس کو عملی جامہ پہنایا تھا اور پھر اللہ پاک نے یہ دروازہ ہم پر کھول دیا۔ مگر ہمیں جب اس کا کوئی طالب نظر نہ آیا اور خلق کو ست و کاہل دیکھا تو ان مباحث کو ہم نے نہیں پھیلایا اور یہ رمز اپنے اور خداوند کریم کے درمیان محدود رکھ کر اس کا تکملہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیا (۴۸)۔

ابن عطیہ الأندلسی (۵۴۶ھ.) اور نظم قرآن:

قاضی ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ الاندلسی نے ''المحرّر الوجیز في تفسیر الکتاب العزیز'' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اپنی اس تفسیر میں وہ نظم قرآن کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں:

''فبهذا جاء نظم القرآن في الغاية القصوى من الفصاحة ولهذا النظر يبطل قول من قال إن العرب كان من قدرتها أن تأتي بمثل القرآن فلما جاء محمد صرفوا عن ذلك وعجزوا عنه''(۴۹)

اس طریقہ سے نظم قرآن فصاحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے۔اس نقطہ نظر سے اس شخص کا قول باطل ٹھہرتا ہے جو کہتا ہے کہ عرب کے لیے ممکن تھا کہ وہ قرآن کے مثل لاسکیں لیکن جب محمد ﷺ تشریف لائے تو ان سے یہ طاقت سلب کر لی گئی اور وہ اس سے عاجز آ گئے۔

امام فخر الدّین رازی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) اور نظم قرآن:

اسم گرامی محمد بن عمر بن حسین کنیت ابو عبداللہ نسبت رازی اور لقب فخر الدین ہے۔آپ ابن الخطیب شافعی کے نام سے معروف تھے،آپ علم تفسیر،علم کلام،علوم عقلیہ اور علم لغت میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔آپ نے مختلف و متعدد علوم وفنون میں لازوال تصانیف کا ایک ذخیرہ چھوڑا ہے۔تفسیر مفاتیح الغیب فخر الدین رازی کی مایہ ناز تصنیف ہے اس تفسیر کا دامن کلامی مباحث،مضامین،فلسفہ اور مباحث ریاضی سے لبریز ہے۔

اس تفسیر کی دیگر خصوصیات اور خوبیوں کے علاوہ ایک بے مثال خوبی ربط آیات وسور ہے۔ایک آیت کا دوسری آیت سے تعلق اور سورتوں کے مابین موافقت اور مناسبت کو دل نشین اور معقول انداز میں بیان کیا گیا ہے۔نیز یہ کہ ایک سورت کے نقطہ اختتام کی دوسری سورت کے آغاز کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ بعض اوقات وہ ایک مناسبت کے بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ متعدد مناسبات ذکر کرتے ہیں۔

اسی طرح آیت کریمہ:

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰناً اَعْجَمِيّاً لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ﴾(۵۰)

اگر ہم قرآن کو کسی عجمی زبان میں اتارتے تو یہ لوگ کہتے اس کی آیات واضح کیوں نہیں کی گئیں۔

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نقلوا في سبب نزول هذه الآية أن الكفار لأجل التعنت ، قالوا لو نزل القرآن بلغة العجم فنزلت هذه الآية ، وعندي أن المثال هذه الكلمات فيها حيف عظيم على القرآن لأنه يقتضي ورود آيات لاتعلق للبعض فيها لبعض وأنه يوجب أعظم أنواع الطعن فكيف يتم مع التزام مثل هذاالطعن ادعاء كونه كتابا منتظماً ، فضل عن ادعاء كونه معجزا؟ بل الحق عندي أن هذه السورة من أولها إلى آخرها كلام واحد"(۵۱)

"اس آیت کے شان نزول کے بارے میں یہ روایت ہے کہ کفار نے ازراہ شرارت کہا کہ قرآن مجید کسی عجمی زبان میں کیوں نہیں

اتارا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ میرے نزدیک اس طرح کی باتوں سے قرآن مجید پر بہت بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے اس لیے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ قرآن مجید میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ۔ اس سے قرآن مجید پر ایک بہت بڑا طعن لازم آئے گا اور اس الزام کے ہوتے ہوئے یہ دعوی کیسے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید ایک منظم کلام ہے ۔ چہ جائیکہ اسے ایک معجز کلام ثابت کرنے کا دعوی کیا جائے ۔ سچ بات تو یہ ہے کہ یہ سورۃ شروع سے آخر تک ایک مربوط کلام ہے"۔

فخر الدین رازی مزید فرماتے ہیں:

"وكل من انصف ولم يتعسف علم انا إذا فسّرنا هذه الآية على الوجه الذي ذكرناه صارت هذه السورة من أولها إلى آخرها كلاماً واحداً منتظماً مسوقاً نحوغرض واحدٍ"(۵۲)

ہر وہ شخص جو ہٹ دھرمی کے بجائے انصاف سے کام لے گا اسے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ جب ہم اس آیت کی تفسیر اس انداز سے کریں گے ۔ جس کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی تو سورۃ شروع سے آخر تک ایک وحدت میں ڈھل جائے گی ۔ جس کا ایک خاص موضوع ہوگا۔

فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں سورۃ النور کی آیت:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ ﴾(۵۳)

کا سابقہ آیت سے اس طرح ربط بیان کرتے ہیں:

"اعلم أنه سبحانه لما ذكر احكام قذف الا جنبيا بأحكام قذف الزوجات"(۵۴)

جان لو جب اللہ سبحانہ نے اجنبی عورتوں پر قذف کے احکام بیان کیے تو اس کے بعد مسلمانوں کے لیے اپنی بیویوں پر قذف کے احکام بیان کیے۔

سورۃ الرحمٰن اور سورۃ القمر کے مابین ربط اس طرح بیان کرتے ہیں:

"پہلے یہ جان لو کہ سورۃ الرحمٰن کے ماقبل سورۃ سے دو طرح کی نسبت ہے: اللہ تعالی نے گزشتہ سورت کی ابتدا ایسے معجزہ سے کی جو اللہ کی رحمت پر دلالت کرتا ہے وہ ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ . عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾(۵۵)

ترجمہ: خدا جو نہایت مہربان، اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی، اسی نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سابقہ سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ﴾ (۵٦)

''سو دیکھ لو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا''

متعدد بار بیان کرتے ہیں۔ سورۃ الرحمٰن میں:

﴿فَبِأَيِّ الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (۵۷)

''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے''

یکے بعد دیگرے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

لہذا سورۃ القمر اور الرحمٰن میں ایک ایک آیت کی متعدد بار تکرار میں بھی مناسبت ہے (۵۸)۔

امام رازی نے سورۃ الکوثر کی تفسیر کرتے وقت جو ربط اکثر سابقہ سورتوں سے نکالا ہے وہ ایک شاہ کار کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر سورۃ کے بعد فرماتے ہیں: یہ سورۃ ما قبل کا تتمہ ہے اسی کو نظم قرآن کہا جاتا ہے۔

سورۃ الاسراء کی آیت:

﴿وَ أَنَّ الَّذِيْنَ لا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً﴾ (۵۹)۔

'' اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے،،۔

کے تحت فرماتے ہیں: یہ آیت یہود کے احوال بیان کرتی ہے۔ حالانکہ یہود تو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں پھر اس مقام پر ﴿لا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ﴾ کیوں لایا گیا؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں اس کے دو جواب ہیں۔

۱۔ یہودیوں کی اکثریت جسمانی عذاب وثواب کی منکر تھی بلکہ وہ کہا کرتے تھے:

﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّاماً مَّعْدُوْدَةً﴾ (٦٠)

اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔

۲۔ یہود یہ دعوی کر کے آخرت کے منکر ہی ٹھہرے۔ لہذا آیت ان کے مناسب حال ہی ہے (٦١)۔

الشیخ الأکبر محي الدین ابن عربی (۵٦۰ھ۔ ٦۳۸ھ):

محي الدین ابن عربی اپنی تفسیر ''تفسیر القرآن الکریم'' میں نظم کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

'' الحمد لله الذي جعل مناظم كلامه، مظاهر حسن صفاته وطوالع صفاته، مطالع نور

ذاته ''(٦٢)

تمام شکر وتعریف اللہ تبارک وتعالی کے لیے ہے جس نے اپنے کلام میں نظم رکھا اور اس کو اپنے حسن صفات کا مظہر اور اپنی ذات کے نور کا نمائندہ بنایا۔

آگے تفسیر کے طریقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فشرعت في تسويد هذه الأوراق بما يسمح به الخاطر على سبيل الاتفاق غير حائم بقعة التفسير ، ولا خائض في لجة من المطلعات ما لا يسعه التقرير ، مراعيا لنظم الكتاب وترتيبه ، غير معيد لما تكرر منه أو تشابه في أساليبه ، وكل ما لا يقبل التأويل عندي أو لا يحتاج إليه فما أوردته أصلا''(٦٣)

ترجمہ: میں نے ان اوراق کو اپنی طبیعت کے موافق، متفقہ طریقوں پر لکھنا شروع کیا، ایسا نہیں کیا کہ میدان تفسیر میں منڈلاتا پھروں اور نہ ہی اس میں لاطائل انہماک کا اہتمام کیا بلکہ کتاب کے نظم وترتیب کا اس طرح خیال رکھا ہے کہ متشابہ اسالیب اور مکرر کلام کا اعادہ نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک جس کو (صحیح) تاویل قبول نہیں کرتی یا اس کی ضرورت مند نہیں ہے اس سے قطع نظر کیا ہے۔

آیات قرآنیہ کے مابین مناسبت کے بارے میں ابن عربی کہتے ہیں:

''لا بد من مناسبة بين آي القرآن من نسق بعضها إلى بعض فيعرف الجامع بين الآيات وإن كان بينهما بعد ظاهر ، فذلك صحيح ، ولكن لا بد من وجه جامع بين الآيتين مناسب هوالّذي أعطى أن تكون هذه الآية مناسبة لما جاورها من الآيات ، لأنه نظم إلٰهي ، وما رأيت أحداً ذهب إلى النظر في هذا إلّا الرماني من النحويين فإن له تفسيراً للقرآن أخبرني من وقف عليه أنه نحا في القرآن هذا المنحى.... ''(٦٤)

قرآن کی بعض آیات کا بعض سے مناسبت ونسق ناگزیر ہے، جسے آیات کے مابین جامع کہا جاتا ہے، اگرچہ ان کے مابین بظاہر بعد ہو، یہ صحیح ہے۔ لیکن ہر دو آیت کے مابین ایک مناسب وجہ جامع کا ہونا ضروری ہے۔ وہی بتاتی ہے کہ یہ آیت اپنی ساتھ والی آیتوں سے مناسبت رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ نظم الٰہی ہے، مجھے نحویوں میں سے رمانی کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ملا جس نے اس پر غور کیا ہو، مجھے اس تفسیر کے ایک شناسا نے بتایا ہے کہ وہ (رمّانی) اپنی تفسیر میں اسی طریقہ پر چلا ہے....

ابن الزبیر الثقفی (۶۲۷ھ۔۷۰۸ھ۔)اورنظم قرآن:

احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی ذی قعدہ ۶۲۷ ھ.کو اندلس کے مقام ''جیان'' میں پیدا ہوئے ۔ابوجعفر کنیت ہے۔عام طور سے اپنے دادا کی طرف نسبت کی وجہ سے ابن الزبیر کے نام سے جانے جاتے ہیں ۔اندلس وطن ہونے کی وجہ سے ان کے نام کے ساتھ اندلسی و غرناطی بھی لکھا جاتا ہے۔ابن الزبیر نے بہت سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اورعلم ومعرفت کی طلب میں بہت سے مقامات کا سفر کیا۔مختلف علوم وفنون پر بہت سی اہم کتب کے مصنف ہیں۔ان میں سے ایک نظم سور پر''البرھان فی مناسبة ترتیب سور القرآن'' ہےجس کا تعارف حسب ذیل ہے:

یہ کتاب سورقرآنی کے باہمی ربط پر ایک اہم تصنیف ہے۔علامہ سیوطی اس کے متعلق لکھتے ہیں''ابوحیان کے استاد ابوجعفر ابن الزبیر نے اس موضوع پر ایک منفرد کتاب تالیف کی ہےاوراس کا نام'البرھان فی مناسبة ترتیب سور القرآن''رکھاہے(۶۵)

علامہ سیوطی کی کتاب ''تناسق الدرر في تناسب السور'' کی بعض عبارتوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع پر لکھتے ہوئے ابن الزبیر کی مذکورہ کتاب ان کے پیش نظر تھی۔امام بقاعی نے بھی اپنے مقدمہ تفسیر میں اس کتاب کے مطالعے کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ''و سأذكر في أوّل كل سورة ما قاله فيها بلفظه كما ستراه إن شاء الله''(۶۶).

''وہ ہرسورۃ کا ربط اس کی سابق سورۃ سے بیان کرتے ہوئے ان کے افکار انہیں کے الفاظ میں بیان کریں گے''

امام زرکشی نے تو نظم قرآن کی بحث کا آغاز ہی ابن الزبیر کے ذکر سے کیا ہے:'' قد أفرده بالتّصنيف الأستاذ أبو جعفر بن الزبير شيخ الشيخ أبی حيان ''(۶۷)۔

''الشیخ ابوحیان کے شیخ ابوجعفر بن الزبیر نے اس موضوع پر خاص تصنیف کی ہے''۔

ابن الزبیر کا تصور نظم قرآن:

ابن الزبیر کے نزدیک قرآن پر غور وفکر کے بہت سے پہلو ہیں اور خود انہوں نے اپنے لیے کلام الہی میں پائے جانے والے نظم وترتیب کے موضوع کو غور وفکر کے لیے منتخب کیا تاکہ قرآنی عجائب واسرار پر سے پردہ اٹھایا جاسکے اوراس کے مفہوم ومعنی کو آیات وسور کے داخلی نظم وارتباط کی مدد سے واضح کیا جائے۔اس سلسلہ میں انہوں نے بطور خاص ان آیات کو دلیل راہ بنایا ہے جن میں کلام الہی پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے(۶۸)۔

مقدمہ میں انہوں نے نظم قرآن پر دو دلیلیں بطور خاص پیش کی ہیں ایک تو یہ کہ قرآن اپنے مخاطبوں سے غور وتدبر کا مطالبہ کرتا ہے

اس کے اس مطالبے کی وجہ سے اس کے معنی ومفہوم پر تدبر وتفکر کرنا ضروری ہے اور اس کے نظم پر غور وفکر کرنا اسی کا ایک حصہ ہے(۶۹)۔

نظم کے حق میں ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے خود اجزائے قرآن کے داخلی ربط وتناسب پر شاہد ہے۔ کیونکہ یہ ترتیب اس کی نزولی ترتیب کے برعکس ہے۔ اس ترتیب میں حالات ومواقع کی بجائے معنوی تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

''مکی آیات وسور پر مدنی آیات وسور بہت سے مقامات پر مقدم ہیں۔ (اس سے ثابت ہوا) کہ قرآن کی موجودہ ترتیب میں نزولی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، جب صورت حال یہ ہے تو ہمیں اس کا اقرار کیے بغیر چارہ نہیں کہ اس میں نظم وترتیب کی پوری رعایت ہے''(۷۰)۔

انہوں نے مقدمہ کتاب میں یہ بات بھی واضح کی ہے کہ ان کا یہ کام اپنے آپ میں بالکل منفرد اور نیا ہے اس لیے کہ اس سے قبل بعض لوگوں نے ربط آیات بیان کرنے پر توجہ دی ہے لیکن سور قرآنی کے باہمی نظم پر کوئی کام نہیں ہوا ہے(۷۱)۔

اس کتاب کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ابن الزبیر کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے انتہائی ایجاز کے ساتھ قرآن کی تمام سورتوں کا نظم ایک متوازن ومعتدل اور مواد کے لحاظ سے ایک بیش قیمت کتاب میں بیان کر دیا ہے، جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قاری کو ان کی کتاب کی مدد سے بیک وقت پورے قرآن کے نظم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یوں تو انہوں نے سور قرآنی کے باہمی ربط کو بیان کرنے تک خود کو محدود رکھا ہے لیکن ہر سورۃ کے اندرونی نظم بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ آیات کا باہمی ربط بھی بیان کرنے پر توجہ دی ہے۔

۲۔وہ بہت اختصار وایجاز کے ساتھ ہر سورۃ کا مقصود ومدعا اور اس کے مضامین کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے خود سورۃ کے اندرونی اجزاء کے نظم اور اس کے اصل موضوع کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۳۔وہ قریبی ومتصل سورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نظم بیان کرتے ہوئے کسی سورۃ کے داخلی نظم کا مطالعہ اس طور سے کرتے ہیں کہ اس کی سابقہ اور لاحقہ سورتوں کے ساتھ اس کا تعلق استوار دکھائی دے۔ ان کے نزدیک سورتوں کو مفہوم ومعنی کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے اس لیے ان کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے(۷۲)۔

اگرچہ نظم سور کے ضمن میں انہوں نے صرف قریبی سورتوں کے درمیان موجود نظم وربط کو بیان کرنے پر توجہ دی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ کسی سورۃ کا تعلق اس کے ماسبق ومابعد کی سورتوں کے ساتھ کس قسم کا ہے تاہم وہ کہیں کہیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ سب سے پہلی سورۃ (سورۃ

فاتحہ)اور دوسری سابقہ سورتوں کے ساتھ زیر نظر سورۃ کے ربط کی کیا بنیاد ہے (۷۳)۔

ابن الزبیر علم نظم کی اہمیت اور اپنی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''علوم قرآن ہی کی قسم وحی وتنزیل کے اہم شواہد میں سے ہیں۔ میں نے اس میں سے وہ اخذ کیا جو میرے لیے مقدور تھا پھر اس کام میں ایک عمر گزار دی پس میں نے ایجاز کا انتہائی خیال رکھتے ہوئے سور قرآنی کی تنظیم وترتیب اور انکی مختلف شکلوں کی وضاحت کے لیے خود کو مخصوص کر لیا۔ میں نے اس خاص میدان میں کسی کو نہیں دیکھا جسے مجھ پر سبقت حاصل ہو، بعض لوگوں نے اس کوچہ میں قدم بھی رکھا تو ان سے محض نظم آیات کا دریچہ کھل سکا جس پر بحث وگفتگو کرنا نسبتاً آسان ہے۔ لیکن جہاں تک سورتوں کے باہمی تعلق کا معاملہ ہے جو کہ الإمام (مصحف عثمانی) میں ترتیب دی گئیں تو میری معلومات کی حد تک کسی نے اس سے تعرض نہیں کیا اور متقدمین ومتاخرین میں سے کسی نے اس دروازہ پر دستک نہیں دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کے بعد جو بھی اس کام میں ہاتھ لگائے گا اس کا سلسلہ یہیں سے جڑے گا۔ اس کی حیثیت بعد کے مصلی برداروں کے لیے امام ورہنما جیسی ہے اور امامت کے خواہش مندوں کے لیے یہ خود امام ثابت ہوگی. (۷۴) ذیل میں سورۃ فاتحہ وبقرۃ کا نظم وربط بیان کیا جا رہا ہے۔

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ کا نظم:

سورۃ فاتحہ کے نظم کے سلسلہ میں وہ اس کے مقدم اور مؤخر ہونے کی وجوہات بیان کرتے ہیں۔ ان وجوہات میں ان کے نزدیک سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن کریم میں بیان کی گئی جملہ تعلیمات کو سمیٹ دیا گیا ہے تاکہ حفظ قرآن اور اس کی بنیادی تعلیمات کو یاد رکھنے میں سہولت ہو۔ پھر اس کا آغاز حمد باری سے ہوا جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی بنیادی دعوت کا لب لباب یہی ہے (۷۵)

اس کے بنیادی مضامین کی طرف بالاجمال اشارہ کرتے ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش اس کی صفات حسنہ (توحید، ربوبیت ورحمت وغیرہ) کے ذریعہ بیان ہوئی ہے اور اس میں بنیادی طور سے توحید ورسالت، بعثت انبیاء کے خدائی نظام کو ثابت کیا گیا ہے، اثبات رسالت کی طرف اشارہ ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ اور ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ﴾ سے کیا گیا ہے۔ ہدایت یافتہ اور گمراہ قوموں کا ذکر اس کے بعد آیا ہے یعنی ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ سے ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ تک مختلف گروہوں کا تذکرہ ہوا ہے جن میں انعام یافتہ، ہدایت یافتہ اور گمراہ جماعتیں شامل ہیں۔ تاہم ان کے ذکر سے قبل یہ واضح کرنا ضروری سمجھا گیا کہ اصل سرچشمہ ہدایت خدا کی ذات ہے۔ ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ مضامین سورۃ کے تعلق کے ان مجمل اشارات کے بعد آخر میں کہتے ہیں کہ یہ تمام امور اس لائق ہیں کہ ان کا ذکر مقدم ہو۔ وهذا شفى كل شيء في بيان التقديم (۷۶)۔

پھر وہ سورۃ بقرۃ کا نظم بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے سابق سورۃ الفاتحہ کے ساتھ اس کا ربط واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں

اس کی ابتداء وہ اس طرح کرتے ہیں:

''جب بندہ نے اپنے رب کی توفیق سے کہا:''﴿ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ اے رب ہمیں سیدھا راستہ دکھا تو اس کے جواب میں اسی سے کہا گیا کہ۔﴿ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ﴾ یہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں.(۷۷)﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ وہی تمہارا مطلوب ومقصود ہے، وہ سیدھا راستہ ہے متقیوں کے لیے (۷۸) یعنی ان کے لیے جو سیدھے راستے کے لئے اللہ کو پکارنے والے اور معتوب گمراہ دونوں فریقوں کے حال سے خوف کھانے والے ہیں۔ پس انہوں نے عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے اللہ کا تقویٰ اختیار کیا اور اس کے اوامر ونواہی کی پابندی کی۔ پھر صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی توضیح کے بطور ان اعمال کی طرف اشارہ کیا گیا جو بدنی و مالی امور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد متقیوں کے وصف میں یہ بیان کیا گیا کہ وہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان آیات میں جائز و ناجائز تمام ہی اعمال کا احاطہ کرلیا گیا ہے جس کی مزید وضاحت آگے کی آیت ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾(۷۹) میں موجود ہے جن ممنوعہ اعمال کی تفصیل ہے(۸۰)۔

پھر آگے کی آیات میں جائز و ناجائز اعمال کا جو ذکر ہے اس کی وضاحت وہ اس طرح کرتے ہیں:

''یہاں جائز اعمال کا ذکر صراحت سے ہے جب کہ ممنوع و قابل اجتناب اعمال و اخلاق کو اشارے میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ آیات کا مجموعی مفہوم ان کے درمیان موجود ربط و تناسب سے خود ظاہر ہے پھر چونکہ گزشتہ سورۃ میں ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ ﴾ کی شکل میں بندوں نے اپنے رب سے ہدایت طلب کی ہے۔ اس لیے اس میں ایمان و ہدایت کی نعمت کی قدر و قیمت ان پر ثابت کی گئی ہے فرمایا گیا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾(۸۱) اس کا مقصد ایمان کے مقابلے میں کفر کی حقیقت اور کفر کے انجام سے طالبین ہدایت کو آگاہ کرنا ہے تاکہ ان پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ ہدایت کا سرچشمہ صرف اس کی ذات ہے پس انہیں عجز و انکسار کے ساتھ طلب ہدایت کے لیے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور خود کسی دعوائے قدرت و اختیار سے بچنا چاہیے پھر اخلاص کے تعلق سے تذکیر کی گئی کہ ان کا قول اِهْدِنَا ہر حال میں یقین و اخلاص پر مبنی ہونا چاہیے اور انہیں منافقوں کی پیروی ہرگز نہیں کرنی چاہیے جو کہتے ہیں ''ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے لیکن وہ اصلاً مؤمن نہیں ہوئے''(۸۲)۔

اور پھر آگے ۱۳ آیات میں طالبین صراط مستقیم کو متنبہ کرنے کی غرض سے اہل نفاق کے احوال بیان ہوئے تاکہ انہیں حقیقی ہدایت سے آگاہی حاصل ہو اور وہ اپنے دین کے بارے میں ہر قسم کے شکوک اور بدگمانیوں سے اجتناب کریں پھر اگلے حصے میں کائنات اور مظاہر

فطرت سے استدلال کیا ہے زمین وآسمان، بارش اور نباتات وغیرہ کو بطور آیات توحید وربوبیت پیش کیا گیا ہے جنہیں دیکھ کر ہر صاحب بصیرت غور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور حقیقت حال کا اندازہ کر لیتا ہے پھر اسی غرض سے ابتدائے آفرینش کا ذکر ہوا۔ ﴿وَإِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (۸۳) اور یہ تمام باتیں اللہ کے قول رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی توضیح وتفصیل ہیں کیونکہ اہل عقل آغاز سے انجام کا اندازہ کرتے ہیں (۸۴)۔

ابن الزبیر اس طرح اس سورۃ اور دیگر سورتوں کا باہمی ربط ونظم بیان کرتے ہیں۔

ابن الزبیر ثقفی کے حوالہ سے مذکورہ تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ ان کے ہاں نظم کا بہت واضح، مکمل، پختہ اور ظن وگمان سے ماوراء تصور پایا جاتا ہے۔ اور وہ آیات وسور کے مطالب کے فہم کے لیے نظم کو ملحوظ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ابن زبیر نے ایسے ماحول اور زمانے میں نظم سور کا تصور پیش کیا جب کہ علماء اس فن کی طرف بہت کم توجہ دیتے تھے۔ علم نظم کے ابتدائی دور میں ہی وہ اس کی انتہا تک پہنچ گئے اور علم نظم ان کی نظر میں ''من عجائب شواهد التنزيل'' قرار پایا (۸۵)۔ انہوں نے اپنی کتاب میں سورۃ فاتحہ جس کی تاویل انہوں نے ''سورۃ اُم القرآن'' کے عنوان سے کی ہے سے سورۃ الناس تک جملہ سور قرآنی کا باہمی ربط بیان کیا ہے اور ہر سورۃ کا نظم یکے بعد دیگرے قرآنی ترتیب کے مطابق بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ الغرض ابن زبیر اس علم کو ایک اعلی وارفع علم تسلیم کرتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ ترتیب سور توقیفی ہے اس لیے جملہ سورتوں کا منظم ومربوط ہونا فطری امر ہے۔

ابوحیان اُندلسی اور نظم قرآن: (۷۴۵ھ)

ابوحیان اندلسی جن کی تفسیر ''البحر المحيط'' جو نحو ولغت کی باریکیوں سے پر ہے میں مصنف موصوف نے قرآن مجید کے اندر ربط ونظم بھی بیان کیا ہے، آیت:

﴿يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (۸۶)

اے لوگو تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم اس کے عذاب سے بچو۔

کی اپنے سے ماقبل آیت کے ساتھ مناسبت یوں بیان کی ہے: ''وجه مناسبة هذه الآية لما قبلها هو أنه تعالى لما ذكر المكلفين من المؤمنين والكفار والمنافقين وصفاتهم وأحوالهم وما يؤول إليه حال كل منهم انتقل من الإخبار عنهم إلى خطاب النداء.'' (۸۷)

(اس آیت کی اپنے ماقبل سے وجہ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جب مؤمنین، کفار اور منافقین جملہ مکلفین اور ان کی صفات و

اَحوال اوراس کے نتائج کا ذکر کرلیا ہے تو اب ان کی خبر دینے کے بعد انہیں پکار کر خطاب کیا جارہا ہے)

ابوالفداء اسماعیل عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴ھ) اور نظم قرآن:

ابن کثیر قرآن مجید کے ربط و نظم کے قائل تھے۔ وہ اپنی تفسیر ابن کثیر میں آیات کے باہمی تعلق اور مناسبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید ایک مربوط و منظم کتاب نظر آتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا﴾ (۸۸) (اور اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے محمد عربی ﷺ پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو) کی تفسیر و توضیح کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ: ''اس سے پہلے اللہ نے اپنی الوہیت ثابت کی ہے اور اب اس کے بعد نبوت کا اثبات ہے'' (۸۹)۔

اسی طرح:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (۹۰)

صدقات یعنی زکواۃ و خیرات تو مفلسوں اور محتاجوں کا حق ہے

کے سلسلے میں رقم طراز ہیں: ''سورۃ توبہ کی آیت:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ﴾ (۹۱)

اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعن کرتے ہیں

میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول ﷺ پر تقسیم صدقات کے سلسلے میں اعتراض کرتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں فرمایا کہ تقسیم زکوۃ پیغمبر کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے، ہم نے خود اس کی تقسیم کردی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی (۹۲)۔

قرآن مجید میں بعض مقامات پر مؤمن اور باطل فرقوں کے لیے اسلوب تقابل اختیار کیا گیا ہے جو قرآن مجید کے منظم و مربوط ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ابن کثیر نے یہاں بھی آیتوں کی مناسبت اور ان کا باہمی ربط بیان کیا ہے۔ مثلاً:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (۹۳)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوش خبری سنادو

کے بارے میں لکھتے ہیں: ''چونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے دشمنوں یعنی بد بخت کفار کی سزا اور رسوائی کا تذکرہ کیا تھا اس لیے اب اس کی مناسبت سے یہاں اس کے مقابلہ میں اپنے دوستوں یعنی خوش قسمت ایمان دار، صالح و نیک لوگوں کے اجر کا ذکر کر رہا ہے اور صحیح قول کے

مطابق قرآن مجید کے مثانی ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایمان کے ساتھ کفر اور سعادت مندوں کے ساتھ بد بختوں یا اس کے برعکس یعنی کفر کے ساتھ ایمان اور بد بختوں کے ساتھ سعادت مندوں کا تذکرہ کیا جائے۔اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے ساتھ اس کے مقابل کا ذکر کیا جائے تو یہ مثانی کہلائے گا اور اگر کسی چیز کے ساتھ اس کے امثال ونظائر کا تذکرہ کیا جائے تو متشابہ ہوگا'' (۹۴)۔

ابن کثیر نے آیت:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَداً﴾(۹۵)

اور کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے

کی مناسبت سورۃ سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت اور ان کا حضرت مریمؑ کے بطن سے بلا باپ پیدا ہونے کا ذکر کیا گیا تھا اس لیے اب ان لوگوں پر نکیر کی جا رہی ہے جو کسی شخص کو خدائے رحمٰن کا بیٹا کہتے ہیں (۹۶)۔

﴿أُوْلَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا﴾(۹۷)

ان صفات کے لوگوں کو صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے

کے متعلق فرماتے ہیں:

''چونکہ خدائے رحمٰن نے اس سے پہلی آیات میں اپنے مؤمن بندوں کے پاکیزہ اوصاف اور عمدہ طور طریقوں کا ذکر کیا تھا اس لیے اس کی مناسبت سے اس آیت میں ان اجزاء کا ذکر کیا ہے (۹۸)۔

درج بالا آیات کی تفسیر وتوضیح سے پتہ چلتا ہے کہ ابن کثیر قرآن مجید کی آیات کے باہمی نظم وربط کے قائل تھے اور انہوں نے عملی طور پر اپنی تفسیر میں بھی اس کا التزام کیا۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۹۴ھ۔) اور مناسبات:

امام زرکشی نے ''البرهان في علوم القرآن'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی جس میں انہوں نے ''معرفة المناسبات بين الآيات'' کے عنوان سے قرآن مجید کی آیات کے باہمی ربط کے حوالہ سے تفصیلی گفتگو کی (۹۹) اسی طرح دیگر مختلف فصول میں بھی آیات قرآنی کے آغاز واختتام پر گفتگو کی۔

علامہ بدرالدین زرکشی البرهان في علوم القرآن میں لکھتے ہیں: ''مفسرین کو نظم کلام کی رعایت ہی سے آیات کے مفہوم کا تعین کرنا چاہیے خواہ اس کے لیے لغوی معنی کی بجائے اس کے مجازی معنی ہی کیوں نہ لینا پڑے۔یہی وجہ ہے کہ صاحب کشاف جب آیت

کا مفہوم سیاق کلام کی رعایت سے بیان کرتے ہیں تو اس جزم کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ گویا اس کے علاوہ وہاں کوئی اور مفہوم ہو ہی نہیں سکتا (۱۰۰)۔

مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (۸۱۲ھ۔) نے ''بصائر ذوي التمييز في لطائف الكتاب العزيز'' کے نام سے تفسیر قرآن لکھی۔ اپنی اس تفسیر میں وہ نظم کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''لم يعجزوا عنها ، وإنّما عجزوا عن نظم مثل نظمه، فإن أنواع كلامهم كانت منحصرة في الأسجاع ، والأشعار ، والاراجيز فجآء نظم التنزيل على اسلوب بديع لا يشبه شيئاً من تلك الأنواع ، فقصرت أيدي بلاغاتهم عن بلوغ أدنى رتبة من مراتب نظمه. ومذهب أهل السنة أن القرآن معجز من جميع الوجوه نظماً ، ومعنى ، ولفظاً ، لا يشبهه شيء من كلام المخلوقين أصلاً ''(۱۰۱)

''وہ لوگ قرآن کے مثل لانے سے اس لیے عاجز آ گئے کہ وہ اس کی نظم کے مثل نظم نہیں لا سکتے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں کلام کی کل اقسام: اسجاع، اَشعار اور اراجیز تھیں۔ تنزیل (قرآن مجید) کا نظم ایسے انوکھے اسلوب میں آیا کہ اس جیسا اسلوب ان میں موجود نہیں تھا لہٰذا ان کی بلاغتیں (قرآن) کے ادنیٰ نظم کے مرتبہ تک پہنچنے سے بھی قاصر رہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید نظم کی تمام صورتوں لفظاً اور معنیً معجزہ ہے۔ مخلوق کے کلام سے اس کی قطعاً کوئی مثل نہیں۔''

علامہ مخدوم مہائمی (۸۳۵ھ۔) اور نظم قرآن:

علامہ علاؤالدین مہائمی نے مناسبات آیات کے موضوع کو پیش نظر رکھ کر مکمل قرآن مجید کی تفسیر مرتب کی۔ اور اس کا نام ''تبصير الرحمٰن وتيسير المنان ''رکھا۔ علامہ مہائمی نے اپنی تفسیر میں یہ التزام بھی فرمایا کہ ہر سورت سے پہلے آیت بسم اللہ کی تفسیر میں اس سورت کے مرکزی مضمون کو اجمالاً بیان کر دیا ہے اس خصوصیت کے لحاظ سے یہ تفسیر بے مثل ہے۔

علامہ مہائمی خود فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں ربط کلمات، نظم اور ترتیب آیات کے متعلق ایسے نکات اور لطائف جمع کر دیے ہیں جو ان سے پہلے کسی کی دسترس میں نہ آ سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص احسان فرمایا اور انہیں یہ توفیق بخشی کہ نظم قرآن کے مخفی گوشوں کو ظاہر کریں اور ان کے جمال اور اعجاز کو آشکار کریں (۱۰۲)۔

امام برھان الدین بقاعی (۸۰۹ھ۔۔۸۸۵ھ۔) اور نظم قرآن:

پورا نام ابراھیم بن عمر بن حسن بن الرباط بن علی بن ابی بکر البقاعی اور لقب برہان الدین ہے۔ انہوں نے تمام علوم میں مہارت

اور اپنے ہم عصروں میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔ ان کی تفسیر کے مطالعہ سے جو انہوں نے سورتوں اور آیتوں کی ایک دوسرے سے مناسبت کے بارے میں لکھی ہے پتہ چلتا ہے کہ بقاعی علم کا بے پناہ ذخیرہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ ان کی تفسیر کا مکمل نام'' نظم الدرر فِي تَنَاسُبِ الآياتِ والسُّور '' ہے۔ نظم قرآن کی دنیا میں یہ تفسیر بہت معروف ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف پر ۱۴ سال صرف کیے تھے۔

بقاعی اپنی تفسیر کا مقدمہ یوں شروع کرتے ہیں۔

''الحمد لله الّذي أنزل الكتاب متناسباً سوره وآياته، متشابها فواصله وغاياته''

''میں اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس نے اپنی کتاب کو اس طرح نازل فرمایا کہ اس کی سورتیں اور آیات باہم متناسب ہیں اور اس کے جوڑوں (فواصل) میں باہم مشابہت ہے اور وہ اپنے اہداف ومقاصد میں بھی مشابہت رکھتی ہے''

پھر حمد وثنا اور صلوٰۃ وتسلیم کے بعد اپنی تفسیر کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:

''وبعد فهذا كتاب عجاب، رفيع الجناب، في فنٍ ما رأيت من سبقني إليه، ولا عول ثاقبُ فكره عليه، أذكر فيه إن شاء الله مناسبات ترتيب السور والآيات، أطلت فيه التدبر و أنعمت فيه التفكر لآيات الكتاب، امتثالاً لقوله تعالى: ﴿لِيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَـٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ﴾ ''(۱۰۳)،(۱۰۴)

یہ ایک عجیب کتاب ہے جو ایک ایسے فن میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہے جس میں کسی نے مجھ پر سبقت حاصل نہیں کی ہے اور نہ کسی نے اپنی تیز نظروں سے اس کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کی ہے۔ میں ان شاء اللہ اس میں سورتوں اور آیات کی ترتیب کی مناسبتوں کا ذکر کروں گا۔ میں نے اس میں طویل عرصہ تدبّر اور غور وفکر کیا ہے اور اس کتاب کی گہرائیوں میں اترنے کی خاطر میں نے فکری گھوڑوں کی لگامیں آزاد کردی تھیں۔ یہ سب کچھ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کیا: تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبّر کریں اور عقلمند لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

بقاعی اپنی تفسیر میں علم المناسبات کے بارے میں لکھتے ہیں:'' ...فعلم مناسبات القرآن علم تعرف منه علل ترتيب أجزائه، وهو سر البلاغة لأدائه إلى تحقيق مطابقة المعاني لما اقتضاه من الحال ...''(۱۰۵).

ترجمہ: قرآن کے مناسبات کا علم ایسا علم ہے جس کی بدولت اس کے اجزاء کی ترتیب کی علل کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ اس کی بلاغت کا راز ہے جو معانی کو اس کے مقتضائے حال کے مطابق کردیتا ہے۔

محمد صادق الرافعی بحوالہ کشف الظنون بقاعی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وهو كتاب لم يسبقه إليه أحد ، جمع فيه أسرار القرآن ما تتحير فيه العقول ، وكان جعل مقصوده بيان ارتباط الجمل بعضها ببعض، وقد ألفه في أربع عشرة سنة''(١٠٦)

یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس سے پہلے کسی نے اس طرف پیش قدمی نہیں کی۔ موصوف نے اس کتاب میں قرآن کے وہ اسرار جمع کردیے ہیں جس میں عقلیں سرگرداں رہ جاتی ہیں اور انہوں نے ایک جملے کا دوسرے جملے سے ربط بیان کرنا اپنا مقصود بنالیا۔ اس کتاب کی تصنیف چودہ سالوں میں کی ہے

بقاعی قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کے مابین ربط معلوم کرنے کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''قال شيخنا الإمام المحقق أبو الفضل محمد بن العلامة القدوة أبی عبد الله محمد بن العلامة القدو ة أبي القاسم محمد المشدالی المغربي البجائی المالکی علامة الزمان سقى الله عهده سحائب الرضوان ، وأسكنه أعلى الجنان . الأمر الكلّي المفيد لعرفان مناسبات الآيات في جميع القرآن هو أنك تنظر الفرض من المقدمات [وتنظر إلى مراتب تلك المقدمات] في القرب والبعد من المطلوب ، وتنظر عند اتجرار الكلام في المقدمات إلى مايستتبعه من استشراف نفس السامع إلى الأحكام واللوازم التابعة له التى تقتضي البلاغة شفاء العليل يدفع عناء الاستشراف إلى الوقوف عليها، فهذا هو الأمر الكلى المهيمن على حكم الربط بين جمع أجزاء القرآن ، وإذا فعلته تبين لك إن شاء الله وجه النظم مفصلا بين كل آية وآيةفي كل سورةسورة ''(١٠٧)۔

اپنی تفسیر میں آیات اور سورتوں کی باہمی مناسبت کا جو بیان میں نے کیا ہے، اس کی طرف میری رہنمائی میرے استاد ابوالفضل نے کی ہے۔ انہوں نے مجھے پورے قرآن میں آیات کی باہمی مناسبتیں معلوم کرنے کے ضمن میں ایک نہایت مفید اور جامع بات کہی کہ تم اس مقصد پر اپنی توجہ مرکوز کرو جس کا تقاضا سورت کا سیاق کرتا ہے پھر ان مقدمات پر غور کرو جو اس ''مقصد سورت'' کے لیے ضروری ہیں۔ جب یہ مقدمات قرب و بعد (ہر دو طرح سے) ایک دوسرے کا ساتھ دینے لگیں اور جب کلام کے ذریعہ ان مقدمات کا بہاؤ چل پڑے تو دیکھو کہ سامع قرآن (ان مقدمات کی تقدیم و تاخیر میں) بلاغت کے نقطہ نظر سے کون سے احکام و لوازم (منطقی ترتیب کے ساتھ) سننا چاہتا ہے تاکہ قرآنی معرفت کے ذریعے اس کی تشنگی دور کی جاسکے۔ قرآن کے تمام اجزاء میں ربط کا قاعدہ کلیہ یہی ہے اور اگر تم نے ایسا ہی کیا تو

ان شاءاللہ تم پر ہر ہر آیت اور ہر ہر سورت کا مفصل نظم کھل جائے گا''۔

امام بقاعی اپنی تفسیر کا اختتام ان الفاظ پر کرتے ہیں:

''میں نے آیات اور سور کی مناسبتوں کو موتیوں کے ایک ہار میں پرونے کا جو ارادہ کیا تھا یہاں اس کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ ترجمان القرآن ہے۔ اور القرآن کی مناسبات کو ظاہر کرنے، ربط آیات وسور کے بیان میں یہ ایک منفرد اور بے مثال تفسیر ہے۔ تفاسیر تو بہت زیادہ اور جلیل القدر ہیں مگر اس فن پر اس سے اوپر شاید کوئی تفسیر نہیں۔ جیسا کہ مٹی کی نمی تیز بارش کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوا کرتی'' (۱۰۸)۔

امام بقاعی آیتوں اور سورتوں کی مناسبتوں یعنی روابط وضوابط کو ان موتیوں سے تشبیہ دے رہے ہیں جنہیں ایک ماہر جوہری دھاگے میں پروکر ایک منظم اور خوب صورت شکل کا ہار بناتا ہے اور یہ سب کچھ جوہری کے فن، ذوق، حسن اختیار اور مہارت پر دلالت کرتا ہے۔ جو جوہری جتنا ماہر، اعلیٰ ذوق اور صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔ وہ ان کے بکھرے ہوئے مختلف الألوان، مختلف الأجسام اور مختلف الأوزان موتیوں کو اس انداز میں مرصّع کرے گا کہ دیکھنے والی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔

درج بالا بحث سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ امام بقاعی کی تفسیر اسرار القرآن کا محیر العقول خزانہ ہے اور بقاعی کے ہاں نظم قرآن کا ایک جامع اور وسیع تصور تھا۔ جس میں جمالیاتی پہلو شامل تھا اور یہ جمالیاتی ذوق قرآن کریم کی بے نظیر بلاغت کی گہرائیوں کو اپنے آپ میں سموئے بغیر نشوونما نہیں پا سکتا۔ کیونکہ ماہر نظم قرآن کو بلاغتِ قرآنی اور فصاحت فرقانی میں ید طولیٰ رکھنا ضروری ہے۔

جلال الدّین سیوطیؒ (۸۴۹ھ۔-۹۱۱ھ۔) اور نظم قرآن:

سیوطی کا نام عبدالرحمٰن بن کمال ابوبکر بن محمد اور لقب جلال الدین ہے۔ مصر کے مشہور شہر اسیوط کی نسبت سے جلال الدین سیوطی کے نام سے مشہور ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع جیسے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ اور بہت سی مختلف کتب کے مصنف ہیں۔ الدر المنثور کے نام سے تفسیر لکھی جو بہت معروف ہے۔ علوم القرآن پر ان کی درج ذیل کتب زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ الاتقان في علوم القرآن

۲۔ اسرار التنزيل

۳۔ التحبير في علوم التفسير

٤۔ تناسق الدرر في تناسب السور

٥۔ الدر المنثور في التفسير بالمأثور

٦ ـ قطف الأزهار في كشف الأسرار

٧ ـ مراصد المطالع في تناسب المقاطع والمطالع

الاتقان في علوم القرآن علوم قرآنی پر معجم کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کتاب میں فاضل مصنف نے آیات اور سورتوں کی مناسبت پر پورا ایک باب (النوع الثانی والستون) قائم کیا ہے اور اس میں مناسبات اور ارتباط آیات کے وجوہ اور اسباب کے متعلق اہم اور مفید ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔علامہ سیوطی نے علم مناسبت کو ایک منفرد وممتاز اور ترقی یافتہ علم قرآن کی حیثیت سے لیا ہے اور اس علم کے آغاز وارتقاء کی تاریخ بیان کی ہے۔مصنف کا بیان ہے کہ ''اسرار التنزیل ''نامی کتاب میں انہوں نے اس موضوع سے جامع بحث کی ہے جس میں سورتوں اور آیات کی مناسبت اور اعجاز واسالیب کے پہلوؤں پر انہوں نے روشنی ڈالی ہے پھر مناسبات سور پر علیحدہ ایک کتاب ''تناسق الدرر في تناسب السور ''تحریر کی(۱۰۹)۔

مصحف شریف میں سورتوں کی ترتیب اور سیوطی:

جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''ترتیب سور القرآن(تناسق الدرر فی تناسب السور) ''کے مقدمہ میں سورتوں کی ترتیب کے بارے میں لکھتے ہیں:''اختلف العلماء في ترتيب السور، هل هو بتوقيف النبیﷺ ، أو باجتهاد من الصحابة ، بعد الإجماع على أن ترتيب الآيات توقيفي، والقطع بذلك.فذهب جماعة إلى الثاني ، منهم : مالك والقاضى ابو بكر في أحد قوليه ، وجزم به ابن فارس. ومما استدل به لذلك : اختلاف مصاحف السلف في ترتيب السور ، فمنهم من رتبها على النزول ، وهو مصحف علي ، كان أوّله ((إقرأ)) ثم البواقي على ترتيب نزول المكى ، ثم المدني ، ثم كان أول مصحف ابن مسعود ((البقرة)) ثم ((النساء)) ثم ((آل عمران)) على اختلاف شديد، وكذا مصحف أبيّ بن كعب وغيره ، على مابينته في الاتقان وفي المصاحف لابن أشته، بسنده عن عثمان ، أنه أمرهم أن يتابعوا الطُّولَ وذهب جماعة إلى الأوّل ، منهم: القاضى ابو بكر (٤٠٣ هـ) في أحد قوليه ، وخلائق. قال ابو بكر بن الأنبارى: أنزل الله القرآن كله إلى سماء الدنيا ، ثم فرقه في بضع و عشرين سنة ، فكانت السورة تنزل لأمر ينزل ، والآية جواباً المستخبر، ويوقف جبريل النبیﷺ على موضع الآية والسورة ، فاتساق السور كاتساق الآيات والحروف ، كان عن النبیﷺ فمن قدم سورة أو آخرها فقد أفسد نظم القرآن''(۱۱۰)

قرآن مجید میں سورتوں کی موجودہ ترتیب کے سلسلے میں علماء کا باہم اختلاف ہے کہ کیا وہ نبی ﷺ کے حکم سے انجام پائی ہے یا صحابہؓ کے اجتہاد کا نتیجہ ہے؟ البتہ اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ بات اس کے ایک قطعی حکم قرار پانے کے بعد ہوئی، اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے ان میں امام مالک اور قاضی ابوبکر کا ایک قول یہی ہے۔ ابن فارس بھی پورے حزم و جزم کے ساتھ اس کے قائل ہیں، اس گروہ کا استدلال اس اختلاف سے ہے جو سلف کے مصاحف (قرآنی نسخوں) میں پایا جاتا ہے یعنی ان میں سے بعض نے قرآن کو اس کے نزول کے اعتبار سے ترتیب دیا جیسا کہ مصحف علیؓ ہے۔ اس کی ابتداء ''اقرأ'' سے ہوئی تھی پھر باقی سورتیں ان کے نزول مکی اور نزول مدنی کے لحاظ سے مرتب کی گئی تھیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں پہلی سورت ''البقرۃ'' پھر ''النساء'' اور اس کے بعد آل عمران'' (دوسرے مصاحف سے) خاصے اختلاف کے ساتھ۔ اسی طرح مصحف ابی بن کعب اور دیگر مصاحف کا حال تھا جیسا کہ ''الاتقان'' میں واضح کیا ہے، ابن اشتر کی کتاب ''المصاحف'' میں ان کی اپنی سند سے حضرت عثمانؓ سے یہ قول منقول ہے کہ انہوں نے حکم دیا کہ وہ طویل سورتوں کو ایک دوسرے کے بعد رکھیں، بعض حضرات اس موقف کی طرف گئے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے جن میں اپنے ایک قول کے مطابق القاضی ابوبکر (الباقلانی) بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اس جماعت میں دیگر بہت سے افراد بھی شامل ہیں، ابوبکر بن الأنباری کہتے ہیں کہ: ''اللہ نے سارے قرآن کو دنیا کے آسمان پر نازل فرما دیا پھر اس کو بیس برس سے کچھ زیادہ عرصے میں نازل کیا۔ کوئی سورت کسی خاص واقعے کے پیش آنے کی وجہ سے نازل ہوئی اور کوئی کسی سوال کرنے والے کے جواب کے طور پر نازل ہوئی۔ بعد ازاں جبرائیل نبی ﷺ کو اس جگہ یا مقام سے آگاہ فرماتے جہاں اس سورت یا آیت کو رکھا جانا چاہیے تھا۔ اس لیے سورتوں کا ایک دوسرے سے مرتبط اور منظم ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ آیات اور حروف کا ایک دوسرے سے مرتبط ہونا ہے۔ سب کچھ نبی ﷺ کے ذریعے اور آپ ﷺ کے حکم سے ہوا۔ اس سے اگر کسی نے کسی سورت کو آگے یا پیچھے کیا تو گویا اس نے نظم قرآن کو خراب کیا''۔

سیوطی اس کے بعد قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے حوالہ سے مختلف علماء کی آراء نقل کرتے ہیں اس ضمن میں علامہ ولی الدین ملوی اور دیگر علماء کا ذکر کرتے ہیں اور آخر میں نتیجے کے طور پر لکھتے ہیں:

''فالحاصل أني أقول: ترتيب كل المصاحف بتوقيف، واستقر التوقيف في العرضة الأخيرة على القراءات العثمانية، ورتب أولئك على ما كان عندهم، ولم يبلغهم ما استقر، كما كتبوا القراءات المنسوخة المثبتة في مصاحفهم بتوقيف، واستقر التوقيف في العرضة الأخيرة على القراءات

المنسوخات ولم يبلغهم النسخ''(۱۱۱)۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ ہر مصحف کی ترتیب توقیفی ہے (یعنی اللہ کے حکم سے ہوئی کہ یہ سورت یہاں لکھواور وہ آیت وہاں رکھو) آخری بار جب مصحف (صحابہؓ کے آگے منظوری کے لیے) پیش ہوا تو حضرت عثمانؓ کی ترتیب پر صحابہؓ کی رائے متفق ہوگئی۔ جس طرح تمام قراءات اور ثابت شدہ منسوخات بھی ان کے نسخوں میں توقیفی ہی تھے چنانچہ قراءات کے بارے میں بھی آخری رائے حضرت عثمانؓ کی قراءات پر ٹھہری۔ البتہ ان لوگوں (یعنی اُبی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود) نے اپنے اپنے علم کے مطابق اپنے اپنے مصحف ترتیب دیے۔ مگر ان حضرات کو اس نسخ (قراءات) کی خبر نہیں ہوئی (یعنی ان قراءات کی خبر نہیں ہوئی) جو آخری بار پیش کیے جانے کے بعد منسوخ قرار پائی تھیں''۔

مختلف سورتوں کے درمیان باہمی نظم وربط:

ذیل میں سورتوں کے مابین ربط کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

سورۃ بنی اسرائیل کا ربط:

جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ تمہیں جان لینا چاہیے کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ اور اس کے بعد کی چار سورتیں قدیم ترین ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ سورۃ بنی اسرائیل، الکھف، مریم، طٰہ اور الانبیاء (اسلام کے) دور اولین میں نازل ہونے والی قدیم سورتیں ہیں۔ لہٰذا ان کی ترتیب کا ایک پہلو یہ ہوا کہ وہ قدیم النزول ہونے کی مشترکہ خصوصیت کی حامل ہیں اور یہ کہ یہ مکی سورتیں ہیں اور مختلف قصص (واقعات) پر مشتمل ہیں۔

مجھ پر اس کے سورۃ النحل سے متصل بعد وارد ہونے کی ایک وجہ یہ ظاہر ہوئی ہے کہ اللہ تعالی نے سورۃ النحل کے آخر میں فرمایا تھا:

﴿إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾(۱۱۲)

''ہفتے (کے دن) کا حکم ہم نے ان لوگوں پر عائد کیا جو اس میں اختلاف کررہے تھے''

اس سورۃ (بنی اسرائیل) میں ہفتے والوں کی شریعت اور ان کے احوال کی تفسیر بیان کی۔ اس کے بعد جو چیزیں ان پر تورات میں فرض کی گئی تھیں ان کا ذکر فرمایا جیسا کہ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پوری تورات سورۃ بنی اسرائیل کی پندرہ آیات میں مذکور ہے۔ اس میں ان کی نافرمانی، فساد، ان کی مسجد کی بربادی اور ان کا نبی ﷺ سے چھیڑ چھاڑ کرنے اور آپ ﷺ کو مدینہ سے نکالنے کے ارادہ کا ذکر ہے۔ بعدازاں آپ ﷺ سے ان کا روح کے بارے میں سوال کرنے کا بیان ہے۔ پھر خاتمہ سورت پر موسیٰ علیہ

السلام کی نشانیوں اور آپ علیہ السّلام کا فرعون سے مخاطب ہونے کا ذکر ہے یہ بتانے کے لیے کہ ان کا نبی ﷺ سے چھیڑ چھاڑ کرنا تا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کو مدینہ سے نکال باہر کریں ویسا ہی ہے جیسا کہ فرعون (کا موسیٰ علیہ السلام کو چھیڑنا اور تنگ کرنا تھا) اور پھر ان کا انجام (بھی) ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرعون کا ہوا تھا۔

اب چونکہ اس سورت کے ابتدائی حصہ میں مسجد اقصیٰ کی بربادی کا ذکر ہے اس لیے مصطفیٰ ﷺ کو راتوں رات وہاں پہنچایا تا کہ اس کو (یعنی مسجد کو) اس بات کا شرف حاصل ہو سکے کہ آپ ﷺ اس میں قدم رنجہ فرما ہوئے تھے۔تعریف ہے اس خدا کی جس نے (مجھ پر یعنی السیوطیؒ) پر یہ الہام فرمایا (۱۱۳)۔

سورۃ الکہف:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سورت کا سورۃ بنی اسرائیل کے بعد رکھے جانے کا سبب یہ ہے کہ اسکا افتتاح تسبیح (یعنی سُبْحَانَ الَّذِيْ (۱۱۴)) سے ہوا تھا جب کہ اس کا آغاز تحمید بھی (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (۱۱۵)) سے ہو رہا ہے۔قرآن کریم اور سارے ہی کلام میں یہ دونوں (یعنی تسبیح وتحمید) اس طرح وارد ہوتی ہیں کہ تسبیح ہمیشہ تحمید سے پہلے آتی ہے جیسا کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (۱۱۶) (طٰہٰ ۱۳۰) (غافر ۵۵) (ق ۳۹) (الطور ۴۸) اور سبحان الله و بحمده (ایک پہلو یہ بھی ہے کہ) اس سے پہلے کی سورت کا خاتمہ تحمید پر ہوا ہے۔اور یہ سورتوں کے اطراف (یعنی ابتداء اور انتہاء) کے مشابہ ہونے کا پہلو ہے۔

پھر مجھ پر اس سے (بھی) اچھا پہلو اس کے ربط وتعلق کے بارے میں کھلا ہے اور وہ یہ کہ یہود نے مشرکین کو اکسایا کہ وہ نبی ﷺ سے تین سوال کریں (۱) روح کی حقیقت (۲) اصحاب کہف کا قصہ (۳) ذوالقرنین کا قصہ۔ان سوالوں میں سے پہلے سوال کا جواب سورۃ بنی اسرائیل کے آخر میں دیا گیا۔اس وجہ سے اس کا تعلق اس سورت سے مناسب ہوا جس میں باقی (دو) سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔

اگر آپ پوچھیں کہ تینوں سوالات کے جوابات ایک ہی سورت میں کیوں نہیں جمع کر دیے گئے؟ تو میں کہتا ہوں کہ جب پہلے سوال کا جواب (سائلین کے ذہن کے مطابق) وضاحت سے نہیں دیا گیا تو اس کا ایک الگ سورت میں علیحدہ ہو جانا ہی مناسب تھا۔

اس کے علاوہ مجھ پر ایک اور پہلو ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ جب فرمایا:

﴿وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلاً﴾ (۱۱۷)

''تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا''

اور یہاں خطاب یہود سے ہے۔اس خطاب میں موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ سے مدد لی جائے جو خضر علیہ السّلام کے ساتھ ان کو

پیش آیا جس کا سبب عالم اور أعلم (زیادہ علم والا) کا ذکر کرنا تھا اور وہ قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے علم کا احاطہ ناممکن ہے۔

اس طرح یہ سورت دلیل پیش کر رہی ہے کہ ان حکمتوں کی جن کا ذکر اس (قصے) میں ہوا ہے (شاید) یہ قصہ موسیٰ علیہ السّلام کو بنی اسرائیل کا پیغمبر بنا کر بھیجنے کے بعد پیش آیا ہو۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

﴿وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلاً﴾(۱۱۸)

''تم کو علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا''

تو یہود نے کہا: '' أوتينا علماً كثيراً أوتينا التوراة ومن أوتي التّوراة فقد أوتي خيراً كثيراً ''(۱۱۹) کہ ہمیں تورات دی گئی ہے جس میں ہر چیز کا علم ہے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَداً﴾(۱۲۰)

کہو اگر سمندر روشنائی ہو میرے رب کے عجائب اور غرائب کو قلم بند کرنے کے لیے تو سمندروں کی روشنائی ختم ہو جاتی ہے اس سے پہلے کہ میرے رب کے معجزانہ کارناموں کا لکھا جانا ختم ہوتا اگرچہ ہم (پھر ایک بار اور) اتنی ہی روشنائی لے آتے۔

یہ نظم کا ایک اور پہلو ہوا۔ اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ سورت مخالفین کے شبہات کا جواب ہے اگر (اس حدیث) کو ملحوظ خاطر رکھا جائے وہاں سورۃ الاسراء میں یہ فرمایا تھا کہ:

﴿ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفاً ﴾(۱۲۱)

اور جب قیامت کا وعدہ پہنچے گا تو ہم سب کو جمع کریں گے یعنی فرعون، قوم فرعون بنی اسرائیل اور ساری انسانیت کو۔

یہاں اس کی شرح وبسط ہے اللہ تعالی کے اس قول میں:

﴿فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقّاً وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعاً. وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِيْنَ عَرْضاً ﴾(۱۲۲)

جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو اس کو ڈھا کر ہموار کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے اس روز ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ روئے زمین پر پھیل کر ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو جمع کر لیں گے اور اس روز جہنم کو

کافروں کے سامنے لائیں گے

یہ ان دونوں سورتوں کی ایک دوسرے سے تعلق اور ربط وضبط کی بہت سے وجوہات ہیں (۱۲۳)۔

سورۃ الإخلاص کا ربط:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس سورت کو یہاں اس لیے جگہ دی گئی ہے کہ اس کے وقف (آیات کے آخر) اور سورۃ تبت کا اختتام ہم وزن ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ہم وزن ہونے کے علاوہ مجھ پر یہ حقیقت بھی کھلی ہے کہ یہ سورت ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ سے **ایک** لحاظ سے متصل اور متعلق ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں ایک نام ''سورۃ الاخلاص'' بھی ہے۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ ''الکافرون'' توحید پر مشتمل ہے اور یہ بھی توحید پر مشتمل ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں سورتوں کو نماز فجر کی سنتوں، نمازِ طواف، نماز ظہر، مغرب کی سنت، مسافر کی صبح کی نماز اور جمعرات کی نمازِ مغرب میں ایک ساتھ پڑھنا مشروع ہے۔

یہ اس وجہ سے کہ جب ان کے معبودوں کی نفی کی تو اس کا لازمی نتیجہ (مثبت انداز میں) بیان کیا اور وہ یہ کہ آپ کا معبود ایک ہی ہے۔ اس پر دلیل اس طرح قائم کی کہ وہ ''الصّمد''یعنی تنہا ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا ہے اس نے نہ کسی کو جنم دیا ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے اور کوئی بھی اس کا ہمسر اور برابر نہیں ہے اور وہی ذات عبادت کی مستحق ہے جو ان صفات سے متعلق ہو جب کفار ومشرکین کے معبودوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ان صفات کاملہ کا حامل ہو لیکن ہم مثل اور ہم شکل سورتوں میں دو سورتوں کے ذریعے علیحدگی اس حکمت کی بناء پر کی گئی ہے جس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے گویا ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ کے بعد اس کا وارد ہونا اس کی ایسی خصوصیت کی وجہ سے ہے (۱۲۴)۔

سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس کا ربط:

میں کہتا ہوں کہ یہ سورتیں بیک وقت نازل ہوئی ہیں جیسا کہ البیھقی کی ''دلائل النبوۃ'' میں آیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو ایک ساتھ رکھا گیا۔ یہ اس امر کے علاوہ ہے کہ وہ معوذتین کے نام میں شریک ہیں۔ مزید یہ کہ ان دونوں کا آغاز ''قل'' سے ہو رہا ہے اور یہ کہ ان دونوں کو سورۃ الإخلاص کے بعد رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں سورتوں کو حدیث میں معوذتان کے نام سے یاد کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان دونوں کو ''القوافل'' کا نام بھی دیا گیا ہے (۱۲۵)

سورۃ الفلق کو سورۃ الناس سے پہلے اس کے اس سے چھوٹی ہونے کے باوجود اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا آخری لفظ (حسد)

سورۃ الاِ خلاص کے فواصل (وقفوں) اورتبت یدا کے مقطع (مسد) سے ہم وزن ہے (۱۲۶)۔

محمد بن محمد مصطفےٰ ابوالسعود العمادی (۹۵۱ھ.) اور ربط آیات:

ابوالسعود محمد بن محمد العمادی نے تفسیر ابی السعود المسمّی ارشاد العقل السلیم اِلی مزایا القرآن الکریم کے نام سے ایک تفسیر لکھی اور اس میں ربط آیات کا خاص خیال رکھا۔

اسی طرح حضرت شمس الدین محمد بن شربینی (۹۷۷ھ.) نے ''السراج المنیر'' کے نام سے تفسیر لکھی اور اس میں ارتباط آیات پر خاص توجہ دی۔ حسن بن محمد عیاں جیو (۹۸۲ھ.) کی تفسیر محمدی جو ربط آیات پر منفرد تفسیر ہے۔

دسویں صدی ہجری کے آخر کے بہت بڑے علماء میں شیخ محمد بن الشیخ اُبی الحسن صدیقی شافعی اشعری مصری (۹۹۳ھ.) تھے، جن کو الاُستاذ الاُعظم، اور قطب العارفین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، مضامین عجیبہ اور نکات غریبہ بیان کرنے میں فرد فرید تھے، اور ربط آیات اور تفسیر وحدیث وفقہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، جامع ازہر میں درس دیتے تھے، شائقین علم پروانوں کی طرح ٹوٹے پڑتے تھے، اسی کے ساتھ بڑے صاحب باطن، شیخ طریقت اور شاعر ادیب تھے (۱۲۷)

بحث ثالث: گیارہویں صدی ہجری تا حال

دسویں صدی ہجری تک اور اس کے بعد قرآن مجید کی آیات وسور میں نظم ومناسبت کو باقاعدہ ایک فن اور اصول تفسیر کے طور پر تسلیم کرلیا گیا۔ جس کی بنا پر اکثر علماء ومفسرین نے اپنی تفاسیر میں کسی نہ کسی حد تک عملی طور پر قرآنی آیات وسور میں باہمی ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ذیل میں دسویں صدی ہجری کے بعض نظم ومناسبت پر کام کرنے والے علماء ومفسرین کے کام اور نظریات کا جائزہ لیا جارہا ہے لیکن مولانا حمید الدین فراہی جو نظم قرآن کے حوالے سے دور حاضر کی ممتاز شخصیت ہیں ان کے نظریات کے لیے الگ فصل قائم کی گئی ہے۔

۱۔شیخ مبارک بن خضر ناگوری (۱۰۰۱ھ.)

۲۔شیخ منور بن عبدالحمید لاہوری (۱۰۱۱ھ.)

۳۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ.)

۴۔مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر (۱۲۳۸ھ.)

۵۔شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ.)

۶۔ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ.)

۷۔ الحاج سلطان محمد الجنابذی الملقب سلطان علی شاہ

۸۔شیخ محمد عبدہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء.)

۹۔محمد مصطفیٰ مراغی (۱۳۳۵ھ.)

۱۰۔رشید رضا (۱۳۵۴ھ.)

۱۱۔ مولانا انور شاہ کشمیری (۱۳۵۴ھ.)

۱۲۔مولانا محمد یوسف بنوری

۱۳۔یعسوب الدین رستکار جوئے یاری (۱۳۵۹ھ.)

۱۴۔مولانا حسین علی (۱۳۶۲ھ.)

۱۵۔مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ.)

۱۶۔مولانا محمد عبیداللہ سندھی (۱۳۶۵ھ.)

۱۷۔مولانا ثناءاللہ امرتسری (۱۳۶۷ھ.)

۱۸۔ مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء.)

۱۹۔ڈاکٹر عبداللہ دراز (۱۹۵۸ء.)

۲۰۔ سید قطب شہید (۱۹۶۶ء.)

۲۱۔شیخ محمد طاہر ابن عاشور (۱۳۹۳ھ.)

۲۲۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۳۹۴ھ.)

۲۳۔مولانا مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ.)

۲۴۔مولانا ابوالاعلی مودودی (۱۹۷۹ء.)

۲۵۔سید صفوۃ اللہ الحنفی نقشبندی

۲۶۔ سعید حوی (۱۴۱۰ھ.)

۲۷۔مولانا محمد طاہر پنج پیری

۲۷۔الشیخ محمد محمود الصواف (معاصر)

۲۸۔محمد علی الصابونی (معاصر)

۲۹۔الشیخ ناصر مکارم الشیرازی (معاصر)

شیخ مبارک بن خضر ناگوری (۱۰۰۱ھ.) نے ''منبع عیون المعانی ومطلع شموس المثانی'' کے نام سے ایک تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں جن خاص امور کو مصنف نے پیش نظر رکھا ہے انہیں کے الفاظ میں یہ ہیں۔

''اس کتاب میں وجوہ نظم قرآن ،قراءات عشرۃ، أنواع وقوف اور فواصل آیات کا ذکر کروں گا نیز علمائے راسخین حکماء اور صاحب کشف عارفین نے جو معانی ومطالب بیان کیے ہیں انہیں بتاؤں گا۔ جملوں کے ربط، آیتوں اور سورتوں کے مابین جو مناسبت ہے اسے واضح کروں گا۔ انبیاء علیہم السلام کے قصص، اقوام وملل کے واقعات، اسباب اور ناسخ ومنسوخ کو بیان کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ سورتیں جن آیات پر ختم کی گئی ہیں ان کی وجہ کیا ہے؟'' (۱۲۸)۔

شیخ مبارک بن خضر ناگوری اپنی تفسیر مذکور میں سورۃ والضحیٰ کا ماقبل سورۃ واللیل سے ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سورۃ

والليل میں حضرت ابوبکرؓ کی مدح ہے اور سورۃ والضحیٰ میں رسول اللہ کی نعت ہے'' (۱۲۹)۔

گویا ایک سورۃ مدحیہ ہے اور دوسری سورۃ نعتیہ ہے۔ اس طرح دونوں کا ربط بالکل واضح ہے۔

شیخ منور بن عبدالحمید لاہوری (۱۰۱۱ھ۔) نے ''درر التنظیم فی ترتیب الآی والسور الکریم'' کے نام سے نظم پر ایک کتاب قلعہ گوالیار کے قید خانہ میں تصنیف کی اور اس میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کے مابین ترتیب و مناسبت کو بیان کیا گیا۔

برصغیر پاک و ہند کے محقق عالم حضرت شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ۔) نے مناسبات اور نظم قرآن پر اصولی بحث اپنی نادر الوجود تصنیف ''الفوز الكبيرفي أصول التفسير'' میں پیش کی۔ نظم و مناسبت کے سلسلہ میں آپ کا موقف ابن العربی اور امام فخر الدین رازی سے مختلف ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا اسی دور کی تصنیفی نکتہ سنجیوں اور تالیفی نزاکتوں کی رعایت اس میں کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ادباء متاخرین کے ادبی رجحانات اور تصنیفی قیود و شرائط کی تلاش بے سود ہے۔ کسی کتاب کے ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے اور ایک جملہ کا دوسرے جملہ سے ایک باب کا دوسرے باب سے ظاہری ربط اور لکھی ہوئی مناسبات کا پایا جانا عہد جاہلی یا قدیم عرب کے یہاں بلاغت کا جزو اعظم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ شرطیں اور کتاب میں ادب کی یہ قدریں ادباء متاخرین کی پیدا کردہ ہیں۔ قرآن کے مخاطب اول عرب قدیم ہیں۔ انداز بیان میں ان کی رعایت کی گئی ہے۔ اس لیے آیات قرآنی میں ہر جگہ ظاہری ربط اور کھلی ہوئی مناسبت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ پھر خود ہی سوال قائم کرتے ہیں کہ ''اگر پوچھا جائے کہ قرآن مجید میں ان مطالب و مفہوم و بیان کرتے ہوئے ربط و ترتیب کا پورا پورا لحاظ کیوں نہ کیا گیا؟ اس کے جواب میں خود فرماتے ہیں: ''کہ اگرچہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے یہ کوئی بعید بات نہ تھی لیکن موجود اسلوب کے مطابق قرآن کو مرتب و مربوط نہ پیش کرنے میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلوب بیان، ادب و زبان میں ان کی رعایت مطلوب تھی جو قرآن کے مخاطب اول تھے (۱۳۰)۔

شاہ صاحب اس شبہ کا بھی ازالہ کرتے ہیں کہ کیا قرآنی تعلیمات کو ایسے اسلوب میں پیش کرنا بہتر نہ ہوتا کہ بعد کے ادوار میں اس کی بلاغت متاثر نہ ہو آپ فرماتے ہیں کہ ''شرافت کے اسرار و رموز کو جاننے والا اس بات سے واقف ہے کہ انسانوں کی تربیت میں کون کون سی چیزیں بیان کرنی چاہییں۔ ساتھ ہی علوم پنجگانہ پر بھی اس کی نظر ہو تو یقیناً اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ قرآن میں ان علوم کو پیش کرنے کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس سے بہتر اور معیاری طریقے کا انتخاب ممکن نہ تھا۔ (۱۳۱)

مزید فرماتے ہیں کہ: ''قرآن کا اسلوب شروع سے آخر تک مکتوب یا پیغام کا سا انداز رکھتا ہے۔ (۱۳۲)

لہٰذا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نظم کی لطافت و رموز کی اہمیت کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن پورے قرآن مجید میں ہر جگہ نظم و ربط کو لازمی

جزء قرار دیتے ہیں نہ اسے اعجاز قرآن کا حصہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کے موقف کے مطابق قرآن مجید کے اسلوب میں ادب قدیم کی رعایت رکھی گئی ہے اور قدمائے عرب کے ادب میں مضامین کے مابین نظم وربط ہر جگہ ضروری خیال نہ کیا جاتا تھا۔

شاہ ولی اللہ کے بعد آپ کے فکر کی ترجمانی آپ کے فرزند شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ۔) نے کی۔ اتباع شاہ ولی اللہ میں انہیں نظم اور ارتباط آیات سے خاص نسبت حاصل ہے۔ فارسی زبان میں شاہ عبدالعزیز کی تفسیر فتح العزیز لطائف وظرائف اور ربط آیات کا اعلیٰ مخزن قرار دی جاتی ہے۔

مولوی محمد غوث (۱۲۳۸ھ۔) نے نثر المرجان فی رسم نظم القرآن کے نام سے ملا بحر العلوم عبدالعلی (۱۲۲۵ھ۔) کے ایماء پر سات ضخیم جلدوں میں یہ تفسیر لکھی۔ وہ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"... واستقرت قريحتي على ان أؤلف كتابا في رسم القرآن المجيد وارصف ابوابا في نظمه الرشيق المشيد فإنه علم عزيز يلجأ إليه كل من بلغ التميز وهو من اسمى العلوم شانا وابها ها بيانا وبرهانا ... ولم يصل إلينا من كتبه إلا ما يسمن ولا يغني من جوع ... فشمرت الذيل عن الساق لتحرير هذه الأوراق سلكت فيه جادة الانصاف ... وسميته نثر المرجان في رسم نظم القرآن ورتبته على مقدمة ومقالتين ...." (۱۳۳)

...میری طبیعت نے یہ فیصلہ کیا کہ رسم قرآن مجید کے متعلق ایک کتاب لکھی جائے اور اس کے عمدہ اور مضبوط نظم پر ابواب باندھے جائیں کیونکہ یہ ایک ایسا عزیز علم ہے جس کی طرف ہر بالغ آدمی لپکتا ہے۔ تمام علوم میں اس علم کی شان بہت بلند ہے اور بیان و برہان کے لحاظ سے وہ بہت عمدہ بھی ہے۔...لیکن ہمارے پاس اس فن کی اتنی کتابیں نہیں ہیں کہ اس سے ہماری طبیعت سیراب ہو سکے...اس لیے میں نے ان اوراق کے لکھنے پر کمر باندھی اور اس میں انصاف کا راستہ اختیار کیا...میں نے اس کا نام نثر المرجان فی رسم نظم القرآن رکھا اور اس کو ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب کیا....

بغداد کے مشہور عالم محمود آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ۔) نے روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني کے نام سے تفسیر مرتب کی۔ جو سابقہ تفاسیر کے اہم مباحث کی جامع ہے۔ علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں نظم وارتباط کو بہترین عبارت میں بیان کرنے پر خاص توجہ دی ہے۔

الحاج سلطان محمد الجنابذی الملقب سلطان علی شاہ نے تفسیر بیان السعادۃ فی مقامات العبادۃ تحریر کی۔ ان کا شمار

چودہویں صدی ہجری کے غالی شیعہ علماء میں ہوتا ہے۔ یہ تفسیر تشیع وتصوف کا مرکب ہے۔ دوجلدوں میں شائع ہوئی تاہم وہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ربط آیات کے حوالہ سے رقم طراز ہے:'' ولهذا التفسير أمور مختلفة به لا تكون في غيره:

١ ـ منهاج ربط الآيات وجعل الآيات اللاحقة مربوطة بالسابقة والحال ان جميع الآيات لم تكن بترتيب نزولها والمؤلف أيضاً قائل به ولكنه كان قائلاً مع ذلك أن تأليف الآيات القرآنية وجمعها بالترتيب الموجود بين الدفتين دلي على أن العلم الإلٰهي والإرادة الأزلية قد تعلقتا بجمعها كذلك كما قال الله تعالى شانه ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ (١٣٤)

فالآيات في الواقع ونفس الأمر كلها مرتبطة ومنتظمة ولازم هذان تكون في المعنى أيضاً مرتبطة وإن لم تكن جمعها بترتيب النزول ، ولهذا لا يجوز عندنا تنظيم الآيات القرآنية بغير الترتيب الفعلي وما بين الدفتين كلام الله وهذا الترتيب محفوظ إلى زمان ظهور القائم عجّل الله فرجه .

على أن بعض الأخبار والأقوال دالّ على أنّ تنظيم الآيات كان في زمن النبي ﷺ وبأمره وهو أيضاً دليل على ارتباطها في نفس الأمر ولذا ربط المؤلف الجليل أكثر الآيات بسابقها وذكر وجه الربط وإن لم تكن مربوطة في ظاهر المعنى والمفهوم''(١٣٥)

''یہ تفسیر دوسری تفسیروں سے درج ذیل امور میں مختلف ہے:

ا۔ ربط آیات کا انداز، ہر آنے والی آیت کا اپنے سے ماقبل آیت سے ربط، جب کہ حالت یہ ہے کہ تمام آیات اپنی نزولی ترتیب میں نہیں ہیں، مصنف اس کا معترف ہے، لیکن وہ اس کے ساتھ اس چیز کا بھی قائل ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات کی ''بین الدفتین'' موجودہ جمع وترتیب اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی جمع وترتیب علم الٰہی اور ارادہ ازلیہ سے متعلق ہے۔ یہی بات قرآن مجید میں ہے ''اسکا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے'' حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات باہم مربوط ومنظم ہیں لہذا اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ان میں معنوی طور پر بھی ربط ہو اگرچہ ان کی ترتیب نزولی نہیں۔ لہذا ہمارے نزدیک قرآن مجید کو موجودہ بین الدفتین ترتیب سے کسی اور طرح اکٹھا کرنا جائز نہیں ہے۔ (امام) قائم کے ظہور تک اس کی یہ ترتیب محفوظ رہے گی۔

اس کے باوجود کہ کچھ اخبار واقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ ترتیب نبی پاک ﷺ کے زمانے میں ان کے حکم سے تھی۔ یہی چیز خود اس کے باہمی ربط پر دلیل ہے۔ اس لیے محترم مصنف نے اکثر آیات کا ماقبل سے ربط اور وجہ ربط بیان کیا ہے۔ اگرچہ ظاہری معنی و

مفہوم مربوط نہ ہوں۔

شیخ محمد عبدہ (۱۳۲۳ھ.) نے پر کشش انداز میں قرآنی مطالب و معانی پر توجہ دی جو قرآن کا اصلی مقصود اور نصب العین ہے۔آپ کے تفسیری لیکچروں کو آپ کے شاگرد علامہ رشید رضا (۱۳۵۴ھ.) قلم بند کرتے تھے اور ''المنار'' میں شائع کرتے تھے۔تفسیری لیکچرز کا یہ سلسلہ سورۃ النساء تک پہنچا تھا کہ آپ فوت ہو گئے۔آپ نے نظم قرآن سے متعلق محیر العقول حقائق کا انکشاف فرمایا اور ایسے اصول وضع فرمائے جس سے تفسیری رجحانات میں قابل قدر تبدیلی ہوئی۔سیاق و سباق پر غور وفکر کرنے کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔رافعی لکھتے ہیں''

وكان نابغة عصرنا الإمام الشيخ محمد عبده۔ رحمه الله ۔ كثيرا ما يعنى في تفسيره بحقائق غريبه من تناسب الآيات وتعلق نظم القرآن بعضه ببعض، وله في ذلك فكر ثاقب ونقاد عجيب''(۱۳۶)

ہمارے زمانے کی نابغہ روزگار ہستی الشیخ محمد عبدہؒ نے اپنی تفسیر میں تناسب آیات اور قرآن کے بعض حصے کا بعض حصہ سے نظم کا تعلق جیسے قرآن مجید کے نادر حقائق پر توجہ دی۔

آپ کے منہاج کو آپ کے شاگرد محمد مصطفے مراغی (۱۳۳۵ھ.) اور رشید رضا (۱۳۵۴ھ.) نے اپنی تفاسیر میں بڑی خوبی سے اپنایا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری (۱۳۵۴ھ.) نے مناسبات کی دقیق اور مشکل وجوہ کا حل تلاش کیا اور اہم نکات کا اضافہ کیا۔ ابن العربی اور امام رازی کی طرح آپ مفردات قرآن، ترتیب، ترکیب اور حقائق و مقاصد سب ہی وجوہ سے قرآن حکیم کے اعجاز کے قائل ہیں (۱۳۷)۔

اپنے اس موقف کی تائید میں انہوں نے مشکلات القرآن تحریر کی جسے آپ کے شاگرد مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے کچھ اضافہ کے ساتھ''يتيمة البيان لمشكلات القرآن''کے نام سے شائع کیا۔

یعسوب الدین رستکار جوئے یاری (۱۳۵۹ھ.) شیعہ اثنا عشری کے بہت بڑے عالم تھے۔انہوں نے''تفسیر البصائر''کے نام سے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی۔یہ تفسیر عربی زبان میں ۶۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کی پہلی جلد ۱۳۹۸ھ. میں جب کہ آخری جلد ۱۴۱۳ھ. میں ایران سے چھپی۔موصوف نے اپنی تفسیر میں نظم و مناسبت کا خصوصی التزام کیا اور قرآن مجید کی سور و آیات کا نزول اور مصحف دونوں لحاظ سے باہم تناسب کو واضح کیا مزید برآں آیات کریمہ کو متعلقہ سور قرآنیہ کے بنیادی اغراض و مقاصد سے ہم آہنگ دکھانے کی بھرپور سعی کی (۱۳۸)

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ۔) نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں روابط آیات وسور کو خاص اہمیت سے پیش کیا اور اس موضوع پر آپ نے نے سبيل النجاح اور عربی میں سبق الغايات في نسق الآيات کے عنوان سے دو رسالے تحریر فرمائے اور سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک الگ الگ فصول میں ارتباط آیات پر ماٰ خذ کے حوالوں سے گفتگو کی۔ آپ نے حکمت، لطائف اور معارف کے اتھاہ سمندر میں غواصی کر کے اس سے بیش بہا موتی حاصل کیے۔ مولانا قرآن مجید کی آیت: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (۱۳۹) کا نظم ماقبل سے یوں بیان کرتے ہیں۔''اس آیت کے آگے پیچھے طلاق وغیرہ کے احکام ہیں، درمیان میں نماز کے احکام بیان فرمانے کا اشارہ اس طرح ہے کہ مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور معاشرت واخلاق کے احکام سے علاوہ اور مصلحتوں کے، اس توجہ کی حفاظت اور ترقی بھی مقصود ہے۔ چنانچہ جب ان پر خدائی احکام سمجھ کر عمل کیا جاوے گا تو توجہ لازم ہوگی پھر یہ کہ ان احکام میں اول حقوق عباد بھی ہیں اور حقوق عباد کے اتلاف سے درگاہ الٰہی سے دوری ہوئی ہے جس کے لوازم میں سے حق عبد دونوں کی طرف سے توجہی ہے۔ چونکہ نماز میں یہ توجہ زیادہ ظاہر ہے، اس کے درمیان میں لانے سے اس توجہ کے مقصود ہونے پر زیادہ دلالت ہوگی تاکہ عبد اس توجہ کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ (۱۴۰)

مولانا حسین علی (۱۳۶۲ھ۔) نے چالیس سال سے زائد عرصہ تک تفسیری موضوعات پر غور وفکر کیا۔ آپ کے تفسیری امالی آپ کے شاگرد محمد نذر شاہ عباسی اور مولانا غلام اللہ خان نے مرتب کیے۔ جس کا نام ''جواھر القرآن'' ہے۔ ربط آیات وسور پر آپ کو خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ ربط آیات پر آپ کی یادگار تصنیف ''بلغة الحيران في ربط آيات الفرقان'' ہے۔ جس میں اوّل سورۃ سے آخر تک علیحدہ علیحدہ ارتباط اور تناسب پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو نظم قرآن کی بحث میں ایک قابل قدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن حکیم کی آیات و سور کے باہم ربط، تفسیری نکات حل مشکلات اور خاص الفاظ کی تشریح پر مشتمل یہ کتاب مولانا حسین علی کے تفسیری افادات کا مجموعہ ہے۔ غرض ''بلغة الحيران'' اپنی افادیت اور ندرت فکر کے اعتبار سے ایک انمول خزانہ ہے۔

مولانا حسین علی سورۃ مائدۃ کا یوں ربط بیان کرتے ہیں:''سورۃ مائدۃ کو ماقبل سے تین طرح کا ربط ہے۔ اول ربط اسمی جیسا کہ سورۃ فاتحہ وغیرہ میں گزر چکا ہے۔ دوم سورۃ بقرۃ میں وہ تمام مضامین ذکر کیے گئے ہیں جو سارے قرآن میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں۔ توحید رسالت، جہاد في سبیل اللہ، انفاق سبیل اللہ، امور انتظامیہ وغیرہ۔ سورۃ بقرۃ میں نفی شرک اعتقادی یا نفی شرک في التصرف، نفی شرک فعلی اور نفی شفاعت قہری کو نقلی اور عقلی دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے ذکر کیا گیا پھر سورۃ آل عمران میں صرف شرک اعتقادی اور شرک فی الدعاء کی نفی کی گئی اور توحید ورسالت پر علماء اہل کتاب کے شبہات کا رد کیا گیا اس کے بعد سورۃ نساء میں امور انتظامیہ متعلقہ رعیت واحکام (احکام

رعیت اور احکام سلطانیہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اور درمیان میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کا بھی قدرے ذکر کیا گیا۔ اب سورۃ مائدہ میں اور اس کے بعد انعام میں نفی شرک فعلی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس کے پہلو بہ پہلو شرک في التصرف کی نفی بھی مذکور ہے۔ سوم۔ سورۃ نساء کے آخر میں فرمایا ''﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا﴾ (۱۴۱) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر اس لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس لیے شرک وکفر کی گمراہی سے بچانے کے لیے سورۃ مائدۃ میں شرک فعلی اور شرک اعتقادی کا تفصیل سے رد فرمایا (۱۴۲)۔

اسی طرح سورۃ انفال کا یوں ربط بیان کرتے ہیں: ''باقی سورتوں کی طرح سورۃ انفال کو بھی ماقبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے۔ اول: ربط معنوی دوم ربط اسمی۔ ربط معنوی یہ ہے کہ سورۃ مائدۃ، انعام اور اعراف میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو پوری تفصیل سے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا اور سورۃ اعراف میں بتایا گیا کہ اس مسئلہ کی وجہ سے تم پر مصائب آئیں گے، تنگ نہ ہونا اور ان پر صبر کرنا اور جہاں مشرکین کا زور ہوگا وہاں وہ مومنوں کو تنگ کریں گے جس طرح پیغمبروں کو تنگ کیا گیا اس لیے سورۃ انفال اور توبہ میں ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (۱۴۳) سے جہاد کا حکم نازل فرمادیا کہ اللہ کا دین بلند کرنے اور مشرکوں کا زور توڑنے کے لیے ان سے جہاد کرو۔ سورۃ انفال کا ماقبل سے ربط اسمی یہ ہے کہ مسئلہ توحید کو واضح کرنے کی وجہ سے مشرکین تمھارے ساتھ جنگ کریں گے اور فتح کی صورت میں تمھیں انفال (اموال غنیمت) حاصل ہونگے۔ اس لیے تم انفال کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرنا اور اپنی مرضی کو تقسیم غنائم میں دخیل نہ بنانا (۱۴۴)۔

اسی طرح سورۃ سبأ کا سورۃ احزاب سے ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) سورۃ احزاب میں یہ کہا گیا کہ اگر مشرکین کہیں کہ آپ مسئلہ شفاعت کو مان لیں بس ہم صلح کر لیں گے تو آپ نرم نہ ہونا اور شفاعت قہری والے مسئلہ کو نہ ماننا اب سورۃ سبأ میں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے اور مدلل ومکمل بیان کیا گیا۔

(۲) سورۃ احزاب میں فرمایا تھا کہ کسی کو شفیع قہری کہہ دینے سے شفیع نہیں بن جاتا اب سورت سبأ میں ان کے چند شبہات کے جواب دئے گئے (۱۴۵)

حضرت مولانا محمد عبید اللہ سندھی (۱۳۶۵ھ۔) نے قرآن مجید میں نظم کے مسئلہ پر چالیس سال تک غور فرمایا آپ فرماتے ہیں کہ'' میں نے شاہ ولی اللہ کی حکمت کی روشنی میں قرآن مجید کے چند مقاصد معین کیے ہیں پھر ان کے پیش نظر ہر سورت کے ایک خاص مرکزی مضمون کا تعین کیا ہے اور اس طرح سورتوں میں تسلسل قائم کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوں (۱۴۶)۔

مولانا عبیداللہ سندھی کے امالی تفسیر القرآن ہم تک آپ کے دو شاگردوں کے ذریعے پہنچے ہیں۔ آپ کے ایک شاگرد عبداللہ لغاری ہیں جو جزءعم کی تفسیر مسمی ''المقام المحمود'' کے جامع ہیں۔

آپ کے دوسرے شاگرد موسی جاراللہ ہیں جنہوں نے آپ کی امالی تفسیر القرآن مرتب کیے ہیں اس کا ایک جزء جو سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ پر مشتمل ہے۔ موسی جاراللہ نے نظم قرآن کے سلسلہ میں ترتیب السورۃ الکریمہ في النزول والمصاحف لکھی۔

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری (۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) برصغیر پاک وہند کی نامور علمی شخصیت تھے۔ تفسیر ثنائی ان کی نہایت جامع تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں مولانا نے آیات کے درمیان باہمی ربط اور مناسبت کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے۔ اپنے طریقہ تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ '' جو روش میں نے تفسیر سے متعلق اختیار کی ہے یعنی ایک سلسلہ میں سارے مضمون کو لایا ہوں اس میں علماء مفسرین مختلف ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا بیان سب مسلسل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے قرآن حسب موقع نازل ہوتا رہا جس موقع پر نازل ہوا اس سے بے شک مطابق ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دفعہ سارا اترا ہے جس کا سلسلہ وار بیان ضروری ہو۔

میرے خیال میں دونوں رائیں صحیح ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم حسب موقع نازل ہونا بھی ضروری نہیں۔ مگر اس وجہ سے کہ سورتوں کی ترتیب آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ہوئی تھی۔ تو کوئی نہ کوئی مناسبت لاحق کو سابق سے ضرور ہوگی۔ مانا کہ اتنی نہیں جو ایک ساتھ اترنے میں ہوتی آخر اس فعل نبی ﷺ کا بھی تو کچھ استحقاق ہے اس لیے میں نے ایک آیت کو دوسری سے جوڑ دیا اور تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ مناسبت بھی پائی (۱۴۷)۔

درج بالا مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنی تفسیر ثنائی میں نظم ومناسبت کا خاص التزام کیا ہے اور اس کی عملی طور پر تطبیق کی ہے۔

شیخ الھند مولانا محمود الحسن کے ترجمہ کی تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثانی نے لکھی ہے۔ یہ تفسیر انتہائی مختصر، جامع اور بے حد مفید ہے۔

مولانا شبیر احمد عثانی نے اس تفسیر میں نظم قرآن کا التزام کیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (۱۴۸) کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی سنتے رہے اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا لیکن فرشتہ کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زبر زیر کی تبدیلی کے فرفر سنادی اور سمجھادی یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سانمونہ ہوا۔ ﴿يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ (۱۴۹) یعنی جس طرح اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد پوری ترتیب کے ساتھ حرف بہ حرف بدون ادنی فروگزاشت کے، اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کردے کیا اس

پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے اور پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہوگا سب کو جمع کر کے ایک وقت میں سامنے کر دے اور ان کو خوب طرح یاد دلا دے اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کر کے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو از سر نو وجود عطا فرما دے۔ بے شک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے(۱۵۰)۔

سورۃ قلم کا سورۃ الحاقۃ سے ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''سورۃ قلم میں ہے ﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾(۱۵۱) (کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح نعمتوں سے محروم کر دیں گے) اس آیت میں اللہ تعالی نے مشرکین کے اس قول کی تردید کی ہے کہ ''قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت وبخشش ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ تعالی نے عیش و رفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہی معاملہ رہے گا، کافروں کے اس زعم کی تردید سورۃ الحاقۃ میں مذکور قوم نوح علیہ السلام کے اس واقعہ سے کی گئی ہے کہ جس طرح دنیا کے ہنگامہ دار وگیر میں فرماں برداروں کو نافرمانوں مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے یہی حال قیامت کے دن ہولناک خاتمہ میں ہوگا(۱۵۲)۔

ڈاکٹر عبداللہ دراز (۱۹۵۸ء) نے الانباء العظیم تحریر کی۔ اپنی اس کتاب میں نظم کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن کے ایک ایک جزء میں ربط وتعلق تلاش کرنے سے پہلے پوری سورۃ پر محکم نظر ڈالی جائے جس میں اس کے تمام اجزاء و مقاصد کی اس طرح تعیین ہو جائے کہ جس سے تمام تفصیلات آسانی سے سمجھ آسکیں، ائمہ تفسیر نے بہت پہلے کہا تھا کہ ''کسی سورۃ کے مسائل کتنے ہی تعداد میں زیادہ ہوں وہ وحدت میں منسلک ہوتے ہیں جن کا آخری حصہ پہلے حصہ سے متعلق ہوتا ہے، اور اول سے آخر تک یہ سب ایک ہی مقصد و مضمون کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جس طرح مختلف جملے ایک مسئلہ میں ایک دوسرے سے پیوست ہوتے ہیں، چنانچہ نظم کلام کا طالب پوری سورۃ پر نظر ڈالنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کسی مسئلہ کے اجزاء میں اس سے بے نیازی نہیں برتی جا سکتی'' (۱۵۳)۔

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ آیات کے درمیان مناسبت تلاش کرنے والے علماء سے غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ انہوں نے سورۃ کے مجموعی نظام سے صرف نظر کر کے قریبی دو مسائل یا متعدد متجاور مسائل میں ربط وتعلق ڈھونڈنے کی کوشش کی، اس طریقہ کار سے نظم کا جمال ظاہر ہے کہ مکمل شکل میں جلوہ گر نہیں ہو سکتا، موصوف نے ان علماء کی مثال اس آدمی سے دی ہے جو خوب صورت منقش چادر کو ہاتھ لے کر اس کے ایک ایک دھاگے اور نقش کو الگ الگ دیکھتا ہے، ظاہر ہے کہ اسے ان مختلف رنگوں کی دھاریوں اور نقوش میں اس طرح کوئی حسن اور کشش نظر نہیں آسکتی لیکن اگر وہ چادر پر مکمل نظر ڈالے اور دور سے اس کا مشاہدہ کرے تو اس کے حسن و جمال سے اس کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ قرآنی سورتوں میں نظم وترتیب کے طالب کو اس طرح اس پر تدبر کرنا چاہیے(۱۵۴)۔

مزید لکھتے ہیں: ''لیکن اس مناسبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سورۃ کے اجزاء میں مکمل اتحاد، مشابہت یا کلی تداخل ہو جیسا کہ بعض علماء مناسبت نے کہا ہے۔ چنانچہ ایک فریق نے اس قسم کی مناسبت کی کوشش میں تکلفات وتصنعات کی روش اختیار کر لی اور ایک دوسرے فریق کو جب یہ تعلق نظر نہ آیا تو اس نے فوراً کہہ دیا کہ اس جگہ محض اقتضاب ہے(۱۵۵) جیسا کہ اہل عرب کی عادت تھی(۱۵۶)۔

ڈاکٹر عبداللہ دراز کے درج بالا خیالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قرآنی آیات وسور میں نظم کے قائل تھے اور انہوں نے اس کا عملی انطباق بھی کیا۔

سید قطب شہید (۱۹۰۶ء۔۱۹۶۶ء) نے ''فی ظلال القرآن'' کے نام سے ایک تفسیر لکھی۔ یہ عصر حاضر کی مشہور ترین تفسیر ہے جو ہندوپاک میں معروف ومتداول ہے، اس میں سیّد صاحب نے ربط آیات کا التزام کیا ہے۔ اپنی تفسیر میں سورۃ بقرۃ کا نظم بیان کرتے ہوئے سورۃ کا عمود یا محور آخری رکوع کو بنایا ہے۔ لکھتے ہیں:

'' إنه لختام الذی یلخص السورة ویلخص العقیدة ویلخص تصور المؤمنین و حالهم مع ربهم فی کل حین ''

یہ وہ خاتمہ سورت ہے جو خود سورۃ کا خلاصہ بتاتا ہے اور مومنین کے تصور کی تلخیص بیان کرتا ہے اور ہر لمحے اس کے اپنے رب کے ساتھ حال کی وضاحت کرتا ہے(۱۵۷)۔

سورت کے موضوعات اور مطالب کے سیاق کے بارے میں وہ کہتے ہیں: '' یعنی موضوعات اور مطالب دو ایسے دھاگوں سے عبارت ہیں جو اپنے محور سے بندھے ہوئے ہیں ایک دھاگہ تو یہود، منافقین اور مشرکین کی چالوں اور سازشوں سے عبارت ہے اور دوسرا دھاگہ مدینہ میں اسلامی جماعت کی ریاستی تشکیل وتاسیس اور اس کے لیے مطلوبہ صفات (جو خلافت کی امانت اٹھانے کے لیے مطلوب ہیں) اور انہیں ان اسباب سے آگاہ کرنے سے عبارت ہے جو یہود کی منصب امامت سے معزولی کا سبب بنے ہیں(۱۵۸)۔

سید قطب شہید قرآن مجید کی آیت:

﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى﴾(۱۵۹)

اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن نماز کی جامع ہو

کا اگلی اور پچھلی آیات سے یوں ربط بیان کرتے ہیں پہلے انہوں نے ان بارہ احکام کو تسلسل سے بیان کیا جو ان آیات میں ہیں۔ پھر لکھتے ہیں ''ان احکام پر معمولی تعقب یہ ہے یوں البتہ اپنی آیات کو تم پر واضح کرتا ہے شاید تم غور وفکر کر سکو۔ یہ سب کچھ عبادت ہے۔ شادی بیاہ میں

اللہ کی عبادت، جنسی اتصال اور تناسل میں اللہ کی عبادت، طلاق اور انفصال میں اللہ کی عبادت، عدت اور رجعت (شوہر کی طرف واپسی) میں اللہ کی عبادت، طلاق کے بعد خرچ میں اور سامان ساتھ کرنے میں اللہ کی عبادت، حسن معاشرت میں یا اچھے انداز میں بیوی کو چلتا کرنے میں اللہ کی عبادت، فدیہ دے کر (برے شوہر سے جان چھڑانے) اور بری عورت سے معاوضہ طلب کرنے میں عبادت، دودھ پلانے اور ماں سے علیحدہ ہونے میں عبادت، غرض ہر حرکت اور ہر سوچ میں اللہ کی عبادت۔ پھر ان احکام کے اثناء میں حالت خوف اور حالت امن میں نماز کا حکم آتا ہے اور قبل اس کے کہ یہ سیاق ختم نماز کی عبادت کو زندگی کی دیگر عبادات میں جوڑا اور سمو دیا گیا۔ یہ ایک ایسا جوڑ اور امتزاج ہے جو اسلام کے مزاج سے ابھرتا ہے اور اسلامی تصور میں انسانی وجود کے مقصد سے وجود پزیر ہوتا ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ سیاق خود اس مضمون کی تیاری کرتا اور اسے منطقی انجام کی طرف بڑھا رہا ہے۔ بڑے ہی لطیف انداز میں کہ یہ سب عبادات ہیں اور ان میں اللہ کی اطاعت اس اطاعت کی طرح ہے جو نماز میں واقع ہوئی ہے اور یہ کہ زندگی ایک وحدت ہے اور وہ طاعتوں کے مجموعے سے عبارت ہے اور سارے ہی احکام اللہ کی طرف سے ہیں اور یہ زندگی کے لیے اللہ کا دستور اور نظام ہے(۱۶۰)۔

شیخ محمد طاہر ابن عاشور اپنی تفسیر ''التحریر و التنویر'' میں قرآن مجید کی آیات کی ترتیب کی بابت لکھتے ہیں: ''وأما ترتيب الآي بعضها عقب بعض فهو بتوقيف من النبیﷺ حسب نزول الوحي، ومن المعلوم أن القرآن نزل منجما آيات فربما نزلت عدة آيات متتابعة أو سورة كاملة كما سيأتى ترتيباً وذلك الترتيب مما يدخل في وجوه إعجازه مد بداعة أسلوبه كما سيأتي في المقدمة العاشرة، فلذلك كان ترتيب آيات السورة الواحدة على ما بلغتنا عليه متعينا بحيث لو غيّر عنه إلى ترتيب آخر لنزل عن حدالإعجاز الذي امتاز به فلم تختلف قراءة النبیﷺ في ترتيب آى السورة على نحو ما هو في المصحف الذي بايدي المسلمين اليوم وهو ما استقرت عليه رواية الحفاظ من الصحابة، عن العرضا ت الأخيرة التى كان يقرؤ بها النبیﷺ في أواخر سني حياته الشريفة، وحسبك أن زيد بن ثابت حين كتب المصحف لأبى بكر لم يخالف في ترتيب آي القرآن''(۱۶۱)

درج بالا عبارت میں ابن عاشور کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آیتوں کی ترتیب اور ان کا ایک دوسرے کے پیچھے ہونا نبی پاکﷺ کا وحی کے مطابق بتادینے پر ہے۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ قرآن مجید آیتوں کی صورت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا کبھی کچھ آیتیں اکٹھے نازل ہوئیں یا ایک سورت پوری نازل ہوئی۔

مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولانا مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ.) نے معارف القرآن اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۳۹۴ھ.) نے معارف القرآن میں آپ ہی کی نہج اور اصولوں کی روشنی میں مناسبات اور روابط کی بحثوں کو مزید آگے بڑھا کر انوکھی توجیہات اور نکات کا اضافہ کیا۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا مقدمہ ''مقدمۃ التفسیر'' کے نام سے اصول اور تاریخ تفسیر پر ایک جامع اور مفصل مقالہ ہے جو ابھی تک مخطوط شکل میں ہے۔(۱۶۲)

مولانا ابوالأعلی مودودی (۱۹۷۹ء.) کثیر التصانیف مصنف تھے۔انہوں نے تفہیم القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی۔جو ان کی عمر بھر کی کاوش کا نتیجہ اور مطالعہ کا گراں بہا حاصل ہے۔تفہیم القرآن کی بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو اسے دوسری تفاسیر سے ممتاز کردیتی ہیں۔ان خصوصیات میں ایک خصوصیت نظم قرآن کا نیا تصور ہے۔مولانا نے اپنی تفسیر میں قرآن کے موضوع، مرکزی مضمون اور مدعا سے ہر سورت اور ہر آیت کا ربط بیان کیا ہے۔اس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ کتاب کہیں اپنے موضوع اور مرکزی مضمون سے بال برابر بھی ہٹی ہوئی نہیں ہے۔اول تا آخر اس کے مضمون اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے ہار کے موتی۔یہ تفسیر نظم قرآن کے ایک نئے پہلو کو اجاگر کرتی ہے اس میں ہر سورت کے مضامین اور آیات کا ربط قرآن کے مقصد اور اس کی دعوت سے تلاش کیا گیا ہے اور یہ دوراز کار تاویلات کے بغیر قرآن سے خود بخود متبادر ہو جاتا ہے۔مولانا مودودی نے اپنی تفسیر میں قرآن کے اس نظم و ربط کو ہر سورۃ اور اس کے ہر اہم مقام پر متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس طرح مولانا مودودی کے نزدیک قرآن کریم کے درج ذیل تین مرکزی مضامین ہوئے:

۱) قرآن کریم کا عام اور کلی مرکزی مضمون جو ہر سورت، ہر آیت اور ہر لفظ میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

۲) سورت کا مرکزی مضمون جس کے گرد اس کے مضامین گھومتے ہیں اور اس کا قرآن کے عام اور کلی مضمون سے ربط و تعلق

۳) سورت کے مختلف خطبات کے مرکزی مضامین اور ان کا سورت کے مرکزی مضمون سے رابطہ

مولانا مودودی سورۃ فاتحہ کا نظم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے بندے کی جانب سے، اور قرآن اس کا جواب ہے خدا کی جانب سے، بندہ دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار میری رہنمائی کر۔جواب میں پروردگار پورا قرآن اس کے سامنے رکھ دیتا ہے کہ یہ ہے وہ ہدایت و رہنمائی جس کی درخواست تو نے مجھ سے کی ہے (۱۶۳)۔

مولانا نے قرآن کو ایک وحدت قرار دیا جو ہدایت اور رہنمائی سے عبارت ہے۔اس طرح قرآن کا ایک ایک لفظ، ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت اس بندھن میں بندھی ہوئی ہے۔اور مرکزی مضمون کی غمازی کرتی ہے۔

سورۃ بقرۃ کا نظم بیان کرتے ہوئے سورۃ بقرۃ کے آخری رکوع کے شروع میں کہتے ہیں: ''یہ خاتمہ کلام ہے اس لیے جس طرح سورت کا آغاز دین کی بنیادی تعلیمات سے کیا گیا تھا اسی طرح سورت کو ختم کرتے ہوئے بھی ان تمام اصولی امور کو بیان کر دیا گیا جن پر دین اسلام کی اساس قائم ہے تقابل کے لیے اس سورۃ کے پہلے رکوع کو سامنے رکھ لیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا۔(۱۶۴)

درج بالا کلمات میں سید مودودی نے نہ صرف سورت کا عمود بیان کیا ہے بلکہ اس کا ایک اکائی ہونا بھی ثابت کر دیا ہے۔یعنی انہوں نے اس طویل سورت کو ایک وحدت گردان کر از اول تا آخر ایک مربوط تسلسل سمجھ کر جس میں کہیں تعارض اور جھول نہیں اس کی تفسیر کر دی ہے۔

اسی طرح مولانا مودودی قرآن مجید کی آیت:

﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى ﴾(۱۶۵)

اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خصوصا ایسی نماز کی جو محاسن نماز کی جامع ہو۔

کا یہ نظم بیان کرتے ہیں: ''قوانین تمدّن و معاشرت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی اس تقریر کو نماز کی تاکید پر ختم فرماتا ہے کیونکہ نماز ہی وہ چیز ہے جو انسان کے اندر خدا کا خوف، نیکی و پاکیزگی کے جذبات اور احکام الٰہی کی اطاعت کا مادہ پیدا کرتی ہے اور اسے راستی پر قائم رکھتی ہے۔ یہ چیز نہ ہو تو انسان کبھی انہی قوانین کی پابندی پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا اور آخر کار اس نافرمانی کی رو میں بہہ نکلتا ہے جس میں یہودی بہہ گئے۔(۱۶۶)

مولانا مودودی کے درج بالا نظم قرآن کے حوالہ سے مباحث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ربط آیات کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اپنی تفسیر میں انہوں نے عملی طور پر اس کا التزام بھی کیا۔

سید صفوۃ اللہ الحنفی النقشبندی دیوبندی نے تفسیر صفوۃ البیان تحریر کی اور اپنی اس تفسیر میں قرآنی آیات اور سورتوں کے مابین ربط و نظم کو ملحوظ رکھا۔وہ سورۃ مائدہ اور سورۃ انعام کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مع المائدة كان في خاتمة المائدة مضمون التوحيد وفي أول الأنعام أيضاً مضمون التوحيد موضوعه إشاعة التوحيد واتفاقه وتبليغ الرسالة''(۱۶۷)۔

''سورۃ مائدہ کے اختتام پر توحید کا مضمون تھا۔سورۃ الأنعام کے شروع میں بھی توحید کا مضمون ہے۔اس کا موضوع توحید کی اشاعت اور اس کا اتفاق اور رسالت کی تبلیغ ہے''۔

اسی طرح قرآن مجید کی آیت ﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (۱۶۸) کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''في السابق قد ذكر في أخير الركوع السابقة مضمون التوحيد ولله ملك السمٰوات الخ. وفی أول هذا الركوع مضمون التوحيد''(۱۶۹)۔

اس سے پہلے سابقہ رکوع کے اختتام پر وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ سے آخر تک توحید کا مضمون بیان کیا ہے۔ اس رکوع کے شروع میں توحید کا مضمون ہے۔

سعید حوی (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) نے ''الأساس في التفسير'' کے نام سے ایک تفسیر عربی زبان میں لکھی جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر میں آیات اور سورتوں کے مابین نظم کا بیان ہے۔ مصنف اپنی تفسیر کے بارے میں رقم طراز ہیں: ''كان تفسيراً جديداً تفرد بأشياء لم يسبق إليها في بيان مناسبات الآيات والسور وتبينها وتفسيرها ونظمها شاملاً لجميع القرآن، أكد فيه الحجمة التّبوية والهداية للقرآن ، مع ملاحظة ما يحتاج إليه العصر بعبارات سهلة۔

استعرض لأوّل مرة نظرية جديدة فی موضوع الوحدة القرآنية ، فی مناسبات الآيات والسور، لا في مناسبة الآية فی السور ة الواحدة، أو مناسبة آخر السورة السابقة لبداية السورة اللاحقة بل فی مناسبة كل القرآن وبيان الصلة بين جميع آيات وسورة وحدة موضوعية كاملة بحيث تفتح آفاقاً جديد ةً لفهم معان كثيرة في ضوئه فی خصوص السياق العام للقرآن والسياق الخاص داخل السورة الواحدة ـ

وهذا شیء اهتم ببيانه فی مقدمة الكتاب بل فی كل فصل من فصول الكتاب ، وهذا هو الأساس في تفسيره ومما هو بارز ومنهجه ومن عبارة فی المقدمة ـ

لئن عرّج بعض المفسرين على هذا الموضوع فإن أحدا منهم لم يستوعب القرآن كله بذكر الربط والمناسبة بين الآيات فی السورة الواحدة وبين سور القرآن بعضها مع بعض على ضوء نظرية شاملة. وسيرى قارئ هذا التفسير أننی بفضل الله غطيت هذا الموضوع تغطية تامة ، وسيرى قارئ هذا التفسير صحة سيرنا فی هذه التغطية كلما قرأ صفحة جديدة من صفحات هذا التفسير''(۱۷۰)

''یہ ایک نئی تفسیر ہے جس میں مصنف مناسبت بین الآیات والسوراور قرآن مجید کا ایسا نظم جو پورے قرآن کو شامل ہو کے بیان اور تفسیر میں تنہا ہے اس سے پہلے کسی نے اس طرف پیش قدمی نہیں کی۔ اس میں قرآن کی تقلید کی عظمت اور اس کی ہدایت کی تا کید عصر حاضر کے تقاضوں کے موافق کی ہے۔

اس میں پہلی مرتبہ ایک نیا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا موضوع قرآن مجید کی ایسی وحدت ہے کہ اس کی آیات و سور باہم مربوط ہیں۔ (یہ ربط کا بیان) صرف ایک سورت کے اندر کی آیات کے باہم ربط، یا پچھلی سورت کی آخری آیت کا آنے والی سورت کی ابتدائی آیت سے ربط تک محدود نہیں ہے بلکہ پورے قرآن کی مناسبت اور آیات وسور کے باہم تعلق، اور اس طرح مکمل موضوعی وحدت (کا بیان) ہے کہ اس سے قرآن مجید کے عام سیاق کی خصوصیت اور ایک ہی سورت کے اندر خاص سیاق کی روشنی میں معانی کثیرہ تک رسائی کے لیے نئے آفاق کھل جاتے ہیں۔

یہی وہ چیز ہے کہ جس کا نہ صرف مقدمہ میں بلکہ کتاب کی ہر فصل میں وضاحت ہے اور یہی چیز (مصنف) کی تفسیر کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ اس کے مقدمہ کی عبارت اور طریقہ کار سے واضح ہے۔

اگر چہ کچھ مفسرین نے اس موضوع پر لکھا ہے لیکن کسی نے پورے قرآن کا اس طرح احاطہ نہیں کیا کہ سورت کے اندر کی آیات کے باہم ربط، اور ہر سورت کا ہر سورت سے ربط اس طرح بیان کیا ہو کہ پورے قرآن کا احاطہ کرے۔ لیکن قاری دیکھے گا کہ میں نے اس موضوع کا مکمل احاطہ کیا ہے، قاری جب بھی تفسیر کے کسی نئے صفحہ کی طرف بڑھے گا تو وہ اس حوالہ سے ہمارے طریقہ کار کی صحت کو محسوس کرے گا''۔

سورۃ البقرۃ کا نظم بیان کرتے ہوئے کلمة في سورة البقرة و سیاقها کے عنوان سے سعید حوّی لکھتے ہیں:

تتألّف سورة البقرة فی اجتهادی من مقدمة و ثلاثة أقسام ، أما المقدمة فعشرون آية وفيها كلام عن المتّقين و صفاتهم ثمّ عن الكافرين و أوضح علاملاتهم ثمّ عن المنافقين و حقيقتهم و علاماتهم و توضيحات فی شأنهم ۔ (۱۷۱)

میرے اجتہاد کے مطابق سورۃ بقرۃ ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مشتمل ہے۔ مقدمہ بیس آیات پر محیط ہے اس میں متقین ان کی صفات، کفار ان کی نشانیاں اور منافقین اور ان کی حقیقت ونشانیوں، اور ان سب کے معاملہ کی وضاحتیں ہیں۔

سعید حوّی اپنی تفسیر کے منہج کے بارے میں لکھتے ہیں: '' و قد تكون ميزته الرّئيسية أنّه قدّم لأوّل مرة ، فيما

أعلم نظرية جديدة في موضوع الوحدة القرآنية ، وهو موضوع حاوله كثيرون والفوا فيه الكتب ووصلوا فيه إلى أشياء كثيرة، ولكن أكثر ما اشتغلوا فيه كان يدور إما حول مناسبة الآية فى السورة الواحدة ، أو مناسبة آخر السورة السابقة ، لبداية السورة اللاحقة ولم يزيدوا على ذلك فيما أعلم۔ هذا مع ملاحظة أن الموضوع الأول نادراً من استوعبه والتزم به فى تفسير كامل للقرآن وإذا التزم به فلم يكن ذلك على ضوء نظرية شاملة تحتوى مفاتيح الوحدة القرآنية.

ولقد منّ الله على منذ الصغر أنني كنت كثير التّفكُّر فى اسرار الصلة بين الآيات والسّور ووقع فى قلبى منذ الصغر مفتاح للصلة بين سورة البقرة والسور السبع التى جاء ت بعدها وهى بمجموعها شكل القسم الأوّل من أقسام القرآن كما سنرى ذلك فى حديث حسن ''(۱۷۲)

''اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس میں میرے علم کے مطابق پہلی مرتبہ ایک نیا نظریہ' قرآن مجید کی موضوعی وحدت' کا پیش کیا جارہا ہے۔اس موضوع پر کئی لوگ کوشش کر چکے ہیں،اس پر کئی کتابیں لکھیں،کئی نئی چیزوں تک رسائی ہوئی۔لیکن ان کا بیشتر انہماک ایک سورت کے اندر کی آیات کے باہمی ربط یا سابقہ سورت کی آخری آیت کا آمدہ سورت کی ابتدائی آیت سے ربط تک رہا،میرے علم کے مطابق ان کا کام اس سے آگے نہیں بڑھا۔یہ بات محسوس کی گئی کہ شاید ہی کسی نے پورے قرآن پر اس کا عملی طور پر التزام کیا ہو اور اگر کسی نے اس کا التزام کیا بھی ہے تو وہ بھی اس مکمل نظریہ کے مطابق نہیں تھا جو قرآن مجید کی وحدت کی کلید پر مشتمل ہے۔بچپن سے ہی اللہ تبارک وتعالی نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ میں قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کے مابین تعلق کے اسرار پر خوب غور وفکر کرتا۔لہذا بچپن سے ہی میرے دل میں سورت بقرۃ اور اس کے بعد کی سات سورتوں کے مابین تعلق کی کلید آگئی۔یہ پورا مجموعہ قرآن مجید کی اقسام کی پہلی قسم کی شکل ہے جیسا کہ یہ چیز ہم ایک حدیث حسن میں بھی پاتے ہیں''۔

ان مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید حوّی نظم قرآن کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس کے پرزور حامی وداعی تھے۔اس سلسلے میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی جملہ آیات وسور باہم مربوط ہیں اور قرآن مجید ایک وحدت ہے انہوں نے اپنے اس نظریہ کا عملی طور پر التزام کیا ہے۔

صوبہ سرحد ضلع مردان کے مولانا محمد طاہر پنج پیری نے ربط آیات وسور پر" سمط الدرر فى ربط الآيات والسور وخلاصتها المختصر لمن أراد أن يتذكر أو يتدبر" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں سورۃ المائدہ کا سورۃ نساء سے ربط بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیونکہ (سورۃ نساء میں) معاشرتی احکام کا ذکر ہوا ہے لہذا (یہاں سورۃ مائدۃ میں) ان احکام کی طرف رہنمائی کی جا رہی ہے جو کھانے (غذا) سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں سورۃ نساء کا اختتام شرک فی التصرف کی نفی پر ہوا تھا جبکہ سورۃ مائدہ شرک فعلی کی نفی میں ہے جو شرک فی التصرف کا ذریعہ ہے۔ یا یہ کہ شرک فی التصرف شرک فعلی کو بھی شامل ہے۔ پہلے کا رد گزشتہ سورۃ (سورۃ نساء) میں ہے اور دوسری کا رد سورۃ مائدہ میں ہے،،۔(۱۷۳)

الشیخ ناصر مکارم الشیرازی (ولادت:۱۹۷۶ء) نے الأمثل في تفسیر کتاب اللہ المنزل کے نام سے بیس جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر پہلی مرتبہ ۱۹۹۲ میں بیروت سے چھپی۔ ان کا تعلق شیعہ اثنا عشری سے ہے۔ اس تفسیر میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے سورت کا نام، اس کے خصائص اور اس کے سیاق کا ذکر کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اس کے عمومی اہداف اور تناسب کے حوالہ سے اس سے ربط رکھتا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی اہمیت کا بیان اور وہ سورۃ جن موضوعات پر مشتمل ہے اور سورت کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں اور تفاسیر میں وارد سورت کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں۔

الشیخ محمد محمود الصواف جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل عالم دین تھے۔ اپنے علمی مقام و مرتبے کی بناء پر انہوں نے عراقی اور سعودی ریڈیو پر روزانہ درس قرآن'' علی مائدۃ القرآن ''(قرآن کے دسترخواں پر) کے ذریعے خدمات انجام دیں۔ ان دروس سے انہوں نے ایک کتاب ترتیب دی جس کا نام'' فاتحة القرآن وجز عم الخاتم للقرآن (تفسير وبيان) ''رکھا۔ شیخ محمد الصواف کے نزدیک قرآن کریم (از اول تا آخر) ایک نا قابل تقسیم وحدت ہے۔ اس حقیقت کو انہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس طرح واضح کیا ہے۔

''وسيرى القارئ الكريم الترابط الوثيق والتناسق العميق والمعنى الدقيق بين فاتحة القرآن ((سورة الفاتحة)) وخاتمة القرآن ((سورة النّاس)) فالمسلم يدخل جنة القرآن وبحره المحيط، بالحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم، ويسأه الهداية، والرعاية، والحماية، والسلامة، فى رحلته الربانية وهو يغوص فى درر ((القرآن)) ويحاط بأنوار القرآن. فإذا انتهى من رحلته المباركةفى هذه الجنة العالية والآيات السامية. استعاذ بالله رب الناس، ورب الناس هنا فى خاتمة القرآن هو ((رَبِّ الْعَالَمِينَ)) فى فاتحة القرآن، فانظر إلى الترابط الوثيق الدقيق بينهما. و ((مَلِكِ النَّاسِ)) فى السورة

الخاتمة هو سبحانه ((مَلِكِ وَمَالِكِ النَّاسِ)) يوم الدين في السورة الفاتحة فالمالك واحد، والرب واحد ، والاله واحد ، والمعبود واحد ، والمستعان واحد ، والديان واحد ، وإله الناس واحد ، وهو الرحمن الرحيم و الهادى العظيم.الذي أنز القرآن وجعل ما بين دفتيه شيئاً واحدا يرتبط كل حرف فيه بالذي قبله ارتباط الروح بالجسد ، وأنه كالعقدالمنضد . ترتبط كل كلمة منه بالتي قبلها. والتى بعدها ارتباط اليد بمعصمها. ''(۱۷۴)

فاتحۃ القرآن۔سورۃ فاتحہ۔اورخاتمۃ القرآن۔سورۃ الناس میں ایک گہرا ربط، ہم آہنگی اورمعنوں میں یک جہتی پائی جاتی ہے۔ ایک مسلمان قرآنی گلستان اوراس کے وسیع سمندر میں اللہ رب العالمین، رحمٰن ورحیم کے شکروثناء کے ساتھ داخل ہوتا ہے اس سے اس کی ہدایت، حمایت، سرپرستی طلب کرتے ہوئے اس کا یہ سفرقرآن کریم کے موتیوں کی تلاش میں غوطہ زن ہونے سے شروع ہوتا ہے جس میں وہ ہرسوقرآنی انوار میں گھرا ہوا ہوتا ہے جب وہ اپنا سفرختم کرلیتا اوراپنی منزل پرپہنچ جاتا ہے تو وہ رب الناس (بندوں کے رب) کی پناہ طلب کرتا ہے۔قرآن کے خاتمے میں جو رب الناس ہے وہی آغاز میں رب العالمین ہے تو کتنا گہرا ربط ہے ان دونوں سورتوں میں آخری سورۃ میں جوملک الناس (لوگوں کا مالک اور بادشاہ) ہے وہی سورۃ الفاتحہ میں ''مالک یوم الدین'' ہے۔اس طرح مالک اوررب بھی ایک، الہ اورمعبود بھی ایک، جس سے مدد طلب کی جائے وہ بھی ایک اورد یان (چھا جانے والا) بھی ایک ہی ہوا۔وہی رحمٰن اوررحیم اوروہی الہادی العظیم ہے۔اس نے وہ قرآن نازل فرمایا ہے جس کے پہلے اورآخری حصے میں ایک ایسی چیز پائی جاتی ہے جواس کے ہرلفظ کواس سے پہلے آنے والے لفظ سے اس طرح جوڑتی ہے جیسے روح، جسد سے جڑی ہوئی ہے۔وہ ایک ایسا مرتب اورمرصّع ہار ہے جس کا ہرکلمہ اپنے سے پہلے اوربعد کے کلمے سے اس طرح مربوط ہے جس طرح ہاتھ کلائی سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

شیخ صواف سورۃ النبأ کا ماقبل سورت المرسلات سے یوں ربط بیان کرتے ہیں:'' بعد أن ختم الله سبحانه وتعالى سورة المرسلات بذكر يوم القيامة ووعيد المكذبين بها، حيث قال : ﴿ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ، فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (۱۷۵) .افتتح الله هذه السورة بذكر النبأ العظيم ويوم القيامة ودلائل القدرة الربانية على البعث والنشور والإعادة بعد الإبادة والإحياء بعد الإماتة ليقوم الناس لرب العالمين فيلقى كل منهم جزاء عمله . وهناك وجه آخر للعلاقة بين السورتين ـ المرسلات وعمّ ـ ففى كل واحدة منهما وصف الجنة والنار وما ينعم به المتقون وما يعذب المكذبون ، وفى سورة عم تفصيل لما أجمل

في سورة المرسلات. ففي سورة المرسلات اكتفى الله عز وجل بالسؤال عن يوم الفصل فقال: ﴿ لأيِّ يَومٍ أُجِّلَتْ ، لِيَومِ الفَصْلِ، وَمَا أدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ (١٧٦)وفي سورة النبأ فصل هذا اليوم ، وبين ما يجري فيه ، فقال عز وجل: ﴿ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتاً يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أفْوَاجاً وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أبْوَاباً . وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَاباً ﴾'' (١٧٧)(١٧٨)

''اس کے بعد کہ اللہ تعالی نے سورۃ المرسلات کا اختتام قیامت کے دن کے ذکر سے فرمایا اور اس کے جھٹلانے والوں کو یہ کہہ کر دھمکی دی کہ: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴾۔تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔اب اس (قرآن) کے بعد اور کون سا کلام ایسا ہوسکتا ہے جس پر ایمان لائیں گے؟

سورۃ کا آغاز اللہ تعالی نے نبأ عظیم اور قیامت کے ذکر سے کیا اور وہ دلائل پیش کیے جو قدرت الٰہی پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قدرت رکھتا ہے تا کہ لوگ اپنے اپنے اعمال کی جزا پانے کے لیے رب العالمین کے سامنے حاضر ہوں۔اس کے علاوہ ان دو سورتوں المرسلات اور النبأ کے درمیان ایک اور پہلو سے بھی تعلق پایا جاتا ہے۔دونوں سورتوں میں جنت اور جہنم کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ متقین کن نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور جھٹلانے والے کس قسم کے عذاب کا مزہ چکھیں گے۔سورۃ النبا میں ان امور کی تفصیلات کا ذکر ہے جو سورۃ المرسلات میں اجمالاً بیان کیے گئے تھے سورۃ المرسلات میں اللہ تعالی نے یوم الفصل کے بارے میں سوال پر اکتفا فرمایا تھا۔﴿ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ لِيَوْمِ الْفَصْلِ وَمَا أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ کس روز کے لیے یہ کام اٹھا رکھا گیا ہے؟ فیصلے کے روز کے لیے۔اور تمھیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ سورۃ النبأ میں اس دن کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس میں کیا کچھ ہوگا: ﴿ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتاً يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أفْوَاجاً وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أبْوَاباً . وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَاباً ﴾

بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے جس روز صور میں پھونک ماردی جائے گی، تم فوج در فوج نکل آؤ گے اور آسمان کھول دیا جائے گا حتی کہ وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔

اسی طرح سورۃ الاخلاص کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:'' في السورة السابقة ((تبت)) ذم الله عز وجل أعداء أهل التوحيد وأعداء الرسول ﷺ هم أعداء التوحيد. وهم أعداء الله . وأعداء الإسلام. وأعداء الحق. في كل زمان ومكان . وسواء منهم القريب والبعيد . فما داموا أعداء لرسالة التوحيد فهم أعداء

الله ورسوله والمؤمنين۔

وفي هذه السورة بيان التوحيد . وحقيقة التوحيد . وهي أعجب سورة في كتاب الله العزيز . يفهمها كل أحد. ولا يحيط بمنتهى معانيها أحد . بل لا يحيط بمنتهى معانيها إلا الفرد الأحد. وهي أقدس سورة في القرآن العظيم . وثبت أنها تعدل ثلث القرآن.

ولما كان التوحيد أصل الدين. واساس الدين . ومنتهى الدين وضعها النبى ﷺ في خاتمة الكتاب العزيز. ليس بعدالخاتمة إلا الاستعاذة كما أن فاتحة الكتاب ليس قبلها إلا البسملة . فكأن أول الكتاب الكريم باسم الله ومنتهاه بذكر الله . وتوحيد الله عز وجل'' (۱۷۹).

''سابقہ سورت'' (تبت) میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو اہل توحید اور رسول ﷺ کے دشمن ہیں خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا دور کے لوگ کیونکہ وہ رسالت توحید کے دشمن ہیں۔ اس سورۃ میں توحید کا ذکر و بیان ہے۔ اس میں توحید کی حقیت کو کھولا گیا ہے۔ یہ کتاب عزیز کی وہ سورۃ ہے جس کی عظمت سے غالباً ہر امتی آگاہ ہے اس کے معنوں کی انتہا کا کوئی شخص ادراک نہیں کرسکتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے معنوں کی انتہا کو صرف اس سورۃ کو نازل کرنے والا ہی جانتا ہے۔ یہ قرآن کی مقدس ترین سورت ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

توحید چونکہ دین اسلام کی بنیاد اور اس کا منتہی ہے اس لیے نبی ﷺ نے اس کو کتاب عزیز کے آخر میں جگہ دی کیونکہ خاتمہ کتاب کے بعد صرف پناہ مانگنے کی گنجائش رہ جاتی ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ سے پہلے صرف بسملہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ہی مناسب ہے گویا کتاب کی ابتدا اللہ کے نام سے ہوئی اور اس کی انتہا اور خاتمہ اس کی ذات مبارکہ کے ذکر اور اس کی صفات کے بیان پر ہوا جو توحید خالص سے عبارت ہے''۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ الشیخ الصواف قرآنی سورتوں اور آیات کے مابین نظم و ربط کے قائل تھے۔

محمد علی الصابونی نے صفوۃ التفاسیر کے نام سے ایک تفسیر تالیف کی۔ اس تفسیر میں انہوں نے قرآنی آیات کے مابین ربط و مناسبت کا خصوصی طور پر التزام کیا ہے۔ اپنی اس تفسیر میں ربط بیان کرنے کے لیے وہ ''المناسبۃ'' کے نام سے عنوان قائم کرتے ہیں۔ مثلاً: قرآن مجید کی آیت: ﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَأَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً ...وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (۱۸۰)۔

المناسبة: لما ذكر تعالى المنافقين وتباطؤهم عن الخروج للجهاد ، ذكر هنا بعض أعمالهم

القبيحة من الكيد والمكر ''(١٨١)۔

مناسبت: جب کہ اللہ تعالی نے منافقین اور جنگ میں ان کی پیچھے رہ جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالی نے ان کی چالاکی اور مکاری جیسی دوسری برائیوں کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح قرآنی آیت: ﴿ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ ... مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٌ ﴾(١٨٢)

المناسبة: لا تزال الآيات الكريمة تتحدث عن المنافقين توضيحاً لخطرهم، وتحذيراً للمؤمنين من مكائدهم، وفي هذه الآيات ذكر تعالى نوعاًآخر من قبائحهم، وهو إيذاؤهم للرسول ﷺ واقدامهم على الأيمان الكاذبة، واستهزاء هم بآيات الله وشريعته المطهرة، إى غير ما هنا لك من الأعمال المنكرة، والأفعال الخبيثة''(١٨٣)۔

آیات کریمہ میں منافقین کے متعلق بیان جاری ہے،ان کے خطروں کی وضاحت ہے۔اور مؤمنین کوان کے مکاریوں سے متنبہ کیا جارہا ہے۔لہذا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے ان میں برائی کی ایک اور قسم کو بیان کیا ہے۔کہ وہ نبی پاک ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں اور جھوٹی قسموں پر جرأت کرتے ہیں۔اللہ کی آیات اور شریعت مطہرہ کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کے علاوہ ان کے دوسرے اعمال خبیثہ اور اعمال شنیعہ (کا ذکر ہے)۔

ابتدائی دور میں نظم ومناسبت کو بلاغت کے معنی میں لیا جاتا تھا جس پر مختلف علماء نے تصنیف وتالیف کا کام کیا بعد ازاں مختلف علماء نے اپنی اپنی تفاسیر میں نظم قرآن کا بطور خاص اہتمام کیا اور کچھ علماء ومفسرین نے صرف نظم قرآن پر کتب تحریر کیں

حواشی وحوالہ جات

(۱) خیاط، ابوالحسین: الانتصار والرد علی بن الراوند الملحد: ۱۵۶

(۲) جاحظ: البیان والتبیین: ۱/۴۴۔

(۳) رافعی، مصطفیٰ صادق، اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ: ۱۵۱۔

(۴) یاقوت: معجم الأدباء: ۱۶/۷۴۔

(۵) الزرکلی، خیر الدّین: الأعلام: ۳/۱۲۲۔

(۶) الزرکلی، خیر الدّین: الأعلام: ۱/۱۳۴۔

(۷) الزرکلی، خیر الدّین: الأعلام: ۱/۱۷۱۔

(۸) رافعی، مصطفیٰ صادق: اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ: ۱۵۲۔

(۹) رافعی، مصطفیٰ صادق: اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ: ۲۴۴۔

(۱۰) محمد خلف اللہ احمد، ڈاکٹر: مقدمہ اثر القرآن فی تطور النقد الأدبی: ۱۴۔

(۱۱) خطابی، حمد بن محمد: البیان فی اعجاز القرآن: ۹۔

(۱۲) صارم، عبدالصمد الأزہری: تاریخ التفسیر: ۱۳۳۔

(۱۳) عبدالقیوم کا مقالہ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۳/۹۷۷۔۹۸۰۔

(۱۴) باقلانی، ابوبکر محمد بن طیب: اعجاز القرآن: ۳۵۔

(۱۵) م۔ن: ۷۔

(۱۶) م۔ن: ۳۹۳۔

(۱۷) م۔ن: ۳۹۴۔

(۱۸) شوقی ضیف: البلاغۃ۔ تطور وتاریخ۔: ۱۱۴۔

(۱۹) م۔ن: ۱۱۸۔

(۲۰) م۔ن: ۱۱۶۔

(۲۱) م۔ن: ۱۱۷۔

(۲۲) جرجانی، عبدالقاہر: دلائل الاعجاز: ۳۶۵۔

(۲۳) م۔ن: ۳۵۔

(۲۴) م۔ن: ۱۹۸۔

(۲۵) محمد غنیمی ہلال: المدخل إلی النقد الأدبی الحدیث: ۲۷۷۔

(۲۶) جرجانی، عبدالقاہر: دلائل الاعجاز: ۴۳۔

(۲۷) شوقی ضیف: البلاغۃ تطور وتاریخ۔ ۱۸۹.

(۲۸) جرجانی، عبدالقاہر: دلائل الاعجاز: ۴۴.

(۲۹) جرجانی، عبدالقاہر: دلائل الاعجاز: ۴۰۲.

(۳۰) ھود: ۱۴.

(۳۱) زمخشری: الکشاف: ۲/ ۳۸۳.

(۳۲) یونس: ۳۸.

(۳۳) یونس: ۳۹.

(۳۴) زمخشری: الکشاف: ۲/ ۳۴۸.

(۳۵) حج: ۱۲، ۱۳.

(۳۶) زمخشری: الکشاف: ۳/ ۱۴۶، ۱۴۷.

(۳۷) زمخشری: الکشاف: ۳/ ۱۷۴، ۱۷۵.

(۳۸) شعراء: ۶۹۔۸۹.

(۳۹) زمخشری: الکشاف: ۳/ ۳۱۷۔۳۲۱.

(۴۰) الأعراف: ۲۴، ۲۵

(۴۱) الأعراف: ۲۶.

(۴۲) زمخشری: الکشاف: ۲/ ۹۷.

(۴۳) أنفال: ۴۱.

(۴۴) زمخشری: الکشاف: ۲/ ۲۲۱۔۲۲۳.

(۴۵) کہف: ۵.

(۴۶) زمخشری: الکشاف: ۲/ ۷۰۲، ۷۰۳.

(۴۷) طبرسی، ابوعلی فضل بن حسن: مجمع البیان فی تفسیر القرآن: ۱/ ۶

(۴۸) سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۳/ ۳۶۹.

(۴۹) الأندلسی، ابن عطیۃ: المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ۱/ ۵۲.

(۵۰) حم السجدہ: ۴۴.

(۵۱) رازی، فخرالدین: مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر): ۲۷/ ۱۳۳.

(۵۲) رازی، فخرالدین: مفاتیح الغیب: ۲۷/ ۱۳۳.

(۵۳) النور: ۶

(۵۴) رازی،فخر الدین: مفاتیح الغیب:۲۳/۱۶۴.

(۵۵)الرحمٰن:۱۔۴.

(۵۶)القمر:۳۰.

(۵۷)الرحمٰن:۱۳.

(۵۸)رازی،فخر الدین: مفاتیح الغیب:۲۹/۸۲.

(۵۹)بنی اسرائیل:۱۰.

(۶۰)البقرۃ:۸۰.

(۶۱)رازی،فخر الدین: مفاتیح الغیب:۲۰/۱۶۲.

(۶۲)ابن عربی،محی الدین،تفسیر القرآن الکریم:۱/۳.

(۶۳)ابن عربی محی الدین:تفسیر القرآن الکریم ۱/۵.

(۶۴)ابن عربی محی الدین،رحمۃ من الرحمٰن۱/۱۳۔۱۴

(۶۵) سیوطی:الاتقان فی علوم القرآن:۳/۳۶۹.

(۶۶)بقاعی،برہان الدین ابوالحسن ابراہیم:نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور:۱/۶.

(۶۷)زرکشی،البرھان فی علوم القرآن:۱/۳۵.

(۶۸) ڈاکٹر ایاز احمد اصلاحی،ابن الزبیر ثقفی اور نظم قرآن،نظام القرآن،مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ،جلد نمبر۲،شمارہ نمبر۲،
جولائی اگست ستمبر ۲۰۰۱ء ص ۶۲.

(۶۹)م.ن

(۷۰)م.ن

(۷۱)م.ن:ص۶۳.

(۷۲)م.ن: ص۶۳،۶۴.

(۷۳)م.ن: ص۶۴.

(۷۴)م.ن:ص۶۴.

(۷۵)م.ن: ص۶۶.

(۷۶)م.ن: ص۶۶،۶۷.

(۷۷)البقرۃ:۲.

(۷۸)البقرۃ:۲.

(۷۹)العنکبوت:۴۵.

(۸۰) ڈاکٹر ایاز احمد اصلاحی، ابن الزبیر ثقفی اورنظم قرآن، نظام القرآن، مدرسۃ الإصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، جلد نمبر۲، شمارہ نمبر۲، جولائی اگست ستمبر ۲۰۰۱ء ص ۶۷۔

(۸۱) البقرۃ:۶۔

(۸۲) البقرۃ:۸۔

(۸۳) البقرۃ:۳۰۔

(۸۴) ڈاکٹر ایاز احمد اصلاحی، ابن الزبیر ثقفی اورنظم قرآن، نظام القرآن، مدرسۃ الإصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، جلد نمبر۲، شمارہ نمبر۲، جولائی اگست ستمبر ۲۰۰۱ء ص ۶۸۔

(۸۵) م.ن: ۶۵،۶۶۔

(۸۶) البقرۃ:۲۱

(۸۷) البحر المحیط:۱/۲۳۲۔

(۸۸) البقرۃ:۲۳۔

(۸۹) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر:۱/۹۲۔

(۹۰) التوبۃ:۶۰۔

(۹۱) التوبۃ:۵۸۔

(۹۲) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر:۲/ ۵۶۷۔

(۹۳) البقرۃ:۲۵۔

(۹۴) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر:۱/ ۹۶۔

(۹۵) مریم:۸۸۔

(۹۶) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر:۳/۲۲۲۔

(۹۷) الفرقان:۷۵۔

(۹۸) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر:۳/ ۵۲۷۔

(۹۹) زرکشی، البرہان في علوم القرآن:۱/ ۹۔

(۱۰۰) زرکشی، البرہان في علوم القرآن:۱/ ۳۱۷۔

(۱۰۱) الفیروزآبادی، مجدالدین: بصائر ذوي التمییز فی لطائف الکتاب العزیز:۱/ ۶۸۔

(۱۰۲) المہائمی، علاء الدین بن احمد الشافعی، تبصیر الرّحمٰن وتیسیر المنّان:۱/ ۲۔

(۱۰۳) سورۃ ص:۲۹۔

(۱۰۴) البقاعی، برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور:۱/ ۲۔

(۱۰۵) البقاعی، برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر،نظم الدرر فی تناسب الآیات والسّور:۱/ ۵،۶.

(۱۰۶) رافعی، مصطفٰی صادق، اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ:۲۴۴.

(۱۰۷) البقاعی، برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر،نظم الدرر فی تناسب الآیات و السّور:۱/ ۱۷،۱۸.

(۱۰۸) البقاعی، برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات و السّور:۸/ ۶۲۰.

(۱۰۹) سیوطی، جلال الدین: الاتقان فی علوم القرآن:۳/ ۳۶۹.

(۱۱۰) سیوطی، جلال الدین: ترتیب سور القرآن:۳۱،۳۲.

(۱۱۱) سیوطی، جلال الدین: ترتیب سور القرآن:۳۶.

(۱۱۲) النّحل:۱۲۴.

(۱۱۳) سیوطی، جلال الدین: الدر المنثور:۴/ ۱۳۶،۱۳۷.

(۱۱۴) بنی اسرائیل:۱

(۱۱۵) کہف:۱

(۱۱۶) الحجر:۹۸.

(۱۱۷) بنی اسرائیل:۹۵.

(۱۱۸) بنی اسرائیل:۸۵.

(۱۱۹) أحمد بن حنبل، مسند احمد: ۱/ ۲۵۵.

(۱۲۰) کہف:۱۰۹.

(۱۲۱) بنی اسرائیل:۱۰۴.

(۱۲۲) کہف:۹۸_۱۰۰.

(۱۲۳) سیوطی، جلال الدین: الدر المنثور: ۴/ ۲۰۸_۲۱۰.

(۱۲۴) سیوطی، جلال الدین: الدر المنثور:۶/ ۴۱۴،۴۱۵.

(۱۲۵) مسند احمد/۵ ،۳۱۲،ابوداؤد فی الأدب.

(۱۲۶) سیوطی، جلال الدین: الدر المنثور:۶/ ۴۱۶_۴۲۱.

(۱۲۷) ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت ۴/ ۴۱.

(۱۲۸) قدوائی، محمد سالم: ہندوستانی مفسرین اور عربی مفسرین:۵۴.

(۱۲۹) قدوائی، محمد سالم: ہندوستانی مفسرین اور عربی مفسرین:۵۸.

(۱۳۰) شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر:۱۲.

(۱۳۱) م.ن

(۱۳۲)م.ن

(۱۳۳)عمری،محمد یوسف کوکن: خانوادہ قاضی بدرالدولۃ :۱/۱۶۱،۱۶۲

(۱۳۴)قیامۃ:۱۷.

(۱۳۵)الجنابذی، سلطان محمد(الملقّب سلطان علی شاہ):تفسیر بیان السعادۃ فی مقامات العبادۃ:(مقدمہ:ھ)

(۱۳۶)رافعی، مصطفیٰ صادق،اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ:۲۴۴

(۱۳۷)بنوری،محمد یوسف:یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن:۶۷.

(۱۳۸)رستکار یعسوب الدین جوئے یاری،تفسیر البصائر،جلد۱(مقدمہ).

(۱۳۹) البقرۃ:۲۳۸.

(۱۴۰) تھانوی،اشرف علی،تفسیر بیان القرآن:۱/۷۹.

(۱۴۱) النّساء:۱۷۶.

(۱۴۲)حسین علی:تفسیر جواہر القرآن(مرتّبہ مولانا غلام اللہ خان):۱/۲۵۷.

(۱۴۳)اُنفال:۳۹.

(۱۴۴) حسین علی:تفسیر جواہر القرآن(مرتبہ مولانا غلام اللہ خان):۱/۴۰۳۔

(۱۴۵)حسین علی،مولانا:الدرر المنثورات فی ربط السور والآیات(مرتبہ امیر علی،سرگودھا بلانمبر ۱۸):۱۳۸

(۱۴۶)سندھی،عبیداللہ:شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ:۱۶.

(۱۴۷) امرتسری،ثناءاللہ،تفسیر القرآن لکلام الرحمٰن:(مقدمہ ص ۱۱،۱۲)

(۱۴۸)القیامۃ:۱۶.

(۱۴۹)القیامۃ:۱۳.

(۱۵۰)عثمانی،شبیر احمد:تفسیر عثمانی:۷۶۷.

(۱۵۱)قلم:۳۵.

(۱۵۲)عثمانی،شبیر احمد:تفسیر عثمانی:۷۵۰۔۷۵۱.

(۱۵۳) دراز،ڈاکٹر عبداللہ:الانباء العظیم:۱۵۵.

(۱۵۴) م.ن

(۱۵۵) دراز،ڈاکٹر عبداللہ:الانباء العظیم:۱۰۸.

(۱۵۶) دراز،ڈاکٹر عبداللہ:الانباء العظیم:۱۵۵.

(۱۵۷) سید قطب شہید،فی ظلال القرآن:۳/۵۱۰.

(۱۵۸) سید قطب شہید،فی ظلال القرآن:۱/۲۳.

(۱۵۹)البقرۃ:۲۳۸.

(۱۶۰) سید قطب شہید، فی ظلال القرآن:۲/ ۷۷ ۳

(۱۶۱)ابن عاشور، شیخ محمد طاہر: تفسیر التحریر والتنویر:۱/ ۹ ۷.

(۱۶۲) کاندھلوی، مولانا محمد ادریس: سیرۃ المصطفیٰ ۱/ ۷.

(۱۶۳) مودودی، ابوالأعلی: تفہیم القرآن:۱/ ۴۲.

(۱۶۴) مودودی، ابوالأعلی: تفہیم القرآن:۱/ ۲۲۲.

(۱۶۵)البقرۃ:۲۳۸.

(۱۶۶) مودودی، ابوالأعلی: تفہیم القرآن:۱/ ۱۸۲.

(۱۶۷)نقشبندی، سید صفوۃ اللہ: تفسیر صفوۃ البیان:۱/ ۷۷ا.

(۱۶۸) آل عمران:۱۸۹.

(۱۶۹) نقشبندی، سید صفوۃ اللہ: تفسیر صفوۃ البیان:۱/ ۱۰۳.

(۱۷۰) سعید حوّی: الأساس فی التفسیر :۱/ ۲۴.

(۱۷۱) سعید حوّی: الأساس فی التفسیر :۱/ ۶۱.

(۱۷۲) سعید حوّی: الأساس فی التفسیر :۱/ ۲۱.

(۱۷۳) پنج پیری، مولانا محمد طاہر: سمط الدرر فی ربط الآیات والسور وخلاصتہا المختصر لمن أراد أن یتذکر او یتدبر'':۴۰.

(۱۷۴) صواف، محمد محمود: فاتحۃ القرآن ((وجزء عم)) الخاتم للقرآن ۔ تفسیر و بیان ۔ ص ۹.

(۱۷۵) المرسلات:۴۹، ۵۰.

(۱۷۶) سورۃ المرسلات ۱۲۔۱۴

(۱۷۷) النبأ: ۱۷۔۲۰.

(۱۷۸) صواف، محمد محمود: فاتحۃ القرآن ((وجزء عم)) الخاتم للقرآن ۔ تفسیر و بیان ۔ ص ۵۹، ۶۰

(۱۷۹) صواف، محمد محمود: فاتحۃ القرآن ((وجزء عم)) الخاتم للقرآن ۔ تفسیر و بیان ۔ ص ۵۶۲.

(۱۸۰) توبۃ: ۴۶۔۶۰.

(۱۸۱) الصابونی، محمد علی: صفوۃ التفاسیر: الجزء العاشر ص ۵۳۹.

(۱۸۲) توبۃ: ۶۱۔۷۴.

(۱۸۳) الصابونی، محمد علی: صفوۃ التفاسیر: لجزء العاشر ص ۵۴۴.

فصل دوم

حمید الدین فراہی اور نظم قرآن

فصل دوم: حمید الدین فراہی اور نظم قرآن

مولانا حمید الدین فراہیؒ (۱۲۸۰ھ۔۱۳۴۹ھ.) ضلع اعظم گڑھ (یو پی بھارت) کے ایک گاؤں پھریہا میں پیدا ہوئے۔مولانا کا خاندان ضلع کے معزز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔مولانا حمید الدین فراہی مولانا شبلی نعمانیؒ کے ماموں زاد بھائی تھے۔مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور عربی زبان کی تحصیل زیادہ تر مولانا شبلی نعمانی سے کی۔تحصیل علم کے لیے دور دراز کے سفر کیے۔مولانا فلسفی، متکلم اور عربی و فارسی کے بے نظیر ادیب و شاعر تھے۔لیکن اصل چیز جو مولانا کے دل و دماغ اور علم و عمل پر حاوی تھی وہ قرآن تھا۔قرآن مجید کی ایک ایک آیت بلکہ اس کے ایک ایک لفظ پر انہوں نے اس طرح غور کیا جس طرح اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر غور کرنے کا حق ہے۔فہم قرآن کے لیے انہوں نے ان ساری چیزوں کو تقید و تحقیق کی نگاہ سے پڑھا جو قدیم و جدید دونوں راستوں سے ان کو مل سکیں۔

مولانا حمید الدین فراہی نظم قرآن کے ماہر اور محرم راز تسلیم کیے جاتے ہیں۔ان کی زندگی قرآن مجید کی خدمت اور اس میں غور و فکر کے لیے وقف رہی۔انہوں نے اپنی عمر عزیز کے چالیس سال پوری جان فشانی کے ساتھ تدبر قرآن پر صرف کیے اور وہ اپنے عمیق مطالعہ، عبقریت اور ذہانت کی بناء پر بہت سے معاصرین پر سبقت رکھتے ہیں۔

مولانا حمید الدین فراہی کے نزدیک قرآن مجید کی ہر سورۃ کا ایک عمود یا مرکزی مضمون ہوتا ہے جو مطالب سورۃ کی شیرازہ بندی کا کام دیتا ہے۔اور تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے ان سے ایک خوب صورت ہار تیار کر دیتا ہے۔عمود کا سر رشتہ پوری سورت کو کثرت مضامین کے باوجود ایک وحدت میں تبدیل کر دیتا ہے۔مولانا فراہی قرآن فہمی کے سلسلہ میں ربط اور نظام کو شاہ کلید کی حیثیت دیتے ہیں۔

اپنے موقف کی وضاحت کے لیے آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱۔تفسیر نظام القرآن،

۲۔دلائل النظام: اس میں ربط و مناسبت کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔أسالیب القرآن: قرآن میں زبان کے بہت سے ایسے اسالیب استعمال ہوئے ہیں جو صرف عربی زبان اور قرآن مجید کے ساتھ مخصوص ہیں۔مولانا نے کلام عرب اور قرآن کی مثالوں سے ان اسالیب کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے تا کہ ان کے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے تاویل میں جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں وہ دور ہو جائیں۔

۴۔مفردات القرآن: اس رسالہ میں مولانا نے قرآن مجید کے بعض مشکل الفاظ کی جن کے بارے میں وہ دوسرے مفسرین اور عام اہل لغت سے اختلاف رکھتے ہیں، تحقیق بیان کی ہے اور کلام عرب سے اپنے قول کی تائید میں دلائل پیش کیے ہیں۔

۵۔حجج القرآن :اس میں مولانا نے قرآن کے طرز استدلال پر بحث کی ہے۔

۶۔الإمعان في أقسام القرآن:

۷۔أصو ل التأويل :اس رسالہ میں مولانا نے وہ اصول بیان کیے ہیں جو قرآن کی تاویل میں پیش نظر رکھنے چاہییں اور جن کو خود انہوں نے اپنی تفسیر نظام القرآن میں پیش نظر رکھا ہے۔

مولانا فراہی کا نظم کلام سے متعلق نقطہ نظر مختلف ہے۔مولانا کے نزدیک مناسبت اور نظام میں جو فرق ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں:" قد صنف بعض العلماء فى تناسب الآي والسور ، وأما الكلام فى نظام القرآن ، فلم أطلع عليه. والفرق بينهما ، أن التناسب إنما هو جزء من النظام . فإن التناسب بين الآيات بعضها مع بعض، لا يكشف عن كون الكلام شيئاً واحداً مستقلا بنفسه، وطالب التناسب ربما يقنع بمناسبة ما. فربما يغفل عن المناسبة التى ينتظم بها الكلام فيصير شيئاً واحداً . وربما يطلب المناسبة بين الآيات المتجاورة مع عدم اتصالهما فإن الآية التالية ، ربما تكون متصلة بالتى قبلها على بعد منها. ولولا ذلك لما عجز الأذكياء عن ادراك التناسب ، فأنكروا به. فإن عدم الاتصال بين آيات متجاورة يوجد كثيراً . ومنها ما ترى فيه اقتضابا بينا، وذلك إذا كانت الآية أو جملة من الآيات ، متصلة بالتى على بعد منها.

وبالجملة فمرادنا بالنظام أن تكون السورة كاملاً واحداً ، ثم تكون ذات مناسبة بالسورة السابقة واللاحقة، أو بالتى قبلها أو بعدها على بعدما ، كما قدمنا فى نظم الآيات بعضا مع بعض، فكما أن الآيات ربما تكون معترضة ، فكذلك ربما تكون السور معترضة . وعلى هذا الأصل ترى القرآن كله كلاما واحداً ، ذا مناسبة و ترتيب فى أجزائه من الأوّل إلى الآخر.

فتبين مما قدمنا أن النظام شيء زائد على المناسبة و ترتيب الأجزاء ، والآن نبين ما لا يتم النظام إلا به".(۱)

یوں تو آیتوں اور سورتوں میں ربط وتناسب کے موضوع پر بعض علماء کی تصنیفات موجود ہیں مگر ان میں سے کسی نے نظم قرآن کے متعلق کوئی بحث کی ہو مجھے اس کا علم نہیں۔حالانکہ ان دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔تناسب علم نظام کا جزو ہے ان کے درمیان اگر تناسب معلوم بھی ہو جائے تو اس سے پورے کلام پر وہ روشنی نہیں پڑتی ہے جو اسے معنوی وحدت کے رشتے میں پرو کر اس کو ایک مستقل کلام کی

حیثیت دے سکے۔تناسب کا طلب گار عموماً اس مناسبت کے کھوج لگانے کی زحمت نہیں اٹھاتا بلکہ مجرد مناسبت پر خواہ وہ کسی قسم کی ہو قناعت کرلیتا ہے، دوسرے رشتہ کو ہاتھ سے چھوڑ دینے کا اکثر یہ نتیجہ بھی ہوتا ہے کہ ہر آیت میں کھینچ تان کر ایک مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی نہ کوئی مناسبت قائم بھی کردیتا ہے۔حالانکہ سرے سے ان متجاور آیات میں کوئی تعلق ہوتا ہی نہیں بلکہ نظم کلام کے مطابق پاس والی آیت اس آیت سے متصل ہوتی ہے جو اس کے ماقبل آیت سے بہت دور واقع ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ امت کے بعض ذہین علماء اس طرح کی آیتوں میں جب کوئی معقول اور مناسب تناسب نہ پاسکے تو انہوں نے تناسب ہی کا انکار کردیا۔اس میں شبہ نہیں کہ اس طرح کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں جو اپنے پاس والی آیتوں سے کوئی ربط واتصال نہیں رکھتیں بلکہ ان میں کھلا ہوا اقتضاب پایا جاتا ہے اور عموماً اس طرح کی مشکلات سے انہیں مقامات پر سابقہ پیش آتا ہے۔جہاں کوئی آیت یا آیتوں کا مجموعہ اپنے پاس والی آیت سے بہت دور کسی آیت سے متعلق ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ سورۃ کی تاویل اس طرح کی جائے کہ پوری سورۃ ایک کلام کے قالب میں ڈھل جائے اور وہ سورۃ اپنی سابق ولاحق سورتوں سے جو باعتبار نظم اس سے دور پہلے یا پیچھے واقع ہوں، مربوط ہو جائے جس طرح بعض آیتیں بطور جملہ معترضہ کے آجاتے ہیں اس طرح بعض سورتیں بھی بیچ میں بطور جملہ معترضہ کے آجاتی ہیں اس نکتہ کو نگاہ میں رکھ کر قرآن پر غور کرو تو تمھیں سارا قرآن ایک منظم کلام کی شکل میں نظر آئے گا اور شروع سے آخر تک اس کے تمام اجزاء میں نہایت ہی محکم مضبوط مناسبت وترتیب معلوم ہوگی اس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ علم نظام اجزاء کی ترتیب ومناسبت کے علم کے علاوہ ایک اور علم ہے جو اس سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے۔

ایک دوسرے مقام پر مولانا نظم کے ضروری اجزاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اعلم أن مرادنا من النظام أن تكون لكل سورة ، صورة مشخصة . فإن معانى الكلام إذا ارتبط بعضها ببعض وجرت إلى عمود واحد، و كان الكلام ذا وحدانية، فحينئذ لا يكون إلا وله صورة مشخصة .فإذا نظرت إلى الكلام من هذه الجهة ، رأيت ما فيه من الجمال والاتقان والوضاحة....."(۲)

''نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ سورتوں کے معانی کی تصویر اس طرح اپنی اصل سورتوں کے قالب میں ڈھل جائے کہ ہر سورۃ کی ایک متعین اور مشخص شکل بن جائے پس اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر سورۃ کے تمام معانی باہم دگر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوں

اوران سب کا ہدف کوئی ایک ہی موضوع یعنی عمود ہو اوران کے اندر وحدانیت بھی پائی جاتی ہو جب کسی کلام میں یہ اوصاف جمع ہو جاتے ہیں تو خود بخود ایک مشخص یعنی متعین شکل بن جاتی ہے اوراس شکل کے آئینے میں اس کلام کے حسن و جمال کے سارے خدوخال نظر آنے لگتے ہیں

مولانا کی وحدانیت سے کیا مراد ہے؟اس کی وضاحت خود ہی یوں فرماتے ہیں:

” لا يخفى مما قدمنا أن الكلام الصحيح النظام لا بد له من عمود يجرى إليه الكلام ، فلا بد لطالب النظام أن يتأمل فى مساق الكلام .

فإنك ترى فى السورة الواحدة مطالب شتى ، ولا تعلم ما هو العمود الذى سيق إليه المعانى؟ ولن تهتدى إلى معرفة اتصال الكلام بعضها ببعض ، دون معرفتك بمساق الكلام ، ووجهة التى تسلك إليها أجزاؤه ، حتى تراها منظومة فى سلك واحدٍ.

وبالجملة فالنظام هو الذى يعطى السورة وحدانيتها التى بها صارت سورة كاملة مستقلة بنفسها . ذات عمود تجرى إليه أجزاؤها.

الكلام يتفاوت من جهة الوحدانية ، والمناسبة ، والترتيب، فيمكن أن يكون ذا وحدانية ولكن خاليا عن التناسب والترتيب .

مثلا إذا ألفت كتاباً فى النصائح وقد جمعت فيه أقوالاً كثيرة مما يتعلق بالدين والأخلاق والمعاشرة والسياسة ، فإن وضعت كل ذلك من غير ترتيب ، لم يكن خالياً عن وحدانية ولو ضعيفة ، لما أن كله فى النصائح ، فله نوع من الوحدانية والشخصية المميزة ، ولكنه عديم المناسبة والترتيب.

فإما إذا قسّمته فى أبواب : مثلا باب فى الدين، وباب فى الأخلاق وهلم جرا ، ووضعت كل قسم من الأقوال فى بابه، صار الكتاب متناسب الأجزاء مع بقائه على ضعف الوحدانية .

فأما إذا نظمت نصائح كل قسم فى قصة جامعة كما ترى فى كتاب كليلة ودمنة ، صار كل باب شديد الوحدانية مع بقاء الكتاب على ضعف الوحدانية.

فأما إذا راعيت حسن الترتيب والمناسبة فى تقديم الأبواب بعضها على بعض ، ومع ذلك جعلت الكلام فى كل باب بيانا واحداً ، جارياً إلى موضوعه مع تناسب فى أجزاء الكلام ، صار الكتاب

ذا نظام کامل"(۳).

''جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحیح نظام کے تحت جو کلام ہوگا اس میں عمود یعنی کسی مرکزی مضمون کا ہونا ضروری ہے جو اس پورے کلام کا مدار ہوگا، اس لیے نظام کے ایک طالب کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ سورۃ کے پھیلے ہوئے مضامین پر غور و تامل کرے اس کے عمود یعنی مرکزی مضمون کو پکڑنے کی کوشش کرے تاکہ وہ مرکز جس کی طرف اس سورۃ کی ایک ایک آیت کا رخ ہے اس کی نگاہ میں آجائے اس مرکز کے مل جانے کے بعد صاف نظر آنے لگے گا کہ سورۃ کی تمام آیتیں ایک ہی ہار میں گندھی ہوئی ہیں اور ان میں غایت درجے کا اتحاد ہے پس وحدانیت سے مراد سورۃ کا وہ نظام ہے جو اس کے اندر عمود کو متعین کرتا ہے اس قسم کی مختلف آیتوں میں ربط پیدا کر کے سورۃ کو وحدانیت کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ لیکن وحدانیت، مناسبت اور ترتیب کے لحاظ سے ہر کلام یکساں نہیں ہوتا بلکہ ممکن ہے کہ کسی کلام میں وحدانیت تو پائی جاتی ہو لیکن وہ تناسب و ترتیب کے لحاظ سے بالکل خالی ہو، مثلاً آپ نصائح کی کتاب لکھیں اور اس میں وہ تمام اقوال جو دین سے، اخلاق سے، معاشرت سے، سیاست سے متعلق ہوں ان سب کو بغیر کسی ترتیب کے جمع کر کے رکھ دیں تو اگر چہ اس کتاب میں کوئی موزوں ترتیب تو نہیں ہوگی لیکن اسے وحدانیت سے خواہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو خالی بھی نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ اسکا تعلق نصائح سے ہے اور یہ ایک بات اس کتاب کی شخصیت کو ممیز کرنے کے لیے کافی ہے چاہے اس میں کسی قسم کی مناسبت اور ترتیب نہ ہو۔

ہاں اگر آپ اسی کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کے نیچے صرف انہی اقوال کو جمع کر دیں جو اس باب سے متعلق ہوں تو آپ کی یہ کتاب متناسب الأجزاء تو ہو جائے گی لیکن اس کی وحدانیت پھر بھی کمزور رہے گی،

اس کی ایک شکل اور ہے وہ یہ ہے کہ تمام ابواب کے نصائح تو الگ الگ ایک جامع قصہ کے پیرائے میں اس طرح لکھیں کہ وہ اپنے باب کی ساری باتوں کو اپنے اندر لے لے جیسا کہ کتاب کلیلہ و دمنہ میں ہے۔ ایسی صورت میں ہر باب کے اندر اگر چہ ایک نہایت عمدہ وحدانیت پیدا ہو جائے گی لیکن پوری کتاب کی وحدانیت پھر بھی کمزور رہے گی۔

لیکن اگر اس کتاب کے ابواب کو مرتب کرنے میں ایک باب سے دوسرے باب کی مناسبت کا پورا لحاظ رکھا جائے اور مکمل کتاب اس انداز پر ترتیب دی جائے تو اگر چہ ہر باب کے تحت اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک تناسب کے ساتھ ہی طرح کی باتیں ہونگی لیکن بایں ہمہ پوری کتاب اپنے نظم کے اعتبار سے کامل اور مکمل ہوگی۔

عمود یعنی مرکزی مضمون کے متعلق مولانا کا خیال یہ ہے کہ:

" اعلم أن تعيين عمود السورة ، هو اقليد لمعرفة نظامها ولكنه أصعب المعارف. ويحتاج إلى شدة التأمل والتمحيص وترداد النظر فى مطالب السورة المتماثلة والمتجاورة ، حتى يلوح العمود كفلق الصبح، فيضيء به السورة كلها، ويتبين نظامها، وتأخذ كل آية محلها الخاص، ويتعين من التأويلات المحتملة أرجحها ". (۴)

یعنی اگر کسی نے سورۃ کا عمود معلوم کر لیا تو اس کو اس سورۃ کے نظام کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔عمود کا علم دراصل نظم کے مفید خزانے کی کلید ہے لیکن ان کا حصول کچھ آسان نہیں ہے اس کے لے ضروری ہے کہ خود سورۃ کے مضامین پر بار بار غور کیا جائے اور اس کے علاوہ آس پاس کی سورتوں کا بھی اور ان سورتوں کا بھی جو زیر غور سورۃ سے متماثل ہوں پوری دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور ان کے مطالب پر بار بار نگاہ ڈالی جائے اس اہتمام کے بغیر کسی سورۃ کا عمود معلوم کرنا نہایت دشوار ہے۔عمود کی روشنی جب مل جاتی ہے تو اس سے پوری سورۃ جگمگا اٹھتی ہے اور سورۃ کی ہر آیت انگوٹھی کے نگینے کی طرح اپنی اپنی جگہ پر جڑ جاتی ہے اس کے بعد پوری سورۃ کا حسین نظام اس طرح نگاہوں کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے کہ کسی آیت کی کمزور تاویل کے لئے کوئی گنجائش سرے سے باقی ہی نہیں رہتی۔عمود سورۃ نظم کلام اور ربط آیات کی روشنی میں صرف اسی تاویل کو قبول کر سکتا ہے جو سیاق وسباق کے لحاظ سے ارجح اور افضل ہو۔

مولانا فراہی نے نظم قرآن کی کیسے ابتدا کی۔اس سلسلے میں وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ:''مجھ پر نظم کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سب سے پہلے سورۃ بقرۃ اور سورۃ قصص میں کھولا اور اس کی طرف میری رہنمائی باہر سے نہیں بلکہ خود قرآن کے اندر سے ہوئی۔ میں قرآن کی تلاوت کا ہمیشہ سے دلدادہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ میری سب سے زیادہ محبوب اور لذیذ کتاب یہی رہی ہے۔ میں سنا کرتا تھا کہ قرآن مجید چونکہ مختلف اوقات وحالات میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے اس وجہ سے نظم کے اعتبار سے یہ سب سے زیادہ منتشر کتاب ہے لیکن ان سورتوں میں جب مجھے نظم معلوم ہو گیا تو بقیہ سورتوں پر غور کرنے کی مجھے تحریک ہوئی (۵)

فراہی نظم کی دلالت کے بارے میں رقم طراز ہیں:''نظم کلام میں کچھ خاص حقیقتیں پوشیدہ ہوتی ہیں جو اسی وقت سمجھ میں آتی ہیں جب ایک بات پر اس کے نظم کی روشنی میں غور کیا جائے۔اگر نظم کا اہتمام ترک کر دیا جائے تو وہ باتیں لازماً نظر انداز ہو جاتی ہیں جو خاص طور پر نظم ہی سے نکلتی ہیں اور نظم ہی کی رعایت سے سمجھ میں آسکتی ہیں (٦)

فراہی کلام میں تعیین خطاب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''تعیین خطاب کا علم اسی باب کا ایک شعبہ ہے جس شخص پر کلام کا صحیح رخ واضح نہیں ہوگا وہ اس کی صحیح تاویل تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا پس یہ باب تاویل اور نظم کلام کے فہم کی کلید ہے اور اس سے بے خبری

بہت سی غلطیوں اور ٹھوکروں کا سبب ہوسکتی ہے(۷)

مولانا فراہی کے یہاں نظم کا مفہوم دیگر قائلین نظم سے مختلف ہے قائلین نظم کے نزدیک نظم کا مفہوم محض مناسبت یا تناسب کے ہے جسے انہوں نے اپنی تفسیروں میں آیتوں اور سورتوں کے درمیان دکھایا ہے۔ جب کہ مولانا فراہی کے نزدیک ''مناسبت'' نظم کا صرف ایک جزو ہے اس کے باقی دو اجزاء ''ترتیب'' اور ''وحدانیت'' ہیں۔ گویا کسی کلام کو منظم کلام اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب اس میں ترتیب اور تناسب ہو۔ نیز وہ کلام اپنی ترتیب اور اجزاء کے تناسب کے ساتھ معنی کی وحدت بھی رکھتا ہو یا دوسرے لفظوں میں وہ ایک جامع موضوع کے تحت ہو۔

حمیدالدین فراہی منکرین نظم کے اعتراضات کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''قرآن میں نظم کا انکار کرنے والے کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ ذیل کے دعووں میں سے کوئی ایک دعوی کرے۔ یا تو وہ یہ کہے کہ قرآن کی ہر سورت میں کچھ آیات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو نبی ﷺ کے بعد تیار کرلیا گیا اس میں ترتیب کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ آیات جس ترتیب سے لوگوں کے ہاتھوں میں آتی گئیں انہوں نے ان کو جوڑ دیا یا وہ یہ کہے گا کہ سورۃ کا نظم درہم برہم ہو چکا ہے۔ پہلے یہ ایک مربوط کلام تھا لیکن بعد میں اس کے اندر توضیح کے لیے کچھ آیات داخل کر دی گئیں جنہوں نے نظم کو ختم کر دیا۔ یہ دونوں دعوے قرآن کے جمع و ترتیب اور نزول اول کے بعد توضیح مزید کرنے والی آیات کے مواقع کے بارے میں صریح بے خبری پر مبنی ہیں اور ان کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہے(۸)

الغرض نظم قرآن مولانا فراہی کی امتیازی خصوصیت ہے۔ نظم قرآن کو وہ فہم قرآن کا اہم وسیلہ اور بنیادی کلید کی حیثیت دیتے تھے۔ اس کا انہوں نے جامع، وسیع اور ہمہ گیر مدلل تصور پیش کیا بلکہ اپنی تصنیفات اور مختلف سورتوں کی تفسیر میں اسے عملاً برت کر بھی دکھایا۔

فراہی سورۃ الکوثر کا عمود اور ماقبل و مابعد سے تعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اگلی سورۃ (سورۃ الماعون) کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ان لوگوں کے بیان میں ہے جنھوں نے خانہ کعبہ کے انتظام میں خیانت کی تھی۔ انہوں نے حج اور اس کے تمام مراسم بگاڑ دیے تھے اور توحید اور غربا پروری کی سنت کو مٹا کر نماز اور قربانی کی اصل حقیقت باطل کر دی تھی جس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، اور وہ اس بات کے سزاوار ہوئے کہ اللہ تعالی اپنے دستور کے مطابق اس نعمت کو ان سے چھین کر ان لوگوں کے سپرد کر دے جو اس کے اہل ہیں جیسا کہ فرمایا ہے:

﴿ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ ﴾(۹)

اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمھاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمھاری طرح کے نہیں ہوں گے۔

اس سے پہلے جو جماعتیں خانہ کعبہ کے اہتمام وانتظام میں خیانت و بدعہدی کی مرتکب ہوئی تھیں وہ تولیت بیت اللہ کے منصب سے محروم کردی گئی تھیں ۔ اسی دستور کے مطابق اللہ تعالی نے اس سورۃ (کوثر) کے ذریعہ سے پیغمبر ﷺ کو بشارت دی کہ بیت اللہ، مسکن ابراھیم خلیل علیہ السلام کی تولیت اور اولاد ابراھیم کی امامت کے لیے خدا نے تم کو اور تمھاری امت کو منتخب کیا۔ اس گھر اور اس نسل کے ذریعہ سے خدا تمام قوموں کو برکت دے گا۔ جیسا کہ قرآن میں وعدہ کیا ہے اور اس وجہ سے بیت اللہ کو ﴿ مُبَارَكاً وَّهُدىً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (۱۰) بابرکت اور جان کے لیے موجب ہدایت کہا ہے۔

یہ عظیم الشان عطیہ الٰہی یقیناً ایک بہت بڑی کامیابی اور ایک خیر کثیر ہے یہی کوثر اس حوض کوثر کا ضامن ہے جو اللہ تعالی آخرت میں عطاء فرمائے گا۔ ان اعتبارات سے یہ سورۃ سورۃ ماقبل کے بعد اسی طرح آئی ہے جس طرح قرآن میں عذاب کے بعد رحمت، سلب کے بعد بخشش اور اہل دوزخ کے بعد اہل جنت کا ذکر آیا کرتا ہے۔ یہ اسلوب قرآن مجید میں عام ہے۔ نیز چونکہ سورۃ مابعد (سورۃ کافرون) میں جوار بیت اللہ سے ہجرت کا اعلان ہے اس وجہ سے یہ نظم کلام مقتضی ہوا کہ پہلے بشارت اور تسلی کی سورۃ رکھی جائے تاکہ نظم قرآن ہی سے یہ واضح ہو جائے کہ خداوند تعالی نے رنج سے پہلے راحت کا فیصلہ کرلیا ہے اگر چہ اس کا ظہور بعد میں ہوگا۔ اسی وجہ سے سورۃ کافرون جس میں اعلان ہجرت ہے دو بشارت والی سورتوں یعنی سورۃ کوثر اور سورۃ نصر کے درمیان رکھی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ اس سورۃ میں آنحضرت ﷺ کو اس امر کی بھی بشارت دی گئی تھی کہ آپ ﷺ کی امت زیادہ ہوگی اور آپ کے دشمن بیت اللہ کی برکتوں سے محروم ہونگے ۔ اس وجہ سے سورۃ کافرون میں اس محرومی کی اصل علت واضح کردی گئی کہ بیت اللہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ توحید الٰہی کا ایک مرکز قائم ہو۔ لیکن جب ان لوگوں نے اس مرکز توحید کو شرک کا اڈا بنا ڈالا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس پر قابض رہیں۔ یہ سورۃ کے عمود اور اس کے ربط پر ایک اجمالی نظر ہے۔(۱۱)

اسی طرح فراہی سورۃ الکافرون کا ماقبل سورۃ سے یوں ربط بیان کرتے ہیں:

''فی ربط السورۃ قبلها قد علمت ان فی سورۃالکوثر بشارۃ لظهور هذه الأمة وسموّ أمرها وجمع شملهاو حكما على قطع حددها من الشجرة المباركة للإسلام فاتبعها بهذه السورة التی تعلن بقطع حبال المودة من الكفار وتركهم مقطوعاً عن الأمة المباركة كما ستعرف من تفسيرها''(۱۲)۔

''سورۃ کوثر میں مسلمانوں کو فتح وغلبہ کی بشارت اور اس امر کی خوشخبری دی گئی ہے کہ ان کے دشمنوں کا تعلق اسلام کے شجرہ مبارک سے یک قلم کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ سورۃ رکھی گئی ہے جس میں کفار سے قطع تعلق کا اعلان کیا گیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی سورۃ کی تفسیر

سے واضح ہوگی۔''

اسی طرح اس سورۃ کا مابعد سورۃ سے یوں تعلق بیان کرتے ہیں: ''فلما كانت هذه السورة سورة الحرب اتبعها الله بسورة النصر للدلالة على أن النصر متصل بالحرب كما ترى في القرآن كثيرا اتصال هذين الأمرين وكما تبين في الفصل الرابع وهذا أسلوب بينه بالأمثلة في بحث الوصل من كتاب أسلوب القرآن وما هذا النصر والفتح إلا رد المسجد الحرام إلى عبادة الله الواحد ورد ذرية إبراهيم إلى ربها فتذكر هذه الأمر لفهم ما يأتيك وترى أن الهجرة تقشعت عن الوصل والاوية والحرب تقشقشت عن السلم و التوبة فلم تكن بعثة النبي إلا بركة لذرية إبراهيم ورحمة للعلمين كما تجد بعض البيان في تفسير سورة يوسف هذا والله تعالى أعلم فان اصبت فله المنّة وإن أخطأت فأرجو العفو''(۱۳)۔

چونکہ یہ سورۃ جنگ کی سورۃ تھی اس لیے اللہ تعالی نے اس کے ساتھ سورۃ النصر کو رکھا کہ یہ واضح ہو سکے کہ جنگ اور فتح دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔قرآن مجید میں ان دونوں کے ربط کی مثالیں بہت ہیں۔

اس فتح وغلبہ کا اصل مقصود یہ تھا کہ مسجد حرام صرف خدائے واحد کی اطاعت وعبادت کا مرکز بن جائے اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بت پرستی کی نجاست سے پاک ہوکر اپنے حقیقی رب سے وابستہ ہو جائے۔اس اصولی حقیقت کو اچھی طرح یاد رکھو۔اس سے بعض اہم مباحث کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ ہجرت دراصل وصل کا دیباچہ اور جنگ درحقیقت صلح اور توبہ کا پیش خیمہ ہے پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت، ذریت ابراہیم علیہ السّلام کے لیے سراپا خیر و برکت تھی عذاب اور نقمت نہ تھی اس پر ایک اجمالی بحث سورۃ یوسف کی تفسیر میں بھی ملے گی۔

مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۰۴۔۱۹۹۷ء) اور نظم قرآن:

مولانا امین احسن اصلاحی اعظم گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے تعلیم حاصل کی۔آپ کا شمار مولانا حمید الدین فراہی کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔انہوں نے اپنے استاد کی تحقیقات قرآنی کا تعارف کرایا اور فراہی کی ناتمام تفسیر نظام القرآن کے مختلف اجزاء اور قرآنی موضوعات پر ان کے مختلف رسائل کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔اپنے استاد کے نہج اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں ''تدبر قرآن'' کے نام سے پورے قرآن کی ایک معرکۃ الآراء تفسیر لکھی۔اپنی تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میری چالیس سال کی محنتوں کے نتائج کے ساتھ ساتھ اس میں میرے استاد مولانا حمید الدین فراہی کی ۳۰، ۳۵ سال کی کوششوں کے ثمرات بھی ہیں۔ مجھے بڑا فخر ہوتا اگر میں یہ دعوی کرسکتا کہ اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے بس استاد مرحوم ہی کا افادہ ہے اس لیے کہ اصل حقیقت یہی ہے لیکن میں یہ دعوی کرنے میں صرف اس لیے احتیاط کرتا ہوں کہ مبادا میری کوئی غلطی ان کی طرف منسوب ہو جائے (۱۴)۔

تدبر قرآن میں قرآن مجید کے مطالب کی توضیح اور اس کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے براہ راست غور وفکر کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ تفسیر کا اصلی مأخذ قرآن کی زبان، اس کی آیات کے نظام اور اس کے اپنے اندرونی نظائر وشواہد کو قرار دیا گیا ہے۔ الفاظ واسالیب کی تحقیق اور نحوی مشکلات میں بھی براہ راست اصل عربی زبان سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔ آیات کی تاویل وتوجیہ میں بھی قرآن کی زبان کلام کے نظام اور قرآن کے نظائر وشواہد کو پوری اہمیت دی گئی ہے۔ کسی قول کو صرف اس لیے اختیار نہیں کیا گیا ہے کہ وہ اگلے اصحاب تاویل سے منسوب ہے۔ چنانچہ اس میں اقوال کی کثرت کی بجائے دلائل کی روشنی میں ہر آیت کی ایک معین تاویل کی گئی ہے۔ تفسیر کی کتابوں، قدیم آسمانی صحیفوں، تاریخ کی کتابوں اور شان نزول کی روایتوں سے بھی اس میں پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اس میں نظم آیات کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور ہر سورۃ کے مطالب کا تجزیہ کر کے سورۃ کا عمود وموضوع متعین کر دیا گیا ہے۔ مطالب کا تجزیہ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ ان کا باہمی ربط بھی خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

مولانا اصلاحی نے تفسیر قرآن کے چار صحیح اصول بتائے ہیں جن میں ایک نظم قرآن ہے۔ اس سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں: ''قرآن مجید کے سمجھنے میں فیصلہ کن عامل کلام کا نظم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سورۃ کا خاص عمود یا موضوع ہوتا ہے اور سورۃ کی تمام آیات نہایت حکیمانہ مناسبت اور ترتیب کے ساتھ اس موضوع سے متعلق ہوتی ہیں سورۃ کے بار بار مطالعہ سے جب سورۃ کا عمود واضح ہو جاتا ہے اور سورۃ کی آیات کا تعلق بھی اس عمود کے سامنے آجاتا ہے تو پوری سورت متفرق آیات کا ایک مجموعہ ہونے کے بجائے ایک نہایت حسین وحدت بن جاتی ہے۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے اس نظم کو سمجھنا اولین چیز ہے جب تک یہ نظم سمجھ میں نہ آئے اس وقت تک نہ تو کسی سورۃ کی اصلی قدر وقیمت ہی واضح ہوتی ہے اور نہ اس سورۃ کی متفرق آیات کی صحیح تاویل ہی متعین ہوتی ہے (۱۵)۔

نظم قرآن کے حوالہ سے دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''قرآن مجید میں الگ الگ سورتوں کا قائم کیا جانا اور ان میں سے کسی کا بڑا اور کسی کا چھوٹا ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید میں نظم ہے۔ اگر قرآن مجید ایک غیر منظم کتاب ہے تو یہ الگ الگ سورتیں قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہر صاحبِ عقل اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر سورتوں کے مضامین الگ الگ نہ ہوتے اور ہر سورۃ ایک مخصوص

وحدانیت اور ایک خاص عمود کی حامل نہ ہوتی تو تلاوت اور حفظ قرآن کے نقطہ نظر سے سب سے زیادہ آسان ترتیب یہ ہوتی کہ جامعین قرآن آیتوں کے مجموعے لیتے اور ان کو برابر سورتوں میں رکھتے چلے جاتے۔ لیکن جب انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ الگ الگ سورتیں قائم کیں جن میں کوئی بڑی ہے اور کوئی چھوٹی تو اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ ان سورتوں کے مضامیں الگ الگ ہیں اور ان میں سے ہر ایک خاص وحدانیت اور خصوصیت کی حامل ہے (۱۶)۔

اسی طرح نظم قرآن کی مزید دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''قرآن مجید کے منظم ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن مجید مسلم طور پر ایک اعلیٰ کلام ہے اور کوئی کلام جو نظم سے خالی ہو وہ اعلیٰ کلام نہیں ہوسکتا۔ کسی کلام کی اصلی روح اس کا نظم ہوتا ہے۔ نظم کو الگ کر دینے کے بعد کلام نہ صرف یہ کہ اپنی بعض ادبی خوبیوں سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ پورا کلام بالکل مہمل اور بے معنی ہو کے رہ جاتا ہے۔ جو کلام نظم سے خالی ہو لوگ اس کو از قبیل خرافات سمجھتے ہیں اور کم از کم کوئی عاقل آدمی تو اس پر وقت صرف کرنا پسند نہیں کرتا۔ قرآن مجید کی نسبت تمام دنیا کو علم ہے کہ اس نے عربوں کو چیلنج کیا کہ وہ اس کی مانند کوئی ایک سورۃ پیش کریں لیکن اہل عرب اس تمام فخر و ناز کے باوجود جو ان کو اپنی فصاحت و بلاغت پر تھا اس کے چیلنج کے جواب میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ بھی پیش نہ کر سکے۔ قرآن مجید کی اس ادبی و معنوی عظمت کے لحاظ سے سب سے پہلی چیز جو اس میں ہونی چاہیے وہ نظم ہے کیونکہ ایسی کتاب جو سب سے زیادہ منتشر اور بے نظم خیال کی جاتی ہو وہ فصحائے عرب کو کبھی مرعوب نہیں کر سکتی تھی'' (۱۷)۔

مولانا اصلاحی کی فکر کے مطابق فہم قرآن کے لیے درج ذیل دو وسائل ناگزیر ہیں:

۱۔ اندرونی: قرآن کی زبان، قرآن کا نظم، قرآن کے نظائر و شواہد

۲۔ بیرونی: حدیث، تاریخ، سابق آسمانی صحیفے، تفسیر کی کتابیں۔

کسی اعلیٰ کلام کا حسن و جمال اس کے نظام اور اس کی ترتیب کے اندر مضمر ہوتا ہے جو شخص نظم کی رہنمائی کے بغیر قرآن پڑھے گا وہ زیادہ سے زیادہ جو حاصل کر سکے گا وہ کچھ منفرد احکام اور مفرد قسم کی ہدایات، اگر ایک شخص ایک سورۃ کی الگ الگ آیتوں سے تو واقف ہو لیکن سورۃ کے اندر ان آیتوں کے باہمی حکیمانہ نظم سے واقف نہ ہو تو وہ اس حکمت سے کبھی آشنا نہیں ہوسکتا۔

اندرونی نظم سے مراد یہ ہے کہ ہر سورۃ ایک مستقل وحدت ہے۔ اس کا ایک علیحدہ عنوان، موضوع (عمود) ہے اس سورۃ کے تمام اجزاء اس عنوان و موضوع سے نہایت گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ (۱۸)

نظم قرآن کا ظاہری پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید میں مکی اور مدنی سورتوں کے ملے جلے سات گروپ بن گئے ہیں جن میں سے ہر

گروپ ایک یا ایک سے زائد مکی سے شروع ہوتا ہے اور ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر تمام ہوتا ہے ہر گروپ میں پہلے مکی سورتیں بعد میں مدنی سورتیں ہیں۔

پہلا گروپ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے۔ مائدہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں فاتحہ مکی باقی چار مدنی۔ دوسرا گروپ انعام اور اعراف، جو مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے انفال اور توبہ دونوں مدنی سورتوں پر ختم ہوتا ہے۔ تیسرے گروپ میں پہلے ۱۴ سورتیں، یونس تا مؤمنون مکی ہیں آخر میں سورۃ نور مدنی ہے۔ چوتھا گروپ فرقان سے شروع ہوتا ہے احزاب پر ختم ہوتا ہے۔ ۸ سورتیں مکی آخر میں ایک احزاب مدنی۔ پانچواں گروپ سبا سے شروع ہوتا ہے حجرات پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں ۱۳ مکی اور آخر میں تین مدنی۔ چھٹا گروپ سورۃ ق سے شروع ہو کر تحریم پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں پہلی سات مکی اس کے بعد دس مدنی۔ ساتواں گروپ سورۃ ملک سے شروع ہو کر الناس پر ختم ہوتا ہے۔

مولانا اصلاحی کے خیال میں سورتوں کی زمرہ بندی (Grouping) جس حکمت پر مبنی ہے اسکا اصل حسن و جمال مخفی ہے۔ مولانا نے اس اخفاء کی طرف درج ذیل نکات میں اشارہ کیا ہے۔

۱) جس طرح ہر سورۃ کا ایک خاص عمود ہے جس سے سورۃ کے تمام اجزائے کلام وابستہ ہیں اسی طرح ہر گروپ کا بھی ایک جامع عمود ہے۔ مطالب اگرچہ ہر گروپ میں موجود ہیں لیکن اس اشتراک کے ساتھ جامع عمود کی چھاپ ہر گروپ پر نمایاں ہے۔

۲) ہر گروپ میں جو مدنی سورتیں شامل ہیں وہ اپنے گروپ کے مجموعی مزاج سے بالکل ہم آہنگ وہم رنگ ہیں۔

۳) ہر سورۃ زوج زوج ہے یعنی ہر سورۃ اپنا ایک جوڑا اور مثنی بھی رکھتی ہے۔ ان دونوں میں اس طرح کی مناسبت ہے جس طرح کی مناسبت زوجین میں ہوتی ہے یعنی ایک میں جو خلا ہوتا ہے دوسری اس خلا کو پر کرتی ہے۔ اس طرح دونوں مل کر سورج اور چاند کی شکل میں نمایاں ہوتی ہیں۔

۴) یہاں یہ بات بھی نظر آتی ہے کہ اس ترتیب میں قانون و شریعت کے گروپ کو دوسرے تمام گروپوں پر مقدم کر دیا گیا ہے اور منذرات کے گروپ کو مؤخر کر دیا گیا ہے (۱۹)۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ سورۃ التکاثر کا ربط سابقہ سورۃ ''القارعۃ'' سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یہ سورۃ سابق سورۃ القارعۃ کی مثنی ہے۔ دونوں کے مضمون میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے سابق سورۃ میں بتایا ہے کہ آخرت میں کام آنے والی چیز وہ نیکیاں ہیں جو اس دنیا میں کر لی جائیں خدا کی میزان میں انہیں کے اندر وزن ہوگا جس نے ان کا ذخیرہ جمع کر لیا وہ فلاح پائے گا اور جو ان سے محروم رہا اس نے خواہ کتنا ہی خزانہ اکٹھا کر لیا ہو اس کی میزان بالکل بے وزن رہے گی حسرت واندوہ کے سوا اس کے حصہ میں کچھ نہیں آئے گا۔

اب اس سورۃ میں ان لوگوں کو متنبہ فرمایا ہے جنہوں نے ساری عمر اس جد و جہد میں کھپا دی کہ مال و دولت کے اعتبار سے دوسروں سے آگے نکل جائیں ان کا بینک بیلنس سب سے زیادہ ہو جائے کاروباری میدان میں کوئی ان کا حریف نہ رہے معیار زندگی کی مسابقت میں وہ سب کو پیچھے چھوڑ جائیں بس اسی تگ ودو میں ان کی ساری زندگی ختم ہوگئی اور اس امر پر غور کرنے کی انہیں کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ آگے ایک یقینی مرحلہ حساب کتاب اور جزاء وسزاء کا بھی آنے والا ہے جس سے بے پرواہ رہ کر زندگی گزارنے والوں کو جہنم سے سابقہ پیش آئے گا اور اس دن ہر ایک سے یہ پرسش بھی ہونی ہے کہ اس نے دنیا میں جو کچھ حاصل کیا کس راہ سے حاصل کیا اور اس کو کس راہ میں صرف کیا اور اللہ تعالی نے جو قوتیں اور صلاحیتیں اور جو نعمتیں اس کو بخشیں ان کا کتنا حصہ اس نے بخشنے والے کی خوشنودی کے لیے استعمال کیا اور کتنا اپنے نفس اور شیطان کی خوشنودی کے لیے‘‘(۲۰)

الغرض مولانا امین احسن اصلاحی نے نظم قرآن کے حوالے سے اپنے استاد محترم مولانا حمید الدین فراہی کے نظریات کو پورے قرآن مجید میں عملی طور پر پیش کیا ہے۔اور ان کی فکر کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔اس کی واضح دلیل تفسیر تدبر قرآن ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) فراہی،حمید الدین، دلائل النظام (الفرق بین المناسبة والنظام):۷۴.

(۲) م.ن :۷۵.

(۳) م.ن:۷۶،۷۷.

(۴) م.ن:۷۷.

(۵) فراہی،حمید الدین، مجموعہ تفاسیر فراہی:۲۸.

(۶) م.ن:۵۸.

(۷) م.ن :۶۱.

(۸) فراہی،حمید الدین،تفسیر قرآن کے اصول (ترجمہ خالد مسعود):۳۹،۴۰.

(۹) محمد ﷺ:۳۸.

(۱۰) آل عمران:۹۶.

(۱۱) فراہی،حمید الدین، مجموعہ تفاسیر فراہی:۴۱۳،۴۱۴.

(۱۲) فراہی،حمید الدین،تفسیر سورة الکافرون من نظام القرآن وتأویل الفرقان بالفرقان:۱،۲.

(۱۳) م.ن:۱۵.

(۱۴) اصلاحی،امین احسن: تدبر قرآن:۱/۴۱.

(۱۵) اصلاحی،امین احسن: مبادی تدبر قرآن:۱۹۴،۱۹۵.

(۱۶) م.ن:۲۰۱،۲۰۲.

(۱۷) م.ن:۲۰۶.

(۱۸) اصلاحی،امین احسن: تدبر قرآن:۱/۱۴۔۳۳.

(۱۹) م.ن:۱/۲۴۔۲۷.

(۲۰) اصلاحی،امین احسن: تدبر قرآن:۹/۵۱۹.

فصل سوم

نظم قرآن کے مخالف علماء کا نقطہ نظر

فصل سوم: نظم قرآن کے مخالف علماء کا نقطہ نظر

نظم قرآن کے حامی اور قائل علماء کے ساتھ ساتھ علماء ومفسرین کا ایک ایسا گروہ بھی رہا ہے جو نظم ومناسبت کا قائل نہیں ہے ان کا نقطہ نظر حامی علماء سے مختلف ہے۔ان کے نزدیک قرآن میں کسی قسم کی نظم ومناسبت کی تلاش بے سود اور لا حاصل ہے۔اور وقت کا ضیاع ہے۔اس مکتبہ فکر کی نمائندگی عزالدین بن عبدالسلام (۵۷۷ھ۔۶۶۰ھ.) اور علامہ شوکانی (۱۲۵۰ھ.) جیسے اکابر علماء کرتے ہیں۔نظم قرآن کے حوالے سے ان حضرات کا نقطہ نظر درج ذیل ہے:

عزالدین بن عبدالسلام (۵۷۷ھ۔۶۶۰ھ.) اور نظم قرآن:

عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی، شافعی، فقیہ اور مجتہد تھے۔دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم وتربیت پائی علوم شرعیہ میں زبردست مہارت رکھتے تھے آپ کے اساتذہ میں فخرالدین بن عساکر، سیف الدین آمدی، حافظ ابومحمد القاسم بن عساکر جیسے جلیل القدر علماء شامل تھے۔ان کے معاصرین نے ان کی علمی جلالت شان اور عظمت کا اعتراف کیا ہے۔شیخ عزالدین قرآن مجید کے تیئیس سالوں میں نزول، ضروریات کے تنوع، زمانہ کا امتداد، مسائل ومضامین میں رنگارنگی اور حالات واسباب میں اختلاف وتعدد کی بنا پر قرآن مجید میں نظم ومناسبت کے قائل نہ تھے۔وہ کہتے ہیں: ''مناسبت ایک عمدہ علم ہے مگر قرآن کے حسن ارتباط کے لیے شرط ہے کہ وہ ایسی ساخت کا حامل ہو جس میں وحدت ہو اور اس کا اول آخر سے مربوط ہو اگر کلام مختلف اسباب پر مشتمل ہو تو اس میں باہم ربط نہ ہوگا۔جو شخص ایسے کلام کو مربوط بنانے کی کوشش کرے گا وہ تکلف وتصنع کا سہارا لینے پر مجبور ہوگا اور ایسے ربط کی تلاش میں جس پر اس کو قدرت نہ ہوگی ، سر کھپائے گا۔جو رکیک اور کمزور ہوگا جس سے ہر اچھا کلام چہ جائیکہ وہ بہترین کلام ہو محفوظ ہوتا ہے۔قرآن پاک کا نزول بیس سال سے زائد عرصہ میں ہوا اور یہ آیات مختلف اسباب کے تحت احکام لے کر نازل ہوئیں جس کلام کا حال یہ ہو وہ باہم دیگر مربوط کیسے ہوسکتا ہے؟''(۱)

یعنی عزالدین بن عبدالسلام کا نظم قرآن کے حوالہ سے نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید بیس سال سے زیادہ عرصہ میں مختلف حالات کے اندر گوناگوں احکام لے کر نازل ہوا ہے اور جو چیز اس طرح نازل ہوئی ہو اس میں کسی قسم کا ربط تلاش کرنا بے سود ہے۔

امام شوکانی (۱۲۵۰ھ.) اور نظم قرآن:

نظم ومناسبت کے مخالفین میں دوسرا اہم نام مفسر قرآن محمد بن علی الشوکانی کا ہے۔یمن کے فقیہ، مجتہد اور عالم ربانی تھے۔شوکان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے اور صنعاء میں پرورش پائی۔امام شوکانی کی ایک صد بارہ تصنیفات ہیں، لیکن ان کی تفسیر ''فتح القدیر الجامع بین فنی الرّوایة فی علم التفسیر، قرآنی علوم اور تفسیری ذخائر میں منفرد مقام رکھتی ہے۔نظم قرآن کے حوالہ سے درج ذیل قرآنی

آیات کی تفسیر وتشریح سے امام شوکانی کا نقطۂ نظر واضح ہوجائے گا۔﴿ يٰبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ أُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنَ ﴾(۲) اے آل یعقوب میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیے تھے اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا، اور مجھی سے ڈرتے رہو۔

امام شوکانی نے اس آیت کا ماقبل آیت سے ربط ظاہر کرنے کی بجائے نظریہ نظم قرآن کی بھرپور مخالفت کی ہے اور اس نظریہ کو فتنہ وفساد سے تعبیر کیا ہے۔ ذیل میں اس آیت کی تشریح سے ان کی نظم قرآن سے مخالفت واضح ہوجائے گی: '' جان لو کہ بہت سے مفسرین نے ایک زحمت طلب علم دریافت کیا ہے انہوں نے ایک ایسے سمندر میں غوطہ زنی کی ہے جس میں تیرنے کے وہ مکلف نہیں بنائے گئے انہوں نے ایک ایسے فن میں اپنے اوقات صرف کیے جو ان کے لیے قطعی سودمند نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو محض رائے اور گمان سے کام لینے پر لگا دیا ہے جو کتاب الٰہی کے معاملات میں بالکل ممنوع ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے مصحف میں موجود ترتیب کے مطابق قرآنی آیات کی تنظیم کے درمیان مناسبت کا التزام کیا ہے اور اس راہ میں ایسے تکلفات اور اس قدر تصنع سے انہیں کام لینا پڑا ہے کہ حق و انصاف پناہ مانگے۔ ماہرین بلاغت کا کلام ان سے پاک ہے چہ جائیکہ حق تعالیٰ کا کلام، ان لوگوں نے اس موضوع پر علیحدہ سے کتابیں تصنیف کی ہیں، اور مناسبت کو تالیف کا اہم ترین مقصد قرار دیا ہے جیسا کہ بقاعی نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اور ان کے پیش رووں نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔ یہ بات ہر اس شخص کو عجیب وغریب معلوم ہوگی جو اس حقیقت سے واقف ہے کہ قرآن اپنے آغاز نزول سے لے کر رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مختلف حالات وواقعات کے مطابق متفرق اور منتشر شکل میں اترا ہے۔ عالم کو چھوڑیے ہر صاحب عقل شخص اس امر میں شک نہیں کرسکا کہ نزول قرآن کے مقتضی یہ حالات وواقعات خود ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہیں۔ بلکہ بسا اوقات باہم متضاد بھی ہیں۔ جیسے ایک حلال چیز کو حرام قرار دینا اور پہلے سے ایک حرام چیز کو حلال ٹھہرانا کبھی گفتگو مسلمانوں سے ہوتی ہے اور کبھی کافروں سے کبھی خطاب ماضی کے لوگوں سے ہوتا ہے اور کبھی حال کے لوگوں سے۔ کبھی عبادت زیر بحث آتی ہے اور کبھی معاملات، کبھی ترغیب ہوتی ہے اور کبھی ترہیب، بشارت ہوتی ہے تو کبھی انذار، دنیا زیر بحث ہوتی ہے کبھی آخرت۔ بسا اوقات درپیش مسائل اور پریشانیوں کا بیان ہوتا ہے اور بسا اوقات گزرے ہوئے قصے اور داستانیں مذکور ہوتی ہیں جب نزول کے اسباب اس قدر مختلف اور ایک دوسرے سے اتنے جدا ہیں کہ ان میں وحدت اور ہم آہنگی کا کوئی موقع نہیں ہے تو انہی اسباب میں نازل شدہ قرآن بھی اسی درجہ کے اختلاف کا مظہر ہوگا آخر کوئی صاحب خرد گوہ اور مچھلی کے درمیان، آگ اور پانی میں مناسبت کیسے تلاش کرے گا، کیا یہ ان لوگوں کے لیے شک کا دروازہ کھولنا اور شکوک کے دائرہ کو وسیع کرنا نہ ہوگا جو دل کے مریض ہیں یا جن کی بیماری محض جہالت اور کوتاہی ہے۔ جب یہ مریضان قلب دیکھیں گے کہ اہل علم قرآن کی

تمام آیتوں کے درمیان مناسبت پر گفتگو کر رہے ہیں اور اس پر علیحدہ کتابیں تصنیف کر رہے ہیں تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ ایک ناگزیر علم ہے اور یہ کہ قرآن اسی وقت بلیغ اور معجزہ مانا جائے گا جب کہ مناسبت کی وجوہ ظاہر ہو جائیں اور ربط و مناسبت کو واجب کرنے والی چیز واضح ہو جائے۔

اگر اسے آیات کے درمیان اختلاف نظر آئے اور وہ اس سلسلہ میں متکلمین کے اقوال کی طرف رجوع کرے اور وہاں اسے محض تکلف اور تصنع نظر آئے تو اس کے دل میں قرآن کے تئیں بدگمانی پیدا ہو جائے گی یہ صورت حال اس وقت درست ہوگی جب کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ مصحف کی موجودہ ترتیب کے مطابق ہی قرآن نازل ہوا ہے آخر یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ہر وہ شخص جسے کتاب الٰہی کا ادنیٰ علم ہے اور اس سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہے جانتا ہے کہ صورت حال ایسی نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس میں شک ہو گرچہ اہل علم اس میں شک نہیں کر سکتے تو وہ اسباب نزول کے ان علماء کے کلام کا مطالعہ کرے جو واقعات و حالات نبوت سے پوری طرح واقف تھے اس مطالعہ سے اس کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور طویل سورتوں کو چھوڑیے معتدل اور درمیانی سورتوں پر ہی غور کر کے اس کے شبہات دور ہو جائیں گے۔ ان سورتوں کے مطالعہ سے وہ اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ وہ ایسی آیات پر مشتمل ہیں جو مختلف حالات اور جدا جدا اوقات میں نازل ہوئی ہیں جن کے اسباب و حالات میں کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی۔ یہاں اسی پر غور کیجیے کہ ابتداء میں درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (۳)

اے محمد ﷺ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا

پھر:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ (۴)

اے محمد ﷺ جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو

اور اس کے بعد:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ (۵)

اے محمد ﷺ جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو

کی آیات اتریں۔ بتائیے کہ مصحف کی موجودہ ترتیب میں ان آیات اور سورتوں کی جگہ کیا ہے جب صورت حال یہ ہے تو ان آیات کے درمیان مناسبت تلاش کرنے کے کیا معنی ہیں جن کے بارے میں قطعی طور پر ہمیں معلوم ہے کہ مصحف کی ترتیب میں انہیں بعد میں رکھا گیا ہے۔

جب کہ ان کا زمانہ نزول پہلے کا ہے یا مصحف میں انہیں پہلے رکھا گیا ہے جب کہ زمانہ نزول بعد کا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کا تعلق نزول قرآن کی ترتیب سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان صحابہ کے عمل سے ہے جو جمع و ترتیب کے ذمہ دار تھے اس طرح کے علم کا فائدہ بہت کم اور اس کا ثمرہ بہت محدود ہے بلکہ یہ صاحب فہم کے نزدیک محض اوقات کا ضیاع ہے اور ایسی چیز میں گھنٹوں کا صرف کرنا ہے جو عبث اور بے سود ہے آپ خوب واقف ہیں کہ اگر ایک شخص مناسبت کی تلاش کے پیچھے پڑ جائے اور اہل ادب و بلاغت کے خطبوں، رسائل اور انشائیوں میں نظم ڈھونڈھنے لگے یا شعراء مدحیہ، ہجائیہ، غزلیہ والمیاتی قصائد میں اور اسی طرح کی دوسری متضاد اصناف میں ربط پیدا کرنے لگے اور ان مجموعہ ہائے قصائد و خطب میں اور ان کے فکروں اور خاتموں میں مناسبت کے اسباب تلاش کرے پھر ایک قدم بڑھ کر مزید تصنع کرے اور خطیب کے خطبہ، خطبہ جہاد، خطبہ نکاح اور دوسرے تمام خطبوں میں وحدت پیدا کرے اور تعزیتی انشائیہ اور تبریکی انشائیہ میں تعلق پیدا کرے تو ایسے شخص کو مریض اور فاتر العقل تصور کیا جائے گا۔ جو اپنے اوقات سے کھلواڑ کر رہا ہے اور اپنی عمر عزیز کو داؤ پر لگا رہا ہے جب اس مقام پر یہ حالت ہے کہ کلام انسانی میں اس فعل کو حماقت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کلام خداوندی میں اس قسم کے عمل کو کیا کہا جائے گا جس کی بلاغت نے بڑے بڑے عرب زبان آوروں کو خاموش کر دیا اور جس کی فصاحت نے عدنان کے فصیح اللسان ادیبوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہر شخص خواہ کم علم ہو یا مکمل عالم جانتا ہے کہ اللہ نے قرآن کی صفت بتائی ہے کہ وہ عربی مبین ہے اور اسے عربوں کی زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں عربوں کے مسالک ادب اور انداز تخاطب کو اختیار کیا ہے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ عربوں کا ایک خطیب ایک ہی مقام پر کھڑا ہو کر مختلف و متضاد فنون کلام کو اختیار کرتا تھا چہ جائیکہ دو یا متعدد مقامات کی بات ہو یا زندگی بھر کے اقوال اور خطبوں کا معاملہ ہو یہی حال ان کے شعراء کا تھا۔ یہاں ہم اس فساد پر اسی تنبیہ کو کافی سمجھتے ہیں جس کی وادیوں میں متعدد محققین نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہاں ہم نے اس بحث کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ روئے سخن اب بنی اسرائیل کی طرف مڑ گیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابوالبشر آدم علیہ السلام کے سلسلہ میں ہو رہی تھی اور اگر کوئی تکلف و تصنع کا عادی سوال کرے کہ ان آیات کا ماقبل سے کیا ربط اور تعلق ہے؟ تو ہمارا جواب ہوگا کہ کوئی ربط و مناسبت نہیں ہے(۶)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ (۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) اور نظم قرآن:

علامہ شبلی اعظم گڑھ کی بستی بندول میں پیدا ہوئے۔ رامپور، لاہور، اور سہارنپور سے تعلیم حاصل کی(۷)۔ نظم آیات کے سلسلہ میں علامہ شبلی کی رائے ہے کہ قرآن مجید کی آیات مختلف اوقات میں متعدد ضرورتوں کے پیش آنے پر اترتی تھیں اس لئے ان میں باہم ترتیب و تنظیم کیونکر قائم رہ سکتی ہے البتہ علامہ شبلی نعمانیؒ قرآن مجید کے کسی واقعہ کی تشریح و تفسیر اور اس کی تاویل میں آیتوں کے سیاق و سباق کا لحاظ

ضرور رکھتے تھے۔ جو ان کی سیرۃ النبی ﷺ اور ان کے مذہبی مقالات کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے۔ نظم قرآن کے سلسلہ میں علامہ شبلی کا نقطہ نظر درج ذیل اقتباس سے صاف طور پر نمایاں ہے۔

''اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں مختلف وقتوں میں مختلف ضرورتیں پیش آنے پر نازل ہوتی رہیں اس لیے ان میں ترتیب کیوں کر قائم رہ سکتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ رائے بظاہر بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ مسلم ہے کہ قرآن نجماً نجماً جستہ جستہ نازل ہوا ہے اور ہر سورۃ اور ہر ٹکڑے کا شان نزول مختلف ہے اس لیے ان میں ترتیب کیونکر قائم رہ سکتی ہے''(۸)

اسی طرح مولانا ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی اکثر آیتوں میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہے کسی آیت میں فقہی احکام بیان ہوئے ہیں اور اس کے معا بعد اخلاقی اور معاشرتی موضوعات پر تفصیل درج ہے پھر کوئی قصہ چھڑ جاتا ہے اور قرآن کا روئے سخن کفار کی طرف ہو جاتا ہے پھر کوئی اور بات نکل آتی ہے غرض یہ کہ عام تصنیفات کا جو انداز ہے کہ ایک قسم کے موضوعات یک جا بیان کئے جائیں۔ قرآن پاک کا یہ طرز نہیں۔(۹)

مندرجہ بالا تحریروں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام ؒ امام محمد علی الشوکانی اور علامہ شبلی نعمانیؒ قرآن مجید میں نظم و مناسبت کے قائل نہ تھے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر: الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۱۰۸.

(۲) بقرۃ: ۴۰.

(۳) العلق: ۱

(۴) المدثر: ۱

(۵) المزمل: ۱

(۶) الشوکانی، محمد بن علی: فتح القدیر، الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر: ۱/۷۲، ۷۳.

(۷) الزرکلی، خیرالدین: الأعلام: ۳/۱۵۵.

(۸) نعمانی، شبلی، علامہ: التکمیل فی اصول التأویل: ۲۹.

(۹) مقالات شبلی (مرتبہ مولانا سلیمان ندوی): ۲/۱۶.

خلاصۃ الباب

۱۔دوراول کے علماءاورادیبوں نے قرآن میں ترتیب ومناسبت کے اظہار کے لیےنظم اور مناسبت کی دونوں اصطلاحیں استعمال کیں۔

۲۔قرآن مجید کی آیات میں نظم ومناسبت کا پہلواس کے ادبی اوراسلوبیاتی اعجاز کاایک مظہر ہے۔

۳۔قرآنی اعجاز پرعلمی اورتحقیقی کام کا آغاز ہوا تونظم ومناسبت کے معجزانہ پہلو نے ایک فن اورعلم کی شکل اختیار کرلی۔

۴۔تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں علم نظم ومناسبت کا رخ زیادہ تر ادب وبلاغت کی طرف رہا،اس لیے ان ادوار میں علماء نے جوتحریریں تیار کی ہیں وہ ادب کی ہی نمائندسمجھی جاتی ہیں،ان میں ابن قتیبہ،ابوالحسین علی بن عیسی الرّمانی،قاضی عبدالجباراسدآبادی،حمد بن محمد خطابی اور ابن جعفر باقلانی کے افکارونظریات قرآنی نظم ومناسبت کے میدان میں اہم سرمایہ ہیں۔

۵۔علامہ عبدالقاہر جرجانی نے،اسرارالبلاغۃ اور دلائل الاعجاز کے ناموں سے دواہم کتب تصنیف کیں انہوں نے پہلی بارالفاظ ومعانی کے تصور،علم نحو ومعانی بدیع وبیان سے نظم مناسبت کا رشتہ استوار کرکے ان پرادبی تجزیے پیش کیے لہذاانہیں نظم ومناسبت کا پہلا باقاعدہ مصنف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۶۔نظم ومناسبت کے اہم حامیوں میں شیخ ابوبکر نیشاپوری،امام ابوداؤدسجستانی،زمخشری،فخرالدین رازی،شیخ محی الدین ابن عربی،ابوجعفر بن الزبیر ثقفی،مخدوم مہائمی،برہان الدین بقاعی،جلال الدین سیوطی،شیخ ولی الدین ملوی،شاہ ولی اللہ،مولانااشرف علی تھانوی،سعید حوّی،ڈاکٹرعبداللہ دراز،مولاناحسین علی،شیخ محمدالصوّاف،حمیدالدّین فراہی اورامین احسن اصلاحی کے نام خاص طور پرقابل ذکر ہیں ان علماء نے نظم ومناسبت کے اثبات کے ساتھ ساتھ اس کے حق میں دلائل دیےاوربعض نے تو قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت عملی طور پراس کاالتزام بھی کیاہے۔

۷۔حمیدالدّین فراہی کانظم قرآن سے متعلق نقطۂ نظر دیگر علماء سے کچھ مختلف ہے ان کے نزدیک نظم سے مراد یہ ہے کہ سورت کی تاویل اس طرح کی جائے کہ پوری سورت ایک کلام کے قالب میں ڈھل جائے اوروہ سورت اپنی لاحق وسابق سورتوں سے مربوط ہوجائے ان کا کہنا ہے کہ جس طرح بعض آیتیں بطور جملہ معترضہ کے آجاتی ہیں اس طرح بعض سوربھی بطور جملہ معترضہ کے آجاتی ہیں اگراس نکتہ کومدنظر رکھ کر قرآن پرغورکیاجائے تومکمل قرآن مجیدایک منظّم کلام کی صورت میں نظر آئے گااوراول سے آخر تک اس کے تمام اجزاء میں نہایت محکم و مضبوط مناسبت وترتیب نظر آئے گی۔

۸۔ دوسری طرف علماء کادوسراگروہ بھی رہاہےجس نےنظم قرآن سے انکار کرتے ہوئےنظم کے قائل علماء پرکڑی تنقید کی اوراسے تضییع اوقات اورتکلف وتصنع سے تعبیر کیاہے۔ان میں نمایاں نام شیخ عزالدین بن عبدالسّلام اورمحمد بن علی الشوکانی کے ہیں۔

باب چہارم

نظم قرآن کا تحلیلی جائزہ

فصل اوّل : نظم قرآن کے مفید اثرات

فصل دوم : قرآن کے نظم کلام میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم میں اہم اشارات

فصل سوم: نظم قرآن۔ متوازن تجزیہ

فصل اوّل

نظم قرآن کے مفید اثرات

فصل اوّل : نظم قرآن کے مفید اثرات

نظم قرآن سے کلام کے اجزاء ایک دوسرے سے مربوط ہو جاتے ہیں معنی میں کشش، قوت اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جلال الدّین سیوطی (۹۱۱ھ.) نے مرتب اور منظم کلام کی مثال اس عمارت سے دی ہے جو نہایت محکم اور متناسب اجزاء وعناصر کی بنیاد پر کھڑی ہو (۱) ۔علم مناسبت اور نظم قرآن سے اسرار شریعت سے واقفیت ، دین کی صحیح روح اور حکمت سے آشنائی ہوتی ہے ۔ امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷ء.) کے بقول جس طرح خاندانوں کے شجرے ہوتے ہیں اسی طرح نیکیوں اور بدیوں کے بھی شجرے ہوتے ہیں بعض اوقات انسان ایک نیکی کو معمولی نیکی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ اس کا تعلق نیکیوں کے اس خاندان سے ہوتا ہے جس سے تمام بڑی نیکیوں کی شاخیں پھوٹتی ہیں ۔قرآن کی اس حکمت سے واقفیت نظم کلام ہی سے ممکن ہے اگر کوئی شخص سورت کے اندر آیات کے باہمی حکیمانہ نظم سے واقف نہ ہو تو شریعت کے ان اسرار ورموز سے وہ آشنا نہیں ہو سکتا۔

علم مناسبت سے قرآن میں قرآن کے بیان کردہ آفاقی ،انفسی اور تاریخی دلائل کی حکیمانہ ترتیب سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ قرآن نے اصولی مسائل کی حمایت میں آفاق وانفس اور تاریخ عالم سے بڑی حکیمانہ ترتیب کے ساتھ استدلال کیا ہے۔اس استدلال کی اثر آفرینی اور قوت وجاذبیت بڑھ جاتی ہے۔

نظم قرآن سے وحدت ملت اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہوتی ہے ۔تاریخ اسلام میں قرآن کی تفسیر میں مناسبت اور نظام کی بھر پور رعایت کی گئی ہوتی تو اختلافات وانحرافات کے امکانات بہت کم ہوتے ۔اتحاد اور فکر وعمل کے مواقع زیادہ ہوتے ۔تاریخ اسلام کے گمراہ اور مبتدعانہ فرقوں نے آیات الٰہی کو سیاق وسباق اور نظم کلام سے کاٹ کر اپنے معنی پہنائے ہیں ۔آج اگر اس علم کی کما حقہ رعایت کی جائے تو بہت سے انحرافات کا سد باب ہو سکتا ہے (۲) ۔مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (۳)۔

خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اور ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر میں متکلمین اسلام کے درمیان بہت زیادہ معرکہ آرائی ہوئی ہے ۔اور جبر واختیار کے مسائل پر اشاعرہ اور معتزلہ نے بڑی رد وقدح کی ہے ۔اشاعرہ نے ختم قلوب کے اس فعل کو اللہ کی جانب منسوب کر کے اس پر ایمان واعتقاد کو ضروری سمجھا ہے اور ان ضوابط وسنتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں جن کے تحت یہ فعل واقع ہوتا ہے ۔جب کہ معتزلی علماء متکلمین ومفسرین نے ختم قلوب کے ان الفاظ کو ان کے ظاہر سے ہٹا کر باطنی معنی پہنائے ہیں اور اختیار کلی کا فلسفہ تراشہ ہے درحقیقت اگر نظم کلام اور سیاق وسباق

کی روشنی میں ختم قلوب کے مفہوم پر غور کیا جائے تو حق ان دونوں انتہاؤں کے درمیان نظر آتا ہے۔ پھر تو وہ جبر قابل قبول نظر نہیں آتا جس کا دعوی اشاعرہ نے کیا ہے اور نہ وہ اختیار ہی مطابق صواب دکھائی دیتا ہے جس کی علم برداری معتزلہ نے کی ہے۔

آیات قرآنی کے سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ختم قلوب سے ختم معنوی مراد ہے کفار سمع و بصر اور فواد کی جملہ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں مگر ان کی نگاہ ظواہر محسوسات ہی تک محدود ہے وہ ان ظواہر کے پس پردہ حقائق اور معنوی اقدار کی جانب متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ ختم قلوب کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اللہ نے ان کافروں کو ان کے ماؤں کے پیٹ سے ان کے دلوں پر ٹھپے لگا کر پیدا کیا ہے بلکہ اپنی بداعمالیوں کے سبب وہ راہ حق سے اس قدر دور جا چکے ہیں کہ اب رسول کا کوئی پیغام سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے اللہ نے ان کو محروم کر دیا ہے اللہ نے تو انسان کو صالح فطرت پر پیدا کیا ہے اسے نیکی اور بدی کا امتیاز بخشا ہے اور اسے مکمل آزادی بھی دے رکھی ہے کہ نیکی و بدی میں سے جس راہ کا چاہے انتخاب کرلے اس پر کوئی جبر اور قدغن عائد نہ ہو۔ لیکن اگر بدی کی راہ پر انسان چل نکلے تو رفتہ رفتہ اختیاری بدی کا یہ رنگ اس پر اس قدر پختہ اور غالب ہو جاتا ہے کہ پھر نیکی کو اختیار کرنے کی کوئی خواہش اس کے اندر باقی نہیں رہ جاتی اور اس طرح اس کی طبیعت کے اندر مہر لگ جاتی ہے۔ افعال کو بھی اللہ تعالی نے اپنی جانب منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ (۴)

تو جب ان لوگوں نے کج روی کی خدا نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔

پھر فرمایا:

﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (۵)

اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے تو جیسے یہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائے ویسے پھر نہ لائیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں گے۔

یہ ہے اللہ کی سنت جو جبر واختیار کے حوالہ سے قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ. تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ. وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ﴾ (۶)۔

کیاان لوگوں کو جواہل زمین کے مرجانے کے بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اوران کے دلوں پر مہر لگادیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں ۔ یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تم کو سناتے ہیں اوران کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کرآئے مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اسے مان لیں اسی طرح خدا کافروں کے دلوں پر مہر لگادیتا ہے، اورہم نے ان میں سے اکثروں میں عہد کا نباہ نہیں دیکھااوران میں اکثروں کو دیکھا تو بدکارہی دیکھا۔

یہود کے بارے میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ عہداوراحکام خداوندی کی خلاف ورزی میں وہ اتنے دلیر ہو گئے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی اوران سے ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت سلب کر لی ۔ اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾(۷)

(لیکن انہوں نے عہد کوتوڑ ڈالاتو ان کے عہدتوڑ دینے اور خدا کی آیتوں سے کفر کرنے اورانبیاء کو ناحق مار دینے اور یہ کہنے کے سبب کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں خدا نے انہیں مردود کردیا اوران کے دلوں پر پردے نہیں ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب خدا نے ان پر مہر کردی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں)

درج بالا قرآنی آیات اور بحث سے واضح ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ وہ پس منظر ہے جس میں اللہ نے ختم قلوب کے فعل کو اپنی جانب منسوب کیا ہے ۔ مذکورہ درج بالا آیت کے آخری حصہ میں یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ کفار کے دلوں کی یہ قفل بندی اور سمع و بصر کی صلاحیتوں سے ان کی محرومی اللہ کا ایک عذاب ہے۔

لہذا ختم قلوب کے اس مفہوم کے نظم کلام کی روشنی میں وضاحت کے بعد اس قیل وقال کی گنجائش کم رہ جاتی ہے جس میں علماء ایک طویل عرصہ تک بحث ومباحثہ کرتے رہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کے مفہوم کو سمجھنے میں نظم کی رعایت سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱)نظام مقصود کلام کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جو شخص آیات کے نظام سے لاعلم ہے اس کے لیے آیات کا مدعا سمجھنا محال ہے۔

۲)جب وجوہ میں اشتباہ اوراحتمالات میں کثرت واقع ہو تو نظام ہی صحیح تاویل کی دلیل ہے۔

۳)نظم بہت سے قرآنی خزانوں اور حکمتوں کے حصول کے لیے بمنزلہ چابی ہے۔

اس لیے نظم کے متلاشی کے لیے ضروری ہے کہ وہ بلند نظری سے کام لیتے ہوئے بادی النظر میں جو کچھ دکھائی دے اس سے آگے

دیکھنے کی کوشش کرے۔ یہی کوشش اور جستجو حکمت کی سیڑھی ہے۔ ورنہ اللہ تعالی اپنے کلام کے نظم کو یوں تدبر و تفکر کا محل نہ بناتے۔قرآن مجید کا عالی مرتبت ہونا اس لیے ہے کہ وہ حکمت پر مشتمل ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿ وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾(۸)

اور یہ بڑی کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہمارے پاس لکھی ہوئی اور بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے

لہذا نظم قرآن کی رعایت سے شرعی احکام کی حکمت کی صحیح وجہ اور اس میں خطا اور صواب سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

۴)نظم قرآن میں نظم دین کی دلیل ہے۔کیونکہ قرآن ہی اصل اور بنیاد ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوْحاً مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَاالْكِتٰبُ وَلَاالْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْراً نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾(۹)

اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے قرآن بھیجا ہے تم نہ تو قرآن کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک اے محمد تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو

قرآن کے نظم میں غور شرائع اور عقائد میں غور کا محرک بنتا ہے۔جو چیز اصل و اساس تھی قرآن نے اس کی وہ حیثیت بتادی۔ جب قرآن میں تدبر کیا جائے گا تو دین کی حکمت اور امور دین کے نظام کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

مثلاً نظم قرآن کی دلالت سے معلوم ہوا کہ شکر ایمان کی اصل ہے اور شریعت کے جملہ احکام و اعمال اس کے تحت داخل ہیں۔ جو شخص رحمت، حکمت اور قدرت کی نشانیاں دیکھے گا اسے اللہ تعالی کے رحیم، حکیم، قادر، قوی، اور عادل ہونے کی معرفت حاصل ہوگی۔پس وہ اس کا شکر ادا کرے گا۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِيْماً ﴾(۱۰).

اگر تم خدا کے شکر گزار رہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو خدا تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا، اور خدا تو قدر شناس اور دانا ہے

اس طرح بتادیا کہ شکر کا احساس ایمان باللہ پر مقدم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورۃ الحمد کو اپنی کتاب کا دیباچہ بنایا۔

پس جب آیات قرآنی اور ان کے مطالب کے نظم میں غور کیا جائے گا اور سورتوں اور ان کے عمود پر تدبر کیا جائے گا تو شریعت کے اصول اور احکام کے نظم تک پہنچنے میں آسانی ہوجائے گی۔

۵)نظم قرآن اعجاز قرآنی کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور یہی وہ چیز ہے جس نے قرآن مجید کو ایک ایسا سمندر بنادیا ہے

جس کی گہرائی ماپی نہیں جاسکتی اور خزانہ ختم نہیں ہوتا۔

۶)نظم ہی تمام معاملات کومکمل ترین صورت میں جلا بخشتا ہے اور اس کی قدر واہمیت کا انکشاف کرتا ہے لہذا اگر آیات کے نظام کی طرف ہم توجہ نہ دیں تو ہم کئی معاملات کے ادراک سے عاری اور ان کی قدر واہمیت سے غافل رہیں گے۔

۷)نظم آیاتِ مکرّرہ کی تشخیص اوران کے مقاصد کی تعیین کرتا ہے۔لیکن جو شخص اس فن سے غفلت برتتے وہ لڑکھڑا جاتا ہے اور ایک جگہ کا دوسری جگہ سے فرق نہیں کرسکتا۔

۸)نظم بلاغت قرآنی کے وجوہ پر آنکھیں کھول دیتا ہے لیکن اس کی طرف توجہ نہ کرنے والا بلاغت قرآنی سے روشناس نہیں ہو پاتا۔یعنی قرآن مجید کا وہ امتیاز جو کلام کے شہ سواروں کو عاجز کردیتا ہے، کے ادراک سے محروم رہتے ہیں۔

۹)نظم قرآن توجہ کرنے والے پر وہ کچھ کھول دیتا ہے جو اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کی روشنی باہم پہنچاتا ہے اور اسے تعیین کی وہ بروقت قوت بخشتا ہے جس میں کوئی تزلزل اور ڈگمگانا نہیں۔

۱۰)نظم قرآن کی طرف اہتمام اسباب نزول سمجھنے میں ممدومعاون ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے غفلت برتنے والا اسباب نزول کا فہم نہیں پاسکتا اور اس طرح آیات قرآنی کی تاویل وتفسیر میں بھی بھٹکتا رہتا ہے۔

۱۱)نظم وضبط کا اہتمام اور آیات قرآنی کے ربط کا تلاش یہی تفسیری روایتوں کو پرکھنے کی کامیاب کسوٹی ہے۔اسی سے صحیح وضعیف اور سلیم وسقیم روایات کو پرکھا جاسکتا ہے۔

۱۲)آیات کے نظم کا جائزہ پڑھنے والے کو شوق،محبت اور لذت کے اس مقام تک لے جاتا ہے جہاں تک نظام کا خیال نہ کرنے والا نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ وہ احساسات اور شعوری کیفیتیں ہیں جو محاسن کلامی،حسن نظام اور قوت برہان کی معرفت کے بڑھنے سے بڑھتے رہتے ہیں۔

۱۳)نظم قرآن بذات خود کوئی مطلوب چیز نہیں جب تک کہ وہ جدت پیش نہ کرے۔

۱۴)قرآن مجید جن الفاظ اور فقروں سے ترکیب پایا ہے وہ بلاشبہ عربی زبان سے تعلق رکھتے ہیں لیکن قرآن مجید کی لاہوتی ترتیب نے ان کو وہ جمال وکمال بخشا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں۔

۱۵)اکثر گمراہ فرقوں نے قرآنی آیات کا سہارا لے کر آیات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے مطلوبہ معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ جس سے امت میں گمراہی پیدا ہوئی۔لہذا کسی بھی کلام کے فہم کے لیے اس کے ماقبل ومابعد پر غور کرنا ضروری ہے کیونکہ کلام کے اجزاء باہم

مربوط ہوتے ہیں۔اس لیے فہم قرآن مجید کے لیے نظم پر غور کرنا ضروری ہے۔

نظم قرآن میں نظم دین کی دلیل ہے کیونکہ نظام مقصود کلام کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔اور نظم قرآن سے تفسیری روایتوں کو پرکھ کر صحیح وضعیف اور سلیم وسقیم روایات کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) سیوطی، جلال الدّین: الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۱۰۸.

(۲) اصلاحی، امین احسن، تدبّر قرآن: ۱/ ۲۱.

(۳) بقرۃ: ۷.

(۴) صف: ۵.

(۵) أنعام: ۱۱۰.

(۶) أعراف: ۱۰۰۔۱۰۲.

(۷) النّساء: ۱۵۵.

(۸) الزّخرف: ۴.

(۹) شوریٰ: ۵۲.

(۱۰) النّساء: ۱۴۷.

فصل دوم

قرآن کے نظم کلام میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم میں اہم اشارات

فصل دوم: قرآن کے نظم کلام میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم میں اہم اشارات

بہت سی ایسی وجوہات ہیں جن کی بناء پر قرآن کا نظم واقعی مخفی ہوگیا ہے۔ان وجوہ میں سے بعض کا تعلق کلام کی خصوصیات سے ہے جب کہ بعض کا تعلق خود قاری کی ذات سے بھی ہے۔

(۱) متکلم کی مزاجی کیفیت سے عدم واقفیت بھی نظم کی تلاش میں مشکل پیدا کرتی ہے۔متکلم کا مزاج مختلف اوقات میں حالات کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔متکلم کبھی غصہ میں ہوتا ہے کبھی حقارت یا حسرت سے بات کرتا ہے کبھی وہ مخاطب سے منہ پھیر کر بات کرتا ہے۔کلام میں ان جذبات کے اظہار کی چھپی ہوئی علامات موجود ہوتی ہیں۔ ہر شخص ان پر مطلع نہیں ہوسکتا۔جب کہ کلام کا اسلوب اور معانی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے اندر یہ کیفیت پائی جائے کہ وہ ایک ایسا کلام پیش کرنے پر قادر ہو جس میں حسرت ،غضب اور شفقت جیسے جذبات کا اظہار بہت زیادہ ہو حالانکہ اس کی اپنی مزاجی کیفیت اس سے مختلف ہو تو ایسا شخص سب سے بلیغ اور وسیع تخیل کا مالک ہوتا ہے اور یہ خصوصیت کلام کا سحر ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص کلام الٰہی کی نقل کرنے کی جسارت کرے اور اپنے اس کلام کو ایسے دانش وروں ،خطیبوں اور شاعروں کے سامنے پیش کرے جو کلام الٰہی کو پہچانتے اور اس کی روشنی میں اس شخص کے کلام کا تنقیدی جائزہ لے سکتے ہوں تو عقل یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوسکتی کہ یہ لوگ کلام میں بلندی کی جگہ پستی اور اس کے انداز میں آدمی کے دعوی کے برعکس مختلف انداز کلام کو بھانپ نہ سکیں۔

قرآن نے اللہ تعالی کے جلال ، اس کی عظمت شان اور اس کے اقتدار کی قوت کو اس طور سے نمایاں کیا ہے جس کی مثال کسی دوسرے دین میں نہیں ملتی۔کلام الٰہی کا انداز بھی اسی کے علوئے شان کے عین مطابق ہے اور اس کی منزلت سے کسی طرح کم تر نظر نہیں آتا۔ ایسے کلام پر قرآن مجید کی یہ آیت بالکل صادق آتی ہے:

﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (۱)۔

اگر ہم یہ کلام کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور کریں

اہل عرب نے قرآن مجید کے اندر رفعت وشکوہ محسوس کیا تو پہلے اسے شعر کی طرف نسبت دی کیونکہ ان کے نزدیک شعر ہی ایسی چیز تھی جو دلوں کو سب سے زیادہ متاثر کرسکتی تھی۔ پھر جب وہ خود اس نسبت سے بھی مطمئن نہ ہوئے تو انہوں نے قرآن کو سحر کہنا شروع کردیا۔

ان کے نزدیک یہ جنونی کا کارنامہ تھا اس لیے انہوں نے حضورﷺ کو بھی مجنون کہنا شروع کر دیا۔

(۲) قرآن مجید میں بعض مقامات پر متفرق آیات آتی ہیں۔لیکن بعدازاں ایک ایسی حقیقت سامنے آتی ہے جو ان متفرق آیات کو جمع کر کے ان میں وحدت پیدا کر دیتی ہے۔جس کی مثال سورۃ بقرۃ کی آیات ۱۵۹ تا ۱۷۷ میں موجود ہے۔(۲)

(۳) نظم کے مخفی ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ بسا اوقات مضامین اور معترضہ جملے عام انداز میں بیان ہوتے ہیں جب کہ درحقیقت ایسے مقامات پر کلام کا رخ کسی خاص جانب ہوتا ہے۔نتیجتاً ایسے مواقع پر عام کو اسکی خاص جہت کی طرف لوٹانا بہتر ہے۔

(۴) بعض اوقات متعدد مقامات پر کلام میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے لیکن موقع ایسا ہوتا ہے کہ بات کو خاص کر دینا مقصود نہیں ہوتا۔کچھ چیزیں تو ہوتی ہی اس نوعیت کی ہیں کہ ان میں اشتباہ کو برقرار رکھنا ہی مطلوب ہوتا ہے مثلاً قیامت کی گھڑی جس کا وقت واضح نہیں کیا گیا۔

(۵) کلام کے بعض اجزاء کو بیان میں اس لیے حذف کر دیا جاتا ہے کہ ان کی طرف رہنمائی بیان کردہ اجزائے کلام سے بخوبی ہو رہی ہوتی ہے۔اگر یہ حذف کسی قصہ میں ہو تو محذوف جزو ایک غبی اور کند ذہن آدمی کے سوا ہر شخص پر واضح ہوتا ہے۔سورۃ یوسف میں قصہ کے حذف کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً سورۃ یوسف میں حضرت یوسف کی دعاء کا ذکر ہے کہ:

﴿ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ إِلَيْهِ ﴾(۳)

ترجمہ: حضرت یوسف نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے

اسی طرح عزیز مصر کے اہل خاندان کا یہ فیصلہ بھی بیان ہوا ہے کہ یوسف کو کچھ مدت کے لیے قید کر دیا جائے لیکن ان کے قید کیے جانے کا ذکر الفاظ میں نہیں ہوا۔اسی طرح حضرت یوسف کے وزیر بننے کے بعد ان کے انتظامات کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا کہ قحط سے قبل انہوں نے غلّے کی حفاظت کیسے کی اور قحط کے دوران اس کی تقسیم کا اہتمام کیا ہوا؟ قصہ یک لخت بھائیوں کی مصر آمد پر آ ٹکتا ہے۔بھائیوں کی پہلی اور دوسری آمد کے درمیان کی تفصیلات بھی حذف ہیں۔قاری خود سمجھ لیتا ہے کہ فلاں واقعہ کے بعد کیا ہوا ہوگا۔

لہذا محذوفات کا فہم نہ ہونے کی بناء پر کلام کا نظم مخفی رہتا ہے اور عام آدمی اسے سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔اس لئے اس کے فہم کے لیے بیدار مغزی اور بہت زیادہ جد و جہد اور توجہ کی ضرورت ہے۔

(۶) نظم کے پوشیدہ رہنے کا ایک سبب یہ ہے کہ بعض اوقات کلام میں حذف نہیں لیکن بظاہر حذف کا گمان ہوتا ہے۔جس مضمون

کے محذوف ہونے کا شک ہوتا ہے وہ آئندہ آیات میں دوسرے اسلوب میں موجود ہوتا ہے۔اور اس کا پہلے بیان کرنا زائد از ضرورت ہوتا ہے۔اس کے برعکس بعض مقامات پر ایک ہی بات کو دوبارہ دہرایا جاتا ہے جس کا مقصد تاکید ہوتا ہے۔مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا أَدْرٰکَ مَاالْعَقَبَةَ فَکُّ رَقَبَةٍ أَوْإِطْعَامٌ فِيْيَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ﴾(۴)

مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے کسی کی گردن کا چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا

اسلوب میں اس انداز کی تبدیلیاں قرآن کی خصوصیات میں سے ہیں جن کی بدولت بیان نہایت آسان اور واضح ہو جاتا ہے۔

(۷) مفسر کے کسی فن سے تعلق اور اس میں اختصاص بھی نظم قرآن کو مخفی رکھنے کا باعث بن جاتا ہے۔علم کلام میں دلچسپی اور میلان رکھنے والا ہر چیز میں مسئلہ جبر وقدر کا حل تلاش کرتا ہے جیسا کہ امام رازیؒ کی تفسیر میں یہ بات موجود ہے۔اسی طرح صوفیانہ مزاج کا حامل مفسر ہر آیت میں روح کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے تعلق اور نسبت کو تلاش کرتا ہے۔فقیہ فروعی احکام کو زیادہ اہمیت دے گا۔ محدث غیر مشہور روایات کے ذریعے کوئی ایسی چیز پیش کرے گا جس سے نظم قرآن فاسد ہو جائے گا۔

اس لیے ایک مفسر کو ذاتی میلان سے ہٹ کر نظم کے تلاش کے لیے غیر جانب دار ہونا پڑے گا بصورت دیگر نظم کے تلاش میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔

(۸) بعض لوگ تفسیر میں ایک رائے پر اعتماد کی بجائے مختلف بہت سے اقوال کو بطور تفسیر جمع کر لیتے ہیں ان مختلف اقوال کے اندر سے ایک ایسا قول برآمد کرنا مشکل ہو جاتا ہے جس سے نظم کلام درست ہوتا ہو۔

تلاش نظم میں اہم اشارات

امام بقاعی (۸۸۵ھ.) نظم ومناسبت کی معرفت کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:'' قال شيخنا الإمام المحقق أبو الفضل محمد بن العلامة القدوة أبى عبدالله محمد ابن العلامة القدوة أبى القاسم محمد المشد الى المغربى البجائى المالكى علامة الزمان سقى الله لمهده سحائب الرضوان ، وأسكنه أعلى الجنان : الأمر الكلى المفيد لعرفان مناسبات الآيات في جميع القرآن هو أنك تنظر الفرض من المقدمات [وتنظر إلى مراتب تلك المقدمات] فى القرب والبعد من المطلوب، وتنظر عند انجرار الكلام فى المقدمات إلى ما يستبعه من استشراف نفس السامع إلى الأحكام واللوازم التابعة له التى تقتضى البلاغة شفاء العليل يدفع عناء الاستشراف إلى الوقوف عليها، فهذا هو الأمر الكلى المهيمن على حكم

الربط بين جميع أجزاء القرآن ، و إذا فعلته تبين لك إن شاء الله و جه النظم مفصلاً بين كل آية و آية فى كل سورة سورة ''(۵)

اپنی تفسیر میں آیات اور سوتوں کی باہمی مناسبت کا جو بیان میں نے کیا ہے۔اس کی طرف میری رہنمائی میرے استاد ابوالفضل نے کی ہے۔انہوں نے مجھے پورے قرآن میں آیات کی باہمی مناسبتیں معلوم کرنے کے ضمن میں ایک نہایت مفید اور جامع بات کہی کہ تم اس مقصد پر اپنی توجہ مرکوز کرو جس کا تقاضا سورت کا سیاق کرتا ہے۔پھر ان مقدمات پر غور کرو جو اس مقصد سورت کے لیے ضروری ہیں جب یہ مقدمات قرب و بعد (ہر دو طرح سے) ایک دوسرے کا ساتھ دینے لگیں اور جب کلام کے ذریعہ ان مقدمات کا بہاؤ چل پڑے تو دیکھو کہ سامع قرآن (ان مقدمات کی تقدیم و تاخیر میں) بلاغت کے نقطہ نظر سے کون سے احکام و لوازم (منطقی ترتیب کے ساتھ) سننا چاہتا ہے تاکہ قرآنی معرفت کے ذریعے اس کی تشنگی دور کی جا سکے۔قرآن کے تمام اجزاء میں ربط کا قاعدہ کلیہ یہی ہے اور اگر تم نے ایسا ہی کیا تو اِن شاءاللہ تم پر ہر ہر آیت اور ہر ہر سورت کا مفصل نظم کھل جائے گا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ تلاش نظم کے حوالہ سے فرماتے ہیں: ''پہلے سورۃ کی غرض و غایت پر نظر ڈالی جائے اور معلوم کیا جائے کہ زیر نظر سور کا اصلی مضمون کیا ہے۔پھر اصل غرض کے لیے مطلوب مقدمات پر نظر ڈالی جائے اور یہ کہ وہ مقدمات مطلوبہ مضمون سے کس درجہ قریب یا بعید ہیں اور احکام اور ان کے توابع و لوازم کی جانب قاری کو متوجہ کرنے کے لیے کن چیزوں کو وہ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں اور کیا ان توابع و لوازم کی حیثیت ایسی ہے کہ ان سے واقف ہونے کے بعد ادبی اور بلاغتی نقطہ نظر سے قاری کو مزید انتظار کی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی؟ اگر اس قاعدہ کلیہ کو منطبق کیا جائے تو ہر سورۃ کا اندرونی نظم منکشف ہو سکتا ہے۔(٦)

عام طور پر ایک جملہ کا دوسرے جملہ سے درج ذیل تین طریقوں سے ربط و تعلق ہو سکتا ہے:

(ا) ایک بات یا تو ایک ہی جملے میں ادا ہو جاتی ہے یا متعدد ایسے جملوں میں جن کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے۔

(ب) بعد میں آنے والا جملہ پہلے آنے والے جملے سے جڑا ہوتا ہے۔اس کے جڑا ہونے کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہے۔یا تو بعد کا جملہ سابقہ جملہ کے موضوع میں مشترک ہوتا ہے یا اس کے کسی خاص جزو سے ملا ہوا ہوتا ہے یا اس کا موضوع پہلے جملہ کے موضوع کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔

(ج) بعد میں آنے والے جملے کا تعلق کبھی تو سابقہ جملہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس سے اوپر کے جملہ یا مضمون سے مربوط ہو۔

ظاہری رابطہ:

ایک آیت کا دوسری آیت سے ظاہری رابطہ کی شکل یہ ہے کہ دونوں آیتوں کے درمیان حروف عطف واقع ہوں یا دوسری آیت پہلی آیت کی توضیح یا تاکید کر رہی ہو گی مثلاً متعدد صفات باری تعالی ایک دوسرے کی وضاحت کرتی ہیں۔ جیسے: ﴿عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ﴾ (۷) (غالب قدرت والا)

﴿اَلْعَزِيزُ الْجَبَّارُ﴾ (۸) (غالب زبردست)

﴿عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (۹) (غالب انتقام ولا)

کسی خاص صفت کے ساتھ کی صفات کا بطور قرین آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مختلف صفات ایک جامع امر کے تحت ہیں۔ بعض اوقات دو قرین کسی ایک معنی میں مشترک ہوتے ہیں۔ مثلاً:

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ (۱۰)

سورج اور چاند ایک حساب مقرر سے چل رہے ہیں

ان آیات میں دو متصل جملوں میں بحسبان اور یسجدان اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ یہ سب چیزیں خدا کے آگے مسخر بھی ہیں اور اس کی عبادت میں بھی لگی ہوئی ہیں۔ عالم جمادات کی ان دو واضح نشانیوں کے بعد عالم نباتات کے سجدہ کا ذکر کر کے متنبہ کر دیا کہ عالم حیوانات بھی خدا کے آگے سرنگوں رہتا ہے۔ اس مضمون کی وضاحت دوسری جگہ ذیل کی آیت میں کر دی۔ ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ (۱۱)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں

ایک قرین جب دوسرے کے موافق ہوتا ہے تو اس کی تائید کرتا ہے اور غور کرنے سے ان میں مماثلت سمجھ میں آتی ہے۔ مثلا مواسات یا انسانی ہمدردی کا ذکر ایک مقام پر نماز کے ساتھ آیا ہے اور دوسری جگہ ایمان باللہ یا ایمان بالآخرۃ کے ساتھ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز اور ایمان ایک ہی باب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾ (۱۲).

وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے

دوسرے مقام پر ہے:

﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (۱۳)

یہ نہ تو خدائے جل شانہ پر ایمان لاتا تھا اور نہ فقیر کے کھانا کھلانے پر آمادہ کرتا تھا

اسی طرح فرمایا:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (۱۴)

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روز عذاب کو جھٹلاتا ہے یہ وہی بد بخت ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیروں کو کھانا کھلانے کے لئے لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا

درج بالا آیات سے اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ، نماز اور مواسات، سب کا تعلق ایک ہی اصل سے ہے۔

دو متصل جملوں میں تعلق علت اور نتیجہ کا بھی ہوتا ہے۔ کبھی علت اور کبھی نتیجہ پہلے بیان ہوتا ہے۔ جب دو امور کے درمیان یہ نسبت معلوم ہو جائے تو پھر دونوں میں سے ایک کے ذکر سے دوسرے امر کی طرف رہنمائی از خود مل جاتی ہے۔ مثلاً:

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغٰى وَ اٰثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾ (۱۵)

تو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا، اس کا ٹھکانہ بہشت ہے

ان آیات میں سرکشی نتیجہ ہے اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دینا اس کی علت ہے جب کہ رب کے آگے حاضری کا خوف علت اور نفس کو خواہشات سے باز رکھنا اس کا نتیجہ۔ لہذا دنیا کو ترجیح دینے والا شخص سرکشی کی راہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے خالق سے بھی بے پرواہ و جدا ہو جائے گا۔ نتیجتاً ایسا شخص اپنے نفس کو خواہشات سے نہیں بچا سکے گا۔

معنوی رابطہ:

معنوی رابطہ کی متعدد شکلیں اور اسباب ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

معنوی رابطہ کی پہلی شکل نظیر ہے یعنی دو نظائر کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے مثلاً:

﴿ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ﴾(١٦)

جس طرح تمہارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ گھر سے نکالا

یہ آیت: ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ﴾(١٧)

یہی سچے مؤمن ہیں

کے بعد آئی ہے۔ مال غنیمت کی تقسیم پر بعض افراد کے دلوں میں ناراضگی اور کبیدگی پیدا ہونے کی نظیر پیش کی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ جس طرح خروج اور جہاد کے موقعہ پر بعض افراد چیں بچیں ہو رہے تھے مگر اللہ کے رسول نے ان کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر حکم الٰہی پر عمل کیا اسی طرح مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں ان افراد کی کبیدگی اور وحشت قلب کے باوجود رسول ﷺ نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے اور جس طرح خروج کا نتیجہ فتح و نصرت کی شکل میں نکلا تھا اسی طرح تقسیم غنائم کا نتیجہ بھی بہتر ہوگا۔ (١٨)

معنوی رابطہ کی دوسری شکل مضادہ ہے۔ یعنی کسی چیز کی ضد بیان کرنا۔ کیونکہ اشیاء اپنے اضداد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں۔ سورۃ بقرۃ میں ابتداء میں اہل ایمان اور اہل تقوی کی تصویر کشی کی گئی ہے اس کے بعد ان کی ضد اہل کفر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ﴾(١٩)

جو لوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے

معنوی رابطہ کی تیسری شکل استطراد کی ہے۔ یعنی بات کو اس انداز میں بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات لازم آجائے۔ مثلاً سورۃ اعراف میں حضرت آدم کا قصہ بیان ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کے بہکاوے میں آکر درخت کا پھل چکھ لیا اور ان کے ستر کھل گئے تو میاں بیوی اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ احساس ہونے پر فوراً توبہ اور اپنے خالق سے مغفرت طلب کی۔ یہیں سے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکنے اور لباس استعمال کرنے کا حکم بر سبیل استطراد بیان ہوگیا۔ پھر جب لباس کا تذکرہ ہوا تو اس سے لباس تقوی کا مفہوم بھی نکل آیا۔ ربط کی اس شکل کو اگر ذہن سے نکال دیا جائے تو قاری کو بڑی الجھن پیدا ہوتی ہے کہ حضرت آدم کی داستان کے عین درمیان لباس، ستر پوشی اور تقوی کے احکام میں کیا مناسبت اور ربط ہے؟ حضرت آدم کی لغزش اور پھر توبہ وانابت کا تذکرہ

ہے اور اس کے بعد فرمایا:

﴿ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشاً وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ (۲۰)

اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور تمہارے بدن کو زینت دے اور جو پرہیز گاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْداً لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾ (۲۱)

مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے عار رکھتے ہیں

اس آیت میں ''وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ'' کا آیت کے پہلے حصہ سے کیا ربط ہے؟ پہلے حصہ میں ان نصاری کے عقائد کی تردید کی گئی ہے جو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے مگر مقرب فرشتوں کے ذکر کا یہاں کیا موقعہ ہے؟

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حصہ بطور استطراد آیا ہے یعنی مسیح کو ابن اللہ قرار دینے کے عقیدہ کی تردید کی گئی تو خود بخود مقرب فرشتوں کو بنات اللہ سمجھنے کے مشرکانہ عقیدہ کی تردید لازم آگئی اور عیسائیوں کی تردید مشرکین مکہ کی تردید پر چسپاں ہوگئی۔(۲۲)

معنوی ربط کی چوتھی شکل حسن التخلص ہے۔یعنی متکلم نے جس چیز کے ساتھ کلام کا آغاز کیا ہے اس سے وہ مقصود اصلی کی طرف منتقل ہو جائے اور مخاطب کو انتقال کا احساس ہی نہ ہو یا پھر اس وقت احساس ہو جب کہ مقصد حاصل ہو چکا ہو اور کلام کا مفہوم بالکل واضح ہو چکا ہو۔مثلاً سورۃ اعراف میں حضرات انبیاء کرام آدم، نوح، ہود، شعیب اور صالح علیہم السّلام کا تفصیلی تذکرہ ہے۔پھر حضرت موسیٰ کا تفصیلی بیان ہے۔ان کا ستر آدمیوں کو منتخب کرنا، سخت زلزلہ کی آمد اور پھر حضرت موسیٰ کی دعا کا بیان ہے۔دعاء کا آخری حصہ یہ ہے:

﴿ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِيْٓ أُصِيْبُ بِهٖ مَنْ أَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (۲۳)

اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہو چکے فرمایا کہ جو میرا عذاب ہے اسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز پر شامل ہے میں اسکو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے اور زکواۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں

اس آیت میں حضرت موسی کی دعاء اور اللہ تعالی کے جواب کا بیان ہو رہا ہے۔ یہیں سے تخلص کیا حضورﷺ کے مناقب کی طرف کیونکہ اسی سیاق میں آیت کے آخری حصہ میں امت محمدیہ کے اوصاف بیان ہونا شروع ہو گئے اور پھر آخری رسولﷺ کی اعلی صفات اور فضائل بیان ہوئے۔ اس سے کلام پوری طرح مربوط ہو گیا اور حضرت موسی سے محمدﷺ کی طرف کلام کی منتقلی کا سامع کو احساس بھی نہیں ہو سکا۔ اور پھر فوراً بعد سلسلہ کلام درج ذیل آیت سے مربوط ہو گیا:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ... .وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (۲۴)

وہ جو محمد رسول اللہﷺ کی جو نبی امی ہیں کی پیروی کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان کے سر پر اور گلے میں تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔

ان آیات میں حضرت موسی سے حضرت محمدﷺ کی طرف تخلص کا فائدہ یہ ہوا کہ شریعت موسوی کے پیروکاروں کو بالکل غیر محسوس طریقے سے یہ بتا دیا گیا کہ آج تمھاری قسمت خاتم الأنبیاء کے ساتھ وابستہ ہے اس کی پیروی کرو گے تو رحمت الہی کے حصہ دار بنو گے ورنہ وہی عذاب الہی مقدر ہے جس میں تم صدیوں سے گرفتار چلے آ رہے ہو(۲۵)

ابتداء مناسبت کی ایک شکل سورتوں کے فواتح وخواتم کی ہے۔ یعنی سورۃ کے شروع میں جو مضمون بیان ہوا ہے وہی مضمون سورۃ کے آخر میں بھی بیان ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ المؤمنون کا آغاز درج ذیل آیت سے ہوتا ہے:

﴿قَدْأَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (۲۶)

بے شک ایمان والے رستگار ہو گئے

اور سورۃ کے خاتمہ پر یہ فیصلہ ہوتا ہے:

﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ﴾ (۲۷)

کچھ شک نہیں کہ کافر رستگاری نہیں پائیں گے

لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری سورۃ کا مضمون فلاح ہے اور اہل ایمان کے لیے اس کا اثبات کیا گیا ہے **جب** کہ کافروں

کے حق میں اس کی نفی کی گئی ہے۔

سورۃ القصص کی ابتداء میں حضرت موسیٰ کا تذکرہ ہوا ہے اوران کا وطن سے نکلنا اور فتح ونصرت سے ہم کنار ہونا بیان ہوا ہے اوران کا وہ قول بھی بیان ہوا ہے جو دعائیہ شکل میں ہے:

﴿ رَبِّ بِمَآ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُوْنَ ظَهِيْراً لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴾(۲۸)

کہنے لگے اے پروردگار تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں آئندہ کبھی گناہ گاروں کا مددگار نہ بنوں

یہ دعا حضرت موسیٰ نے اس وقت کی تھی جب کہ شہر میں داخلہ کے وقت دو برسر پیکار آدمیوں میں سے فریادی کی انہوں نے مدد کی تھی اور غفلت میں دوسرے آدمی کو ایسا گھونسا مارا تھا کہ اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ یہ حرکت سرزد ہوتے ہی انہیں غلطی کا احساس ہوا اور وہ اپنے آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ سورۃ کے خاتمہ میں حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کافروں کے مددگار نہ بنیں:

﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْراً لِّلْكَافِرِيْنَ ﴾(۲۹)

تم ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا

اور آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ہجرت اور ترک وطن کے جاں گداز مراحل عبور کرنے کے بعد اب وطن واپسی اور فتح ونصرت کی نوید ہے(۳۰)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ إِلٰى مَعَادٍ﴾(۳۱)

اے پیغمبر ﷺ جس خدا نے تم پر قرآن کے احکام کو فرض کیا ہے وہ تمہیں بازگشت کی جگہ لوٹا دے گا

زمانہ نزول اور تلاش نظم:

تلاش نظم کے لیے مختلف واقعات کے نظم کے متعدد پہلوؤں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک پہلو ان واقعات کے زمانے کا قرب ہے۔ مثلاً دعوت کے ابتدائی زمانے کے واقعات اسی پہلو سے منظم ہیں اور ایک دوسرے سے ہٹ کر نہیں آتے۔ اسی طرح ہجرت کے موقع یا اس کے بعد کے واقعات ہیں۔ پھر مدینہ کی ریاست کے قیام یا فتح مکہ اور اس کے بعد کے زمانہ کے مسائل ہیں۔ اسی زمانی بنیاد پر علمائے سلف نے مکی و مدنی سورتوں کی تقسیم کی ہے یا بعض مکی سورتوں کی آیات کو مدنی اور بعض مدنی سورتوں کی آیات کو مکی کہا ہے۔

لہذا تلاش نظم کے لیے ضروری ہے کہ نظم کا متلاشی مختلف واقعات کے نظم کے مختلف پہلوؤں پر نظر رکھے۔

کلام کے موڑ اور تلاش نظم:

قرآن کا بیشتر نظام تو واضح ہے لیکن بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں ربط کا پہلو مخفی ہوتا ہے۔ ان مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کلام نے دوسرا رخ اختیار کرلیا ہے۔ ایسے مقامات پر نظم کے تعین کے لیے کامل تدبر کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر نظم کا متلاشی تلاش نظم میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

موقع کلام اور تلاش نظم:

موقع کلام کا تعین بھی فہم نظام میں مدد دیتا ہے۔ موقع کے تقاضا کی دلالت ظاہر یا مخفی طور پر خود کلام میں موجود ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت:

﴿ سَنُقْرِئُکَ فَلا تَنْسیٰ ﴾(۳۲)

ہم تمہیں پڑھادیں گے کہ تم فراموش نہ کروگے

اس آیت کے نظم کے تلاش کے لیے تسبیح کے مواقع پر غور کرنا ہوگا۔ نبی ﷺ کو تسبیح کرنے کا حکم ایک تو ایسے موقع پر دیا جاتا جب آپ ﷺ اپنی تعلیم کا اثر دیکھتے۔ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے احوال پر نظر رکھا کرتے تھے۔ جب انہیں توقع کے مطابق پاتے تو اس پر آپ ﷺ کے لیے شکر وحمد واجب ہوتی۔ مثلاً:

﴿ وَتوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ . الَّذِيْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ . وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴾(۳۳)

اور خدائے غالب اور مہربان پر بھروسہ رکھو جو تم کو جب تم تہجد کے وقت اٹھتے ہو دیکھتا ہے، اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی

اس وجہ سے حضور ﷺ کو اس وقت بھی تسبیح کا حکم دیا گیا جب آپ ﷺ صحابہؓ کو نماز پڑھتے اور انفاق کرتے دیکھتے۔ انہیں حضور ﷺ کی نصیحت سے فائدہ ہوتا۔ کبھی حضور ﷺ کو تسبیح اور نماز کا حکم اس موقعہ پر بھی دیا جاتا جب جھٹلانے والوں کی مخالفت کے نتیجہ میں آپ ﷺ کو ملال ہوتا۔ اس کا مقصد آنحضرت ﷺ کی تسلی، صبر وثبات، تسکین اور اپنے موافق لوگوں کی طرف رجوع کرنے کی تلقین ہوتا۔

سورۃ اعلی کے زمانہ نزول میں یہ دونوں حالتیں جمع ہوگئیں۔ چنانچہ ہمیں اس سورت میں دو گروہوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضور ﷺ کی طبیعت پر اس چیز کا غلبہ تھا کہ مکذبین سے صرف نظر کر کے تلاوت قرآن اور نماز کے لیے خود کو خالص کرلیں۔ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ شکر ادا کرنے کے لیے تسبیح کریں اللہ سے مدد طلب کریں اور لوگوں کو نصیحت بھی جاری رکھیں۔ اللہ تعالی نے اس سورت میں آپ ﷺ کو تسلی دی کہ وہی ہادی اور کارساز ہے جو تمھاری دعوت کو مقبول بنائے گا اور تمھارا کام آسان کرے گا۔ لوگوں میں سے بعض لوگ تمھاری یاددہانی سے

فائدہ اٹھائیں گے اور بعض پہلو تہی کریں گے۔ پس آپ ﷺ اللہ تعالی کے شکرگزار بندے بن کر اپنے کام میں لگے رہیں اور مخالفین کی مخالفت کو خاطر میں نہ لائیں۔

﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴾(۳۴)

سو جہاں تک نصیحت نافع ہونے کی امید ہو نصیحت کرتے رہو

الغرض نظم صحیح تاویل کی کلید ہے۔اس لیے نظم کے تعین میں کسی سرسری چیز پر قناعت ہرگز نہ کی جائے۔اللہ تعالی کا کلام نہ تو کمزور نظام کا حامل اور نہ ہی نظام سے خالی ہوسکتا ہے۔کیونکہ قرآن کے لطائف اس کے حسن نظام ہی سے ہاتھ آسکتے ہیں۔اگرچہ بعض مقامات پر نظم کلام میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اگر ظاہری رابطہ، معنوی رابطہ، زمانہ نزول، موقع کلام اور کلام کے مختلف موڑ جیسے اہم امور پر غور وفکر کیا جائے تو مشکل حل ہوسکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) الحشر:۲۱

(۲) البقرۃ:۱۵۹۔۱۷۷۔

(۳)یوسف:۳۳۔

(۴)البلد:۱۱۔۱۴۔

(۵)البقاعی، برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر:نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور:۱/ ۱۷۔۱۸۔

(۶) سیوطی،جلال الدین: الاتقان فی علوم القرآن:۲/۱۱۰۔

(۷)القمر:۴۲۔

(۸)الحشر:۲۳۔

(۹)آل عمران:۴۔

(۱۰)الرحمٰن:۵۔

(۱۱)الحج:۱۸۔

(۱۲)المدثر:۴۳،۴۴۔

(۱۳)الحاقۃ:۳۳،۳۴۔

(۱۴)الماعون:۱۔۳۔

(۱۵)النازعات:۳۷۔۴۱۔

(۱۶)الأنفال:۵۔

(۱۷)الأنفال:۴۔

(۱۸)سیوطی،جلال الدین:الاتقان فی علوم القرآن:۳/۳۷۱۔

(۱۹)البقرۃ:۶۔

(۲۰)الأعراف:۲۶۔

(۲۱)النساء:۱۷۲۔

(۲۲)سیوطی،جلال الدین:الاتقان فی علوم القرآن:۳/۳۷۳۔

(۲۳)الأعراف:۱۵۶۔

(۲۴)الأعراف:۱۵۷۔۱۵۸۔

(۲۵)سیوطی،جلال الدین:الاتقان فی علوم القرآن:۳/۳۷۳۔۳۷۵۔

(۲۶)المومنون:۱

(۲۷)المومنون:۱۱۷۔

(۲۸)القصص:۱۷۔

(۲۹)القصص:۸۶۔

(۳۰)سیوطی،جلال الدّین:الاتقان فی علوم القرآن:۳/۲۷۹۔

(۳۱) القصص:۸۵۔

(۳۲)الأعلیٰ:۶۔

(۳۳)الشّعراء:۲۱۷۔۲۱۹۔

(۳۴)الأعلیٰ:۹۔

فصل سوم

نظم قرآن۔ متوازن تجزیہ

فصل سوم : نظم قرآن۔ متوازن تجزیہ

قرآن مجید واحد مذہبی کتاب ہے جس میں نظم وترتیب کے حوالہ سے مختلف قسم کے سوالات اٹھائے گئے اور اعتراضات کیے گئے۔ مستشرقین کا قرآن مجید پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ اس کی آیات میں نظم وترتیب کا فقدان ہے اور یہ منتشر افکار و خیالات کا ایک مجموعہ ہے اور اس میں وہ حسن وزیبائی نہیں ہے جو منظم ومرتب کلام میں پائی جاتی ہے۔

نظم قرآن یعنی قرآن مجید کی آیات اور سورتوں میں باہمی نظم وارتباط کے حوالہ سے علماء کی جماعت کو درج ذیل تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ تینوں طبقات کے علماء کے نظریات میں فرق ہے۔ تینوں مکاتب فکر کے نظریات کی تفصیل تیسرے باب میں گزرچکی ہے۔ تاہم ذیل میں تینوں طبقات کے نظریات اختصار کے ساتھ پیش ہیں تاکہ نظم قرآن کے حوالہ سے متوازن نقطہ نظر کا تعین کیا جاسکے۔

(۱) پہلا نقطہ نظر۔ منکرین نظم:

یہ وہ مکتبہ فکر ہے جو قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کے مابین باہمی ربط کا قائل نہیں ہے۔ اس مکتب فکر کی نمائندگی شیخ الاسلام عز الدین بن عبدالسلام (۶۶۰ھ) اور علامہ شوکانی (۱۲۵۰ھ) جیسے اکابر علماء کرتے ہیں۔ یہ مکتبہ فکر قرآن مجید میں سرے سے کسی قسم کے نظم و ترتیب کا انکار کرتا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ قرآن مجید تیئیس سال کے طویل عرصہ میں حالات کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا کر کے وقفہ وقفہ سے اترتا رہا۔ بعد میں انہی متفرق آیات کو ترتیب سے جمع کر دیا گیا۔ اس لیے اس قسم کے غیر مربوط اور منتشر کلام میں نظم وترتیب کی گنجائش سعی لا حاصل ہے۔ وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ کائناتی تخلیق اور قدرتی مناظر میں کوئی ترتیب قائم نہیں ہے۔ اور کائنات کی اس بے نظمی اور بے ترتیبی ہی میں ایک حسن ہے۔ اس لیے قرآن مجید کا حسن و جمال بھی آیات اور سورتوں کی مستقل حیثیت اور انفرادیت میں ہے۔ اجزاء کا انفرادی کمال بھی تکمیل حسن کی ایک صورت ہوتی ہے۔ اور ہر جگہ تغایر و تضاد بھی تخلیق حسن کا باعث ہوتا ہے اور جلالت مضمون کی وجہ سے پسندیدگی اور دلکشی پیدا ہوتی ہے۔

الغرض اس مکتبہ فکر کے نزدیک قرآن مجید کی آیات و سور میں ربط تلاش کرنا غیر ضروری اور لا حاصل عمل ہے۔

(۲) دوسرا نقطہ نظر۔ نظم کے قائلین:

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید ایک منظم اور مربوط کلام ہے اس کی موجودہ ترتیب اپنے اندر نہایت حکیمانہ مناسبت اور قابل قدر رموز ونیت رکھتی ہے۔ یہ نظم اور مناسبت کی تحقیق اور جستجو کی ستائش کرتے ہیں۔ اور نظم کی لطافت اور رموز کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں مگر پورے قرآن میں ہر جگہ نظم وارتباط کو لازمی جزو قرار نہیں دیتے۔

اس طبقہ کے ممتاز ناموں میں ابوبکر نیشاپوری (۳۲۴ھ.) قاضی ابوبکر بن عربی (۵۴۳ھ.)، فخر الدین رازیؒ (۶۵۶ھ.) محی الدین ابن عربیؒ (۶۳۸ھ.) ابن زبیر ثقفیؒ (۷۰۸ھ.) علامہ مخدوم مہائی (۸۳۵ھ.) برھان الدین بقاعی (۸۸۵ھ.)، علامہ ولی الدین ملوی، جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ.) علامہ آلوسی، صاحب روح المعانی (۱۲۷۰ھ.) مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲ھ.) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۷۹ء.) وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

ان حضرات کی تفسیروں میں مختلف مقامات پر اس التزام کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ طبقہ قرآن کی تفسیر میں جابجا اپنی بساط کی حدتک نظم کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳) تیسرا نقطہ نظر۔ نظم کا سخت قائل طبقہ:

تیسرا طبقہ پورے التزام اور سختی سے نہ صرف یہ کہ ایک سورۃ کی تمام آیات کو ایک دوسرے سے مربوط مانتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک سورۃ کا دوسری سورۃ سے نظم قائم کرتا ہے اور اوّل تا آخر قرآن مجید کو مکمل مربوط و منظم کتاب کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ مصحف کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے اور لوح محفوظ کے عین مطابق ہے۔ ترتیب نزولی اور ترتیب کتابت کا فرق اس امر کی دلیل ہے کہ آیات قرآن میں باہم نظم موجود ہے۔ ان کے نزدیک نظم کا سمجھ لینا ہی قرآن حکیم کی شاہ کلید کو پالینا ہے۔ قرآن مجید ایک مرتب، مربوط اور منضبط کلام ہے اور اس کی تمام سورتیں اور سورتوں کی تمام آیتیں باہم دگر اس طرح پیوست ہیں کہ اگر اس میں سے کسی سورۃ کو یا کسی آیت کو نکال دیا جائے یا کسی سورت کی کسی آیت کو مقدم یا مؤخر کردیا جائے تو اس کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس مکتبہ فکر کے علماء سورت میں ایک مرکزی مضمون، ایک دعوی، ایک جامع عمود تلاش کرتے ہیں اور پھر اس سورت کے تمام اجزاء کو اس سے وابستہ قرار دیتے ہیں اس طبقہ میں مولانا حمید الدین فراہی، مولانا حسین علی، امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر عبداللہ دراز وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

مولانا حمید الدین فراہی نے اپنی تفسیر فاتحہ نظام القرآن میں ابن زبیر ثقفی، برہان الدین بقاعی، ابوبکر نیشاپوری، مخدوم مہائی اور ولی الدین ملوی کا نام اہتمام سے ذکر کیا ہے۔ (۱)

ذیل کی سطور میں کتاب اللہ میں نظم و ترتیب کی نسبت سے ان درج بالا تینوں آراء کے مدنظر نقطہ اعتدال و توازن کی تلاش مقصود ہے۔

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب:

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزولی نہیں بلکہ توقیفی و تعبدی ہے۔ جس طرح عبادات و معاملات میں

اعداد و مقادیر کا معاملہ توقیفی وتعبدی ہے۔اسی طرح کتاب اللہ میں نظم و ترتیب کے معاملے کو اس سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔نماز کے اوقات، رکعتوں کی تعداد، روزہ کا وقت اور اس کے لیے ایک مخصوص مہینے کا تعین، زکوۃ کا نصاب اور اس کے وجوب کے لیے حولان حول کی شرط، حج کے مخصوص ایام اور مراسم کا مخصوص انداز، چوری میں کہنیوں سے ہاتھ کا کاٹا جانا، غیر محصن زانی کے لیے سو کوڑے کی سزا اور قصاص میں دیت کی مخصوص مقدار وغیرہ بے شمار معاملات و مسائل میں اعداد و مقادیر کا معاملہ توقیفی وتعبدی ہے جس کی حکمتوں اور مصلحتوں پر علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ.) نے اپنی کتاب اعلام الموقعین، شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ.) نے حجة الله البالغة میں اور مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ.) نے المصالح العقليه للأحكام النقلية میں بحث کی ہے۔دین کے دیگر اعداد و مقادیر کی مانند قرآن مجید کے نظم و ترتیب کی حکمت و مصلحت کو بھی اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں اور اللہ کی یہ کتاب آخری علوم و معارف کا لازوال خزانہ ہے اور اس کی ترتیب بر حق ہے۔

آیات و سور کی ترتیب:

کتاب الہی میں آیتوں اور سورتوں کی ایک خاص ترتیب اس میں نظم و ارتباط کا تقاضا کرتی ہے۔ جہاں تک سورت کی آیتوں کی ترتیب کا تعلق ہے تو اس کے توقیفی اور من جانب اللہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں سورتوں کی موجودہ مقداری تقسیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔اگر ہر سورۃ کا ایک خاص موضوع اور اس میں معنوی نظام نہیں ہے تو آیات کی حد بندی اور ان کے نام کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ جملہ سورتیں کسی نام کے بغیر اوّل تا آخر ایک ہی سلسلہ تحریر میں منسلک ہوتیں لیکن ایسا نہیں بلکہ حضور ﷺ قرآنی آیات کو ایک خاص نظم و ترتیب سے لکھواتے اور ایک سورت متعین مقداری حد پر پہنچنے کے بعد ایک خاص نام سے موسوم ہوتی اور اسے ایک مکمل سورۃ کا درجہ حاصل ہو جاتا۔لہذا آیتوں کی ترتیب کی طرح سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی اور من جانب اللہ ہے۔سورتوں کی ترتیب کو حضرات صحابہ کرامؓ کے اجتہاد پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔کیونکہ صحابہ کرام کی اکثریت کو مکمل قرآن حفظ تھا۔اگر سورتوں کی ترتیب کو توقیفی تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن مجید کی تلاوت، نوافل میں اس کی قراءت اور اس کے ورد و مذاکرے کی مجلسوں میں بار بار اس میں اختلاف اور مصحف سے مختلف ترتیب کا جا بجا تذکرہ ہوتا جب کہ حدیث، سیرت وتاریخ کے پورے ذخیرے میں اس کی ایک بھی نظیر نہیں ملتی۔ جب کہ اس کے برعکس ہفتے میں صحابہ کرامؓ کے ختم قرآن کا حزب کے حوالہ سے جو معمول تھا اس میں مصحف کی موجودہ ترتیب کے مطابق ہر روز سورتوں کی ایک خاص تعداد کی تلاوت کی صراحت ہے(۲)۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ ہر رمضان میں کتاب اللہ کا حضرت جبرئیل کے ساتھ دورہ کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا

تو یہ دورہ معمول سے ہٹ کر دو بار ہوا۔ ایک بار جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو پورا قرآن سنایا دوسری مرتبہ آپ ﷺ نے ان کو مکمل قرآن مجید سنایا (۳)۔

آیتوں کے برعکس اگر کتاب اللہ کی سورتوں کی ترتیب توقیفی نہ ہوتی تو اس دوہرے دورے میں کسی نہ کسی مرحلہ پر ترتیب کا اختلاف ضرور سامنے آتا جب کہ حدیث وسیرت کے پورے ذخیرے میں اس قسم کے اختلاف کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ لہذا قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور قرآن مجید کو نظم وترتیب سے عاری قرار دینا غلط ہے۔

نظم قرآن اور مکی مدنی سور کا امتزاج:

کتاب اللہ اصلاً کتاب دعوت ہے۔ اس سے تذکیر اور اس پر عمل کرنا اصل مقصود ہے۔ مکی و مدنی سورتوں کی خاص ترتیب کا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکی زندگی کے تقاضوں سے کامیاب عہدہ برآری کے بعد ہی مدنی زندگی کے تقاضے پورے کیے جا سکتے ہیں۔ یعنی مدنی سورتوں کی تعلیمات پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ مکی سورتوں میں ایمانیات وعقائد میں مضبوطی اور پختگی کی جو تعلیم ہے اس پر عمل کیا جائے مکی سورۃ فاتحہ کے بعد بقرۃ، آل عمران، نساء اور مائدہ کی مدنی سورتوں کا جو سلسلہ ہے اس کے بعد دو مکی انعام واعراف کے بعد انفال وتوبہ مدنی، بعد ازاں طویل مکی سلسلوں کے درمیان حج ونور، آگے اسی طرح احزاب، محمد ﷺ وفتح اور حجرات پھر مکی کے بعد حدید کے ساتھ پورا اٹھائیسواں پارہ مدنی، باقی آخری دونوں پاروں میں تمام مکی سورتوں میں بینہ، زلزال، کوثر، نصر اور معوذتین مدنی ہیں۔ یہ جملہ مدنی سورتیں دراصل بقرۃ تا مائدہ کے مدنی سلسلے کا تکملہ وتتمہ ہیں۔ جس طرح کہ انعام واعراف کے بعد آخر قرآن تک کا پورا مکی سلسلہ ان دونوں سورتوں کا حصہ اور ضمیمہ ہے۔ ان مکی ومدنی سلسلوں کو عام تقسیم کے لحاظ سے یکجا نہ رکھ کر مکی ومدنی کے اس امتزاج سے یہ حکمت بھی سامنے آتی ہے کہ مدنی احکامات پر عمل درآمد کے لیے ضروری ہے کہ مکی احکامات پر عمل کیا جائے۔ لہذا مکی ومدنی کے امتزاج کے حوالہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امتزاج بھی نظم قرآن کی ایک دلیل ہے۔

نظم قرآن میں غلوّ سے اجتناب:

فہم قرآن اور صحیح تاویل تک پہنچنے کے لیے صرف نظم قرآن پر ایمان وایقان یا اس کی رعایت ہی کافی نہیں بلکہ نظم قرآن کے ساتھ ساتھ اس کے لیے کلام عرب کا وسیع مطالعہ، لغت واسالیب پر گہری نگاہ، فکر کی پختگی اور ذہن کی دراکی، اہل زبان کے استعمالات اور قرآنی شواہد ونظائر کا استحضار، عربیت کا ذوق اور زبان کی اداشناسی وغیرہ جیسے اہم امور بھی بہت ضروری ہیں۔ علاوہ ازیں قلب ونظر کی طہارت، سیرت وکردار کی نظافت، اللہ سے تعلق اور انابت، کتاب الٰہی سے انس ومحبت اور گوہر مقصود سے ہم کنار ہونے کے لیے رات دن کی جد

وجد بھی ضروری ہے۔فہم قرآن کے لیےنظم قرآن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہےلیکن یہ کہنا کہ نظم کے بغیر فہم قرآن ممکن نہیں یہ بات درست نہ ہے۔اس لیےنظم قرآن اوراس کی ترتیب ومناسبت میں غلو سے بچنے کی ضرورت ہے۔قرآن میں نظم ضروری ہےلیکن اس کی تلاش وجستجو کو ایک دائرے کے اندر رکھنا ہی مناسب ہے۔اور یہ بات درست ہے کہ سورۃ کے عمود اور آیت کے سیاق وسباق سے مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

ہر مسلمان کا اس بات پر ایمان ہے اور وہ اس کا اعتراف بھی کرتا ہے کہ کتاب اللہ علوم ومعارف کا بحر ناپید کنارہ ہے جس کی تہہ تک پہنچنا تو درکنار اس کی سطح کو چھونا بھی محال ہے۔عظمت قرآن کے سلسلہ میں حضورﷺ کی حدیث جس میں لہجوں کے اختلاف کی گنجائش کے ساتھ قرآن کے ایک ظاہری اور ایک باطنی مفہوم کا تذکرہ ہے:'' أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهر و باطن '' قرآن سات حرفوں پر اترا ہےاس کی ہر آیت کا ایک ظاہری اوراس کا ایک باطنی مفہوم ہے۔اس سے آگے کا ٹکڑا ہے:'' ولكل حد مطلع ''(۴) ہر پڑاؤ اپنے سامنےنئی منزل کا نشان رکھتا ہے۔

یعنی کتاب اللہ کے ایک ایک ٹکڑے،ایک ایک لفظ اوراس کے ایک ایک حرف کے سلسلہ میں غور کرنے والا جسے اپنے فکر وتدبر کی آخری منزل تصور کرتا ہے درحقیقت وہ اس کی پہلی منزل ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَداً﴾(۵)

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سیاہی ہوتو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے اگر چہ ہم ویسا ہی اوراس کی مدد کو لائیں

متنوع تفسیر قرآن عظمت قرآن کی مظہر ہے یہ اس کا عیب نہیں بلکہ اس کے حقیقی حسن کی آئینہ دار ہے۔دین کے فہم اوراس کے مطلوبہ تفقہ کے سلسلہ میں بالکل درست کہا گیا ہے کہ:'' لايفقه العبد كل الفقه حتى يرى للقرآن وجوهاً ''(٦) (بندے کو دین کی قرار واقعی فہم اور سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ قرآن کے ایک حصے کی کئی کئی زاویوں سے تشریح وتفسیر نہ کرسکے)۔مثلاً عام تفسیروں سے قطع نظر قرآن مجید کی آیت:

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾(۷)

ترجمہ:اسی نے انسان کو پیدا کیا اسی نے اس کو بولنا سکھایا

میں بیان سے مراد شریعت ہے۔

اسی طرح:

﴿ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ﴾(۸) ترجمہ:اور رفقائے پہلو

دیگر مفہوم کے علاوہ اس سے مراد بیوی کی شمولیت بھی ہے(۹)اسی طرح ﴿خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفاً ﴾(۱۰)(انسان طبعا کمزور پیدا ہوا ہے) کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لیے اپنی جنسی خواہش پر قابو پانا دشوار ہے۔(۱۱)اسی طرح:

﴿وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا ﴾(۱۲)

پوشیدہ طور پر ان سے قول وقرار نہ کرنا

میں سِرّاً سے مراد مجامعت کی قوت یعنی کہ مرد طلاق/وفات کی عدت گزار رہی عورت سے اس کے دوران اپنی بڑھی ہوئی جنسی قوت کے حوالہ سے اسے آمادہ نکاح کرنے کی کوشش کرے۔امام شافعیؒ اسی تفسیر کے قائل ہیں اس کی تائید میں امرؤ القیس کا یہ شعر بھی پیش کیا گیا ہے جس میں سر کے معنی قوت مباشرت کے ہیں:

أَلَا زَعَمَتْ بَسْبَاسَةُ اليَوْمَ أَنَّنِي   كبِرْتُ وأَنْ لا يحسن السِّرَّ أمثالي (۱۳)

خبردار بسباسۃ اب خیال کرتی ہے کہ میں (شاعر) بوڑھا ہو گیا ہوں حالانکہ زن وشو کا تعلق میری طرح بحسن وخوبی کوئی نہیں کرسکتا۔

یا مثلاً آیت جزیہ میں: ﴿ وَهُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾(۱۴)(جبکہ وہ ذلیل وخوار ہوں)

کی تفسیر میں امام شافعی کا یہ نیا خیال کہ اہل ذمہ اسلامی ریاست کے ملکی قوانین برضا ورغبت قبول کرلیں اور ان کے سلسلہ میں ان کے یہاں کسی مزاحمت کی کیفیت نہ رہے: ''الصغار أن يجرى عليهم حكم الإسلام''(۱۵)

لہذا مختلف ومتنوع تفسیریں عظمت قرآن کے لیے قادح نہیں بلکہ اس سے کتاب اللہ کی وسعت اور اس کے معانی کے پہنائی کا ثبوت فراہم کرتا ہے جو قرآن کی بڑائی اور برتری کی دلیل ہے۔

ہمارے ذخیرہ تفسیر میں مختلف تفسیروں کا مختلف رنگ ہے کہیں تفسیر ماثور ہے کوئی عقلی تفسیر ہے کسی میں صرف ونحو کی جانب زیادہ زور دیا گیا ہے کسی تفسیر میں احکام وفقہ کا غلبہ ہے۔تمام تفسیروں سے استفادہ کرنا چاہیے لیکن آیت کریمہ کی کسی ایک توجیہ وتعبیر کو ہی حرف آخر تسلیم کرکے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔فی الجملہ نظم قرآن کو تسلیم کرتے ہوئے نئے گوشوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔

الغرض قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزولی نہیں بلکہ توقیفی ہے۔قرآن مجید کی جو سورتیں پہلے نازل ہوئیں وہ ترتیب میں مؤخر اور

جو بعد میں نازل ہوئیں وہ مقدم ہوگئیں۔ یہ سب کچھ سورتوں کے مضامین کی مناسبت کی وجہ سے ہوا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی آیت یا آیتیں نازل ہوتیں تو نبی ﷺ کاتبین وحی سے فرماتے کہ ان کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے پہلو میں رکھو۔ اگر دو آیات کے درمیان کوئی معنوی مناسبت مدنظر نہ تھی تو اس حکم کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن کتاب اللہ میں نظم و ترتیب کے اعتراف کے ساتھ سخت گیر نظم قرآن پر اصرار مناسب نہیں اکیلے صرف نظم قرآن ہی کو فہم قرآن کی کلید باور کرانا مبالغہ آمیزی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی آیات اور سورتوں میں بے نظمی کی توجیہ کرنا بھی غلط ہے۔ اگرچہ قرآن مجید مختلف حالات و واقعات میں نجماً نجماً نازل ہوا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کتاب اللہ کی سورتوں اور آیتوں میں کوئی نظم و ترتیب نہیں ہے۔ نظم کلام بلاشبہ ایک حد تک ہی فہم کلام میں معاون ہوتا ہے۔ اور اسے توقیفی مان کر کتاب اللہ میں اس سے استفادے میں حرج نہیں۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)فراہی، فاتحہ نظام القرآن و تأویل الفرقان:۱۔۵.

(۲)سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن:۱/۲۱۶، ۲۱۷.

(۳)م.ن:۱/ ۲۱۷.

(۴)امام احمد بن حنبل: مسند احمد۵/۱۶، ۴۱

(۵)کہف:۱۰۹.

(۶)ابن عبدالبرّ ، جامع بیان العلم:۲/ ۴۵.

(۷)الرّحمٰن:۳۔۴.

(۸)النّساء:۳۶

(۹) غزالی،إحیاء علوم الدّین:۲/ ۴۱.

(۱۰)نساء۲۸.

(۱۱)غزالی،إحیاء علوم الدّین:۲/ ۴۱.

(۱۲)بقرۃ:۲۳۴.

(۱۳)امرؤالقیس ،دیوان امرئ القیس:۱۲۳.

(۱۴)توبۃ:۲۸.

(۱۵) الماوردی،الأحکام السلطانیۃ:۱۴۳.

خلاصۃ الباب

۱۔نظم قرآن سے قرآن کے فہم میں معاونت ملتی ہے۔

۲۔نظم قرآنی خزانوں اور حکمتوں کے حصول کے لیے بمنزلہ چابی ہے۔

۳۔نظم روایات کو پرکھنے کا ایک زاویہ ہے۔

۴۔نظم قرآن کے مختلف ایسے پہلو ہیں جن سے نظم مخفی ہو جاتا ہے۔ایسے مقامات پر مفاہیم کے تعین کے لیے گہری سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔

۵۔محذوفات کا فہم نہ ہونے کی بنا پر کلام کا نظم مخفی رہتا ہے۔

۶۔ذاتی میلان اور رائے سے ہٹ کر نظم کو تلاش کیا جانا چاہیے۔

۷۔تلاش نظم میں اگر ظاہری و معنوی رابطہ، زمانہ نزول، موقع کلام، اور کلام کے مختلف موڑ جیسے اہم امور کو مدنظر رکھا جائے تو تلاش نظم میں مشکل دور ہو سکتی ہے۔

۸۔نظم قرآن کے حوالہ سے علماء و مفسرین کو تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک طبقہ نظم کا مناسب حد تک قائل ہے دوسرا شدت سے قائل ہے جب کہ تیسرا طبقہ نظم کا انکاری ہے۔بلکہ اسے تصنّع اور تضییع اوقات سے تعبیر کرتا ہے۔

۹۔ قرآن مجید کی آیات و سور کی موجودہ ترتیب توقیفی اور من جانب اللہ ہے۔

۱۰۔سورتوں کی موجودہ ترتیب اور مکی و مدنی کے امتزاج سے نظم کا استدلال ہوتا ہے۔

۱۱۔قرآن مجید اگرچہ مختلف حالات و واقعات میں نجماً نجماً نازل ہوا لیکن اس کے باوجود یہ ایک منظم و مربوط کلام ہے۔

۱۲۔قرآن مجید میں نظم و ترتیب کے اعتراف کے ساتھ، سخت گیر نظم قرآن پر اصرار مناسب نہیں اور صرف اکیلے نظم قرآن ہی کو فہم قرآن کی کلید باور کرانا مبالغہ انگیزی ہوگی لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات و سور میں بے نظمی کی توجیہ کرنا بھی غلط ہے۔

نتائج تحقیق و سفارشات

نتائج تحقیق

اس تحقیقی مقالہ میں پیش کی گئی گزراشات اور مختلف دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد جو نتائج حاصل ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱) ایک مفسر کو قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے جن اصول وقواعد کا پابند رہنا پڑتا ہے ان قواعد کا نام اصول تفسیر ہے۔

۲) اصول تفسیر اور علوم القرآن کا باہمی گہرا تعلق ہے۔

۳) مختلف علماء نے اپنی تفسیر کے مقدمات میں مختلف اصول تفسیر کا ذکر کیا ہے۔

۴) فہم قرآن کے لیے علم حدیث علم لغت، نحو، صرف، بلاغت، علم الاشتقاق، فقہ واصول فقہ، علم تجوید وقراءات، ناسخ ومنسوخ، نظم قرآن، اسباب نزول، کلام عرب، مکی ومدنی کی معرفت، اور علم کلام کے فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔

۵) درج بالا علوم سے معرفت کے بغیر فہم قرآن حاصل نہیں ہوسکتا۔

۶) صحابہ کرامؓ عہد رسالت میں جب بھی قرآن کے فہم وادراک میں دشواری محسوس کرتے تو حضورﷺ سے دریافت کرلیا کرتے تھے۔

۷) حضورﷺ کے دور میں ہی اصول تفسیر کا آغاز وارتقاء ہوگیا تھا۔

۸) عہد تابعین سے اصول تفسیر پر تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

۹) نظم کے معنی ملانا اور جوڑنا کے ہیں۔

۱۰) قرآن مجید ایک مربوط اور منظم کلام ہے۔

۱۱) بعض علماء نے نظم کے لیے تناسق، توافق، تناسب، اور ربط کی تعبیر استعمال کی ہے، اور اپنی کتب کے ناموں میں بھی ان الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

۱۲) ربط کی تین اقسام ہیں: جلی، خفی اور اخفی.

۱۳) قرآن مجید کے ربط کے لحاظ سے چھ اجزاء ہیں:

(أ) سورتوں کے درمیان ربط، (ب) آیات کے درمیان ربط (ج) ایک آیت کے مقدم ومؤخر میں ربط، (د) قرآن مجید کی ابتداء و انتہاء میں مناسبت (ھ) خواتم سور کا متصل سورت کے فواتح سے ربط (و) ہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہاء میں مناسبت۔

۱۴) کسی بھی کلام کو سمجھنے کے لیے اس کے مقدم ومؤخر کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۵) قرآن مجید کے فہم کے لیے نظم سے واقفیت ضروری ہے۔

۱۶) نظم حکمت قرآن کے حصول کا ذریعہ ہے۔

۱۷) نظم کے ذریعے مستشرقین کے اٹھائے گئے اعتراضات کا رد کیا جا سکتا ہے۔

۱۸) فکر نظم کا آغاز وارتقاء تیسری صدی ہجری سے ہو گیا تھا۔

۱۹) نظریہ نظم قرآن کے حوالہ سے تین طبقات ہیں۔

۲۰) ایک طبقہ مناسب حد تک نظم قرآن کا حامی ہے۔

۲۱) دوسرا طبقہ نظم کا شدت سے حامی ہے۔

۲۲) تیسرا طبقہ نظم کا انکاری ہے۔

۲۳) دور اول کے علماء اور ادیبوں نے ترتیب ومناسبت کے اظہار کے لیے نظم ومناسبت کی دونوں اصطلاحیں استعمالی کی ہیں۔

۲۴) ابتداء میں نظم ومناسبت کا رخ زیادہ تر ادب وبلاغت کی جانب رہا۔

۲۵) چند علماء نے اپنی تفاسیر میں نظم قرآن کا عملی طور پر خصوصی التزام کیا ہے۔

۲۶) اکثر علماء نے نظم کی طرف دھیان نہیں دیا بلکہ تفسیر قرآن میں جہاں نظم واضح تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے آگے چل دیے۔

۲۷) نظم قرآن سے کلام کے اجزاء باہم مربوط ہو جاتے ہیں۔

۲۸) نظم کلام سے معنی میں کشش، قوت اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۹) علم مناسبت سے قرآن میں بیان کردہ آفاقی، انفسی اور تاریخی دلائل کی حکیمانہ ترتیب سے آگاہی ہوتی ہے۔

۳۰) نظم قرآن کے ذریعے اسباب نزول کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۳۱) نظم کے ذریعے روایات پرکھنے میں مدد ملتی ہے۔

۳۲) متکلم کی مزاجی کیفیت سے عدم واقفیت نظم کی تلاش میں مشکل کا باعث ہوتی ہے۔

۳۳) نظم کے مخفی ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔

۳۴) مفسر کا کسی فن سے تعلق اور اس میں اختصاص بھی نظم قرآن کو مخفی رکھنے کا باعث بن جاتا ہے۔

۳۵) ظاہری ومعنوی رابطہ کے ذریعے نظم کی تلاش میں مدد ملتی ہے۔

۳۶) زمانہ نزول اور کلام کے مختلف موڑ پر غور وفکر کے ذریعے تلاش نظم میں مدد ملتی ہے۔

۳۷) نظم صحیح تاویل کی کلید ہے۔

۳۸) قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی اور من جانب اللہ ہے۔

۳۹) کتاب اللہ میں آیتوں اور سورتوں کی خاص ترتیب نظم وارتباط کا تقاضا کرتی ہے۔

۴۰) سورتوں کی موجودہ مقداری تقسیم سے نظریہ نظم قرآن کی تائید ہوتی ہے۔

۴۱) سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی اور من جانب اللہ ہے۔

۴۲) آیتوں کے برعکس اگر کتاب اللہ کی سورتوں کی ترتیب توقیفی نہ ہوتی تو عہد رسالت میں ہی کسی نہ کسی مرحلہ پر اختلاف ضرور سامنے آتا۔

۴۳) حدیث اور سیرت کے پورے ذخیرے میں سورتوں کے اختلاف کا سراغ کہیں نہیں ملتا۔

۴۴) مکی و مدنی سورتوں کا امتزاج نظم قرآن کی ایک دلیل ہے۔

۴۵) فہم قرآن کے لیے نظم قرآن کے ساتھ ساتھ کلام عرب کا وسیع مطالعہ، لغت واسالیب پر گہری نگاہ، فکر کی پختگی اور ذہن کی دراکی، اہل زبان کے استعمالات، قرآنی شواہد ونظائر کا استحضار، عربیت کا ذوق اور زبان کی اداشناسی بھی ضروری ہے۔

۴۶) کتاب اللہ میں نظم وترتیب کے اعتراف کے ساتھ سخت گیر نظم قرآن پر اصرار مناسب نہیں۔

۴۷) صرف اکیلے نظم قرآن ہی کو فہم قرآن کی کلید باور کرنا مبالغہ آمیزی ہے۔

۴۸) قرآن مجید کی آیات وسور میں بے نظمی کی توجیہ کرنا بھی غلط ہے۔

۴۹) قرآن مجید اگرچہ مختلف حالات وواقعات میں نجماً نجماً نازل ہوا لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ کتاب اللہ کی سورتوں اور آیتوں میں کوئی نظم وترتیب نہیں۔

۵۰) نظم کلام بلاشبہ ایک حد تک فہم کلام میں معاون ہوتا ہے۔

مسئلہ تحقیق کا جواب

مقالہ کے مقدمہ میں موضوع تحقیق سے متعلق جو بنیادی سوالات اٹھائے گئے تھے ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱) اصول تفسیر وہ علم ہے جو قرآنی آیات کے فہم وادراک اور کلام اللہ کے معانی کو سمجھنے کے لیے سیکھا جاتا ہے۔

۲) لغوی اعتبار سے نظم کے معنی ملانا اور جوڑنا کے ہیں۔ جب کہ اصطلاح میں نظم کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کے مابین، سور کے مابین اور اول و آخر میں گہرا نظم و ربط ہے، اس لئے قرآن مجید ایک مربوط و منظم کلام ہے۔

۳) اصول تفسیر اور علوم قرآن میں گہرا باہمی تعلق ہے کیونکہ متقدمین، متاخرین اور معاصرین میں سے اکثر علماء نے علوم قرآن کے نام سے جو کتب تحریر کی ہیں ان میں فہم قرآن کے حوالہ سے اصول و ضوابط بیان کئے گئے ہیں چونکہ علوم قرآن میں مبادئ تفاسیر سے بحث کی جاتی ہے اس لئے اصول تفسیر اور علوم قرآن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

۴) فہم قرآن کے لئے اصول تفسیر اور نظم قرآن سے معرفت ضروری ہے۔

۵) نظم قرآن سے متعلق علماء و مفسرین کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک طبقہ مناسب حد تک نظم کا قائل ہے جب کہ دوسرا طبقہ شدت سے نظم کا قائل ہے اس طبقہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت کا ہر آیت سے ہر سورت کا دوسری سورت سے فواتح و خواتم سور سے قرآن کے اول کا آخر سے گہرا ربط ہے۔ تیسرا طبقہ نظم کا انکار کرتا ہے۔

۶) صرف اکیلے نظم قرآن ہی کو فہم قرآن کی کلید باور کرانا مبالغہ آمیزی ہے اور قرآن مجید کی آیات و سور میں بے نظمی کی توجیہ کرنا بھی غلط ہے۔ اس لیے کتاب اللہ میں نظم و ترتیب کے ساتھ سخت گیر نظم قرآن پر اصرار مناسب نہیں نظم بلاشبہ ایک حد تک فہم قرآن میں معاون ہوتا ہے۔

فرضیہ تحقیق کا جائزہ (Test of the Hypothesis)

مقالہ کے نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے لئے یہ بات اب واضح ہوگئی ہے کہ پہلا اور تیسرا فرضیہ غلط ہیں جب کہ دوسرا اور چوتھا فرضیہ درست ہیں یعنی اصول تفسیر اور علوم قرآن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں باہمی گہرا ربط ہے اور صرف نظم قرآن فہم قرآن کی کلید نہیں ہے

تحقیق سے جو بات واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ متقدمین، متاخرین اور معاصرین میں سے اکثر علماء نے علوم قرآن کے نام سے جو کتب تحریر کی ہیں ان میں فہم قرآن کے قواعد و ضوابط تحریر کئے گئے ہیں اور کئی علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اصول تفسیر اور علوم قرآن میں مبادئ تفاسیر سے بحث کی جاتی ہے اس لئے اصول تفسیر اور علوم قرآن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں باہمی گہرا ربط و تعلق ہے۔ نظم قرآن فہم قرآن کا ایک ذریعہ تو ہوسکتا ہے لیکن صرف نظم قرآن ہی کو فہم قرآن کی کلید باور کرنا مناسب نہیں کیونکہ فہم قرآن کے لئے نظم کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم ہیں جن کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔

سفارشات

زیرِنظر مقالہ کے نتائج کو عملی جامہ پہنانے کے لئے چند سفارشات علماء ومفسرین کی خدمت میں پیش ہیں:

۱) فہم قرآن کے لئے اصول تفسیر سے معرفت ناگزیر ہے اس لئے مستقبل میں تفاسیر پر کام کرنے والے علماء ومفسرین سے التماس ہے کہ اپنی تفاسیر کے مقدمات میں جملہ اصول تفسیر کا ذکر کرنے کا اہتمام کریں تا کہ قاری کو فہم قرآن کے لئے معاونت مل سکے۔

۲) بلاشبہ نظم قرآن فہم قرآن کا ایک اہم ذریعہ ہے کیونکہ سیاق وسباق کا لحاظ کر کے ہی قرآنی آیات کے مفاہیم کے تعین میں آسانی ہوتی ہے اس لئے مستقبل میں علم تفسیر پر کام کرنے والے علماء سے استدعاء ہے کہ وہ اپنی تفاسیر میں نظم قرآن کا باقاعدہ عملی طور پر التزام کریں۔

آخر میں ان طلباء کے لئے چند تجاویز ہیں جو اصول تفسیر اور نظم قرآن کے حوالہ سے تحقیقی کام کرنا چاہتے ہیں:

تحقیق کے لئے اصول تفسیر اور نظم قرآن ایک وسیع موضوع ہے اب جب کہ نظم قرآن کو فہم قرآن کا ایک ذریعہ قرار دے کر بطور اصول تفسیر تسلیم کرلیا گیا ہے قدیم تفاسیر اور نظم پر لکھی گئی کتب میں کافی مواد موجود ہے۔

زیرنظر مقالہ میں نظم کو صرف تاریخی وتحلیلی جائزہ کے حوالہ سے موضوع تحقیق بنایا گیا تھا۔ نظم قرآن کے حوالہ سے کئی دیگر پہلو بھی ہیں جن پر تحقیقی کام ہوسکتا ہے۔ مثلاً:

۱) نظم قرآن کے حوالہ سے مختلف لکھی گئی تفاسیر کی روشنی میں مخصوص آیات وسور کے مابین تقابلی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

۲) دور جدید کی دو تفاسیر: الأساس فی التفسیر (سعید حوی)، تدبر قرآن (امین احسن اصلاحی) کے مابین نظم قرآن کے حوالہ سے تقابل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا دعوی ہے کہ نظم قرآن کے التزام کے ساتھ اس جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔ یاد رہے کہ الأساس فی التفسیر عربی میں جب کہ تدبر قرآن اردو میں ہے۔

امید ہے آئندہ تحقیق کرنے والے طلبہ درج بالا موضوعات کو موضوع تحقیق بنائیں گے جن میں زیرنظر مقالہ بھی ان کے کام میں معاون ومددگار ثابت ہوگا۔

ملخص مقالہ

ملخص مقالہ

مقالہ بعنوان ''اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی وتحلیلی جائزہ'' چار ابواب پر مشتمل ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پہلے باب ''اصول تفسیر کا تعارف'' میں اصول تفسیر کا مفہوم، ضرورت واہمیت اور اصول تفسیر کے آغاز وارتقاء پر بحث کی گئی ہے۔ لغوی اعتبار سے اصول سے مراد قواعد وضوابط اور تفسیر کے معنی مبہم اور مجمل بات کی تشریح و وضاحت کرنے کے ہیں جب کہ اصطلاح میں اصول تفسیر وہ علم ہے جو قرآنی آیات کے فہم وادراک اور کلام خدا کے معانی کو سمجھنے کے لیے سیکھا جاتا ہے۔ مختلف مفسرین کے نزدیک اصول تفسیر مختلف ہیں۔ اصول تفسیر کی معرفت ہی کے ذریعے فہم قرآن حاصل کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید سرچشمہ علوم وفنون ہے اس لیے اس کا فہم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ قرآن مجید کے نازل ہونے والے ہر حصہ کو بخوبی سمجھتے تھے۔ کسی بھی ابہام کی صورت میں حضورﷺ وضاحت فرمادیتے تھے۔ لیکن عہد رسالت کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا فہم قرآن کے لیے اس علم کی زیادہ ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس لیے علماء نے نقط مصاحف، اعراب القرآن، اسباب النزول، علم وجوہ نظائر، مقطوع، موصول قرآن، غریب القرآن، متشابہ القرآن، علم الناسخ والمنسوخ، علم القراءات، احکام القرآن اور نظم القرآن جیسے اہم موضوعات پر تصانیف تحریر کیں بعد کے ادوار میں سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن، زرکشی نے البرھان فی علوم القرآن اور زرقانی نے مناہل العرفان، شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر لکھی جو اصول تفسیر اور علوم قرآنیہ کے حوالے سے اہم اور بنیادی کتب ہیں۔ اکثر علماء نے اپنی تفاسیر کے مقدمہ میں اپنے فہم اور میلان کے مطابق اصول تفسیر کا ذکر کیا ہے۔

دوسرے باب ''نظریہ نظم قرآن'' میں یہ بتایا گیا ہے کہ نظم قرآن کا مفہوم کیا ہے؟ اس کی ضرورت واہمیت کیا ہے اور اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ نظم کے لغوی معنی ملانا اور جوڑنا کے ہیں جب کہ اصطلاح میں نظم کا مطلب ہے قرآن مجید ایک مربوط اور منظم کلام ہے۔ بعض علماء نے نظم کے لیے تناسق، توافق، تناسب اور ربط کی بھی تعبیر اختیار کی ہے۔ ربط تین قسم کا ہوتا ہے۔ ربط جلی، ربط خفی اور اخفی ربط۔ ربط و مناسبت کی چھ صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ۱۔ سورتوں کے درمیان ربط، ۲۔ آیات کے درمیان ربط، ۳۔ ایک آیت کے مقدم ومؤخر میں ربط، ۴۔ قرآن مجید کی ابتداء وانتہاء میں مناسبت، ۵۔ خواتم سور کا متصل سورت کے فواتح سے ربط، ۶۔ ہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہاء میں مناسبت۔

کسی بھی کلام کے فہم کے لیے اس کے مقدم ومؤخر کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے یہی حال قرآن مجید کا ہے۔ فہم قرآن اور مفہوم کے تعین کے لیے سیاق وسباق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید کی اعجازی خصوصیات میں الفاظ کا اعجاز، ترکیب کا اعجاز، اسلوب کا اعجاز اور

نظم کا اعجاز شامل ہیں۔یعنی قرآن کریم کا ایک دقیق اعجاز اس کی آیات کے باہمی ربط وتعلق اور نظم وترتیب میں ہے۔نظم حکمت قرآن کا حصول ہےاوراس کے ذریعے مستشرقین کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کارد کیا جاسکتا ہے۔

تیسری صدی ہجری میں نظم قرآن پر تصنیف کا کام شروع ہوا۔فراء دیلمی (م ۲۰۷ھ.) نے اپنی تفسیر معانی القرآن میں بیان اور وجوہ نظم تحریر کیے۔جاحظ (م ۲۵۵ھ.) نے نظم القرآن لکھی۔شیخ ابوبکر نیشاپوری (م ۳۲۶ھ.) نے سب سے پہلے آیات اور سورتوں میں مناسبات سے متعلق سوالات اٹھائے اوران میں باہمی وجوہ اور حکمتوں پر بحث کی۔ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی (م ۴۰۰ھ.) نے علم المناسبۃ کے موضوع پر تصنیف کی۔عبدالقاہر جرجانی (۴۷۱ھ.) نے دلائل الاعجاز لکھ کر ثابت کیا کہ بلاغت کلام کا اصل مرجع نظم کلام کے خصائص میں ہے۔اسی طرح فخرالدین رازی، ابن زبیر ثقفی، برھان الدین بقاعی، علاؤالدین مہائمی، جلال الدین سیوطی، مولانا حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی اور سعید حوّی نے اپنی تفاسیر میں نظم قرآن کا عملی طور پر التزام کیا۔

تیسرے باب ''نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ'' میں نظم قرآن کے حامی ومخالف علماء کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے اور افکار فراہی کا جائزہ لیا گیا ہے۔نظم ومناسبت کے حامیوں میں شیخ ابوبکر نیشاپوری، ابوداؤد سجستانی، ابوالحسن علی بن عیسی رمانی، ابن قتیبہ، قاضی عبدالجبار اسدآبادی، حمد بن محمد خطابی، ابن جعفر باقلانی، عبدالقاہر جرجانی، جاراللہ زمخشری، فخرالدین رازی، ابن عطیہ الأندلسی، شیخ محی الدین ابن عربی، ابن زبیر ثقفی، ابن کثیر، بدرالدین زرکشی، علامہ مخدوم مہائمی، برہان الدین بقاعی، جلال الدین سیوطی، ابوالسعود عمادی، شیخ مبارک بن خضر ناگوری، شاہ ولی اللہ، شیخ محمد عبدہ، مولانا انورشاہ کشمیری، یعسوب الدین رستکار، مولانا اشرف علی تھانوی، موسی جاراللہ، سید قطب شہید، مولانا مودودی، سعید حوّی، الشیخ ناصر مکارم الشیرازی، مولانا حسین علی، امام اکبر محمود شلتوت، سید صفوۃ اللہ نقشبندی، ڈاکٹر عبداللہ دراز، الشیخ محمد طاہر بن عاشور وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔یہ علماء مناسب حد تک نظم کے قائل ہیں اوران علماء نے نہ صرف نظم ومناسبت کا اثبات کیا ہے بلکہ بعض علماء نے قرآن کی تفسیر کرتے وقت عملی طور پر اس کا التزام بھی کیا ہے۔مولانا حمیدالدین فراہی نظم قرآن کے شدت سے قائل ہیں اور وہ قرآن مجید کی ہر آیت کا دوسری آیت سے، ہر سورت کا دوسری سورت سے اور قرآن کے اول کا آخر سے ربط مانتے ہیں۔

جب کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور محمد بن علی الشوکانی نے نظم کا انکار کرتے ہوئے نظم کے قائل علماء پر سخت تنقید کی ہے۔

چوتھے باب ''نظم قرآن کا تحلیلی جائزہ'' میں نظم قرآن کے مفید اثرات، قرآن کے نظم کلام میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم میں اہم اشارات پر بحث کی گئی ہے۔نیز نظم قرآن کا متوازن تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

نظم قرآن سے کلام کے اجزاء باہم مربوط ہو جاتے ہیں جس سے معنی میں کشش وتاثیر بڑھ جاتی ہے۔اس سے قرآن مجید میں بیان شدہ آفاقی وانفسی اور تاریخی دلائل کی حکیمانہ ترتیب سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔اور آیات الٰہی کو سیاق وسباق اور نظم کلام سے کاٹ کر مفہوم حاصل کرنے کا سد باب ہو جاتا ہے۔نظم مقصود کلام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔اور روایات کو پرکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔نظم قرآن اعجاز قرآن کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

متکلم کی مزاجی کیفیت سے عدم واقفیت بھی نظم کی تلاش میں مشکل پیدا کرتی ہے۔بعض اوقات متعدد مقامات پر کلام میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے۔جس سے کلام میں نظم مخفی رہتا ہے۔اسی طرح مفسر کے **کسر فن** سے تعلق اور اس میں اختصاص بھی نظم کو مخفی رکھنے کا باعث بن جاتا ہے۔اس لیے اگر ایسے مشکل مقامات پر تلاش نظم کے لیے کلام میں ظاہری ومعنوی رابطہ، زمانہ نزول، کلام کے مختلف موڑ جیسے امور کو مدنظر رکھا جائے تو نظم کے تعین میں آسانی ہوگی۔لہذا نظم کے تعین میں کسی سرسری چیز پر ہرگز قناعت نہ کی جائے۔

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی اور من جانب اللہ ہے۔سورتوں کی موجودہ مقداری تقسیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔لیکن کتاب اللہ میں نظم وترتیب کے اعتراف کے ساتھ سخت گیر نظم قرآن پر اصرار مناسب نہیں۔اکیلے صرف نظم قرآن ہی کو فہم قرآن کی کلید باور کرانا مبالغہ آمیزی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی آیات اور سورتوں میں بے نظمی کی توجیہ کرنا بھی غلط ہے۔نظم کلام بلاشبہ ایک حد تک فہم کلام میں معاون ہوتا ہے۔

فهارس

فہرس الفہارس

مقالہ کی فہارس کو اہمیت کے پیش نظر درج ذیل ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

1۔فہرست آیات قرآنیہ

اس فہرست کو قرآن مجید میں سورت اور آیت مبارکہ کی ترتیب کے پیش نظر مرتب کیا گیا ہے۔

2۔ فہرست احادیث

اس فہرست کو احادیث کے الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

3۔تفسیری اصطلاحات کی فہرست

اس فہرست کو مقالہ میں مذکور ضروری اصطلاحات الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

4۔اعلام کی فہرست

اس فہرست کو مقالہ میں آنے والی شخصیات کے حوالے سے الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے،جس میں حضرت،امام،ابو، ابن کا اعتبار نہیں ہے۔اور مشہور نام سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

5۔فہرست مصادر و مراجع

اس فہرست میں مصادر و مراجع کو مصنفین کے اسماء کو الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

6۔فہرست موضوعات

اس فہرست کو مقالہ میں آنے والے موضوعات ابواب فصول اور مباحث کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

فہرست آیات قرآنیہ

نمبر شمار	قرآنی آیت	سورة نمبر	نام سورة	آیت نمبر	صفحه مقاله
001	﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾	001	الفاتحة	1,2	156 177
002	﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾	001	الفاتحة	3	146 178
003	﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾	001	الفاتحة	4	144
004	﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾	001	الفاتحة	5	144 145
005	﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾	001	الفاتحة	6	144
006	﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾	001	الفاتحة	7	144
007	﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ . الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾	002	البقرة	2,3	145
008	﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ﴾	002	البقرة	6	229
009	﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾	002	البقرة	7	215
010	﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾	002	البقرة	21	146
011	﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا﴾	002	البقرة	23	147
012	﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾	002	البقرة	25	147
013	﴿وَإِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾	002	البقرة	30	146

014	﴿ يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ ﴾	002	البقرة	40	206
015	﴿ أَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾	002	البقرة	43	179
016	﴿ لَن تَمَسَّنَا ٱلنَّارُ إِلَّآ أَيَّامٗا مَّعۡدُودَةٗ ﴾	002	البقرة	80	140
017	﴿ مَا نَنسَخۡ مِنۡ ءَايَةٍ أَوۡ نُنسِهَا نَأۡتِ بِخَيۡرٖ مِّنۡهَآ أَوۡ مِثۡلِهَآ ﴾	002	البقرة	106	22
018	﴿ إِمَامٗا ﴾	002	البقرة	124	40
019	﴿ تِلۡكَ أُمَّةٞ قَدۡ خَلَتۡۖ لَهَا مَا كَسَبَتۡ ﴾	002	البقرة	134	38
020	﴿ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُتَّقُونَ ﴾	002	البقرة	177	82
021	﴿ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴾	002	البقرة	179	82
022	﴿ حَقًّا عَلَى ٱلۡمُتَّقِينَ ﴾	002	البقرة	180	82
023	﴿ وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلۡخَيۡطُ ٱلۡأَبۡيَضُ مِنَ ٱلۡخَيۡطِ ٱلۡأَسۡوَدِ ﴾	002	البقرة	187	50
024	﴿ وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰ ﴾	002	البقرة	189	82
025	﴿ فَإِنَّ خَيۡرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقۡوَىٰ ﴾	002	البقرة	197	82
026	﴿ يَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَۖ قُلۡ مَآ أَنفَقۡتُم ﴾	002	البقرة	215	37
027	﴿ يَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَۖ قُلِ ٱلۡعَفۡوَ ﴾	002	البقرة	219	37
028	﴿ يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡمَحِيضِۖ قُلۡ هُوَ أَذٗى ﴾	002	البقرة	222	37
029	﴿ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا ﴾	002	البقرة	234	243
030	﴿ حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلۡوُسۡطَىٰ ﴾	002	البقرة	238	166 170 173

238	255	البقرة	002	﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾	031
38 83 84	285, 286	البقرة	002	﴿كُلٌّ آمَنَ بِاللهِ وَمَلٰئِكَتِهِ... سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا... لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾	032
83	4	آل عمران	003	﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا بِآيَاتِ اللهِ لَهُم عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ﴾	033
22	7	آل عمران	003	﴿ هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ وَمَايَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُونَ آمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِرَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾	034
90	64	آل عمران	003	﴿ قُلْ يٰأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾	035
197	96	آل عمران	003	﴿ مُبَارَكاً وَّهُدىً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾	036
91	103	آل عمران	003	﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾	037
174	189	آل عمران	003	﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾	038
37	11	النّساء	004	﴿ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ وَلَدٌ ﴾	039
37	12	النّساء	004	﴿ وَ إِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾	040
243	28	النّساء	004	﴿خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفاً﴾	041
243	36	النّساء	004	﴿ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾	042

91	46	النّساء	004	﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾	043
25	83	النّساء	004	﴿وَإِذَا جَآءَ هُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهٖ. وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾	044
23	105	النّساء	004	﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرَاكَ اللّٰهُ﴾	045
218	147	النّساء	004	﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾	046
217	155	النّساء	004	﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾	047
230	172	النّساء	004	﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾	048
37	176	النّساء	004	﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾	049
167	176	النّساء	004	﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا﴾	050
96	14	المائده	005	﴿فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾	051
90	27	المائده	005	﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا﴾	052
38	109	المائده	005	﴿مَاذَا أُجِبْتُمْ﴾	053

43	38	الأنعام	006	﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾	054
43	59	الأنعام	006	﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾	055
50	82	الأنعام	006	﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْآ إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾	056
216	110	الأنعام	006	﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾	057
135	24,25	الأعراف	007	﴿قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾	058
135 230	26	الأعراف	007	﴿يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشاً وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾	059
40	49	الأعراف	007	﴿أَهٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾	060
54	89	الأعراف	007	﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾	061
41	94	الأعراف	007	﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّآ أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ﴾	062

063	﴿أَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَآ أَنْ لَّوْ نَشَآءُ أَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ . تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ هَا وَلَقَدْ جَآءَ تْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ. وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَّإِنْ وَّجَدْنَآ أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ﴾	007	الأعراف	100 , 102	216
064	﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَآ إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِيْٓ أُصِيْبُ بِهٖ مَنْ أَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾	007	الأعراف	156	230
065	﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ... .وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾	007	الأعراف	157 , 158	231
066	﴿أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقّاً﴾	008	الأنفال	4	229
067	﴿كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ﴾	008	الأنفال	5	229
068	﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾	008	الأنفال	39	167
069	﴿وَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾	008	الأنفال	41	135
070	﴿وَهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾	009	توبة	28	243

180	46, 60	توبة	009	﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَأَعَدُّوْا لَهُ ...وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾	071
181	61-74	توبة	009	﴿وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ ... مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾	072
131	38	يونس	010	﴿قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾	073
132	39	يونس	010	﴿وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيْلُهُ﴾	074
36	94	يونس	010	﴿فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ﴾	075
36	104	يونس	010	﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ فِيْ دِيْنِيْ فَلَآ أَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلٰكِنْ أَعْبُدُ اللهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾	076
131	14	هود	011	﴿فَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَآ أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾	077
95	71	هود	011	﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ﴾	078
94	73	هود	011	﴿أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾	079
25	2	يوسف	012	﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾	080
224	33	يوسف	012	﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ إِلَيْهِ﴾	081
40	79	الحجر	015	﴿إِمَامٍ﴾	082
156	98	الحجر	015	﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾	083
80	16	النّحل	016	﴿وَعَلَامَاتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾	084
41	24	النّحل	016	﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ﴾	085

23	44	النّحل	016	﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾	086
43	89	النّحل	016	﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾	087
155	124	النّحل	016	﴿إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾	088
156	1	بنی اسرائیل	017	﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ﴾	089
140	10	بنی اسرائیل	017	﴿وَ أَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً﴾	090
43	12	بنی اسرائیل	017	﴿وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلاً﴾	091
26	71	بنی اسرائیل	017	﴿يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾	092
37	85	بنی اسرائیل	017	﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾	093
156 157	85	بنی اسرائیل	017	﴿وَمَا أُوْتِيْتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلاً﴾	094
157	104	بنی اسرائیل	017	﴿فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفاً﴾	095
156	1	کهف	018	﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾	096
136	5	کهف	018	﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِباً﴾	097

098	﴿فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُۥ دَكَّآءَ ... إلى وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعاً . وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِيْنَ عَرْضاً﴾	018	كهف	98 100	157
099	﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ وَقَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَداً ﴾	018	كهف	109	157 242
100	﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَداً﴾	019	مريم	88	148
101	﴿السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنَاهُمَا﴾	021	الأنبياء	30	52
102	﴿ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهِ﴾	022	الحج	12 13	132
103	﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴾	022	الحج	18	227
104	﴿ قَدْأَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾	023	المؤمنون	1	231
105	﴿ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ ﴾	023	المؤمنون	117	231
106	﴿ وَالَّذِيْنَ يَرمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ ﴾	024	النّور	6	139
107	﴿ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيْراً ﴾	025	الفرقان	33	06
108	﴿ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَّصِهْراً وَّكَانَ رَبُّكَ قَدِيْراً﴾	025	الفرقان	54	82
109	﴿أُوْلٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا﴾	025	الفرقان	75	148

110	﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ . قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ. أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ . قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ. قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ . أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ . فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ . الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ . وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ . وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ. وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ . رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ. وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ. وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ .وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ. وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ . يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ . إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾	026	الشّعراء	69-89	133
111	﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ﴾	028	القصص	17	232
112	﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾	028	القصص	85	232
113	﴿فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ﴾	028	القصص	86	232
114	﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾	029	العنكبوت	45	145
115	﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾	031	لقمان	13	50
116	﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا . وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَوٰةَ وَآتِينَ الزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾	033	الأحزاب	32,33	92

117	﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً . وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ . إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً﴾	033	الأحزاب	33,34	94
118	﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾	033	الأحزاب	53	93
119	﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ﴾	035	فاطر	1	53
120	﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ﴾	035	فاطر	18	39
121	﴿ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾	035	فاطر	18	39
122	﴿لِيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُو الْأَلْبَابِ﴾	038	ص	29	150
123	﴿ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ ﴾	039	الزمر	51	37
124	﴿ وَإِنَّهُ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ . لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ . تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾	041	حم السّجده	41,42	99
125	﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰناً اَعْجَمِيّاً لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ﴾	041	حم السّجده	44	138
126	﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوْحاً مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْراً نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾	042	شوریٰ	52	218
127	﴿ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ . وَإِنَّهٗ فِي الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾	043	الزّخرف	3,4	88

128	﴿وَإِنَّهُ فِيٓ أُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾	043	الزّخرف	4	88 99
129	﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾	043	الزّخرف	68	39
130	﴿أَيَّامَ اللّٰهِ﴾	045	الجاثية	14	37
131	﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا أَمْثَالَكُمْ﴾	047	محمد ﷺ	38	196
132	﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشاً فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾	050	ق	36	28
133	﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾	050	ق	37	28
134	﴿أَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾	052	طور	33	35
135	﴿فَلْيَأْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ﴾	052	طور	34	35
136	﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾	054	القمر	30	140
137	﴿عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾	054	القمر	42	227
138	﴿اَلرَّحْمٰنُ . عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾	055	الرّحمن	1-4	139 242
139	﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾	055	الرّحمن	5	227
140	﴿فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾	055	الرّحمن	13	140
141	﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ . وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ . فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾	055	الرّحمن	26-28	80
142	﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾	056	الواقعه	79	29
143	﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾	059	الحشر	21	223

227	23	الحشر	059	﴿اَلْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ﴾	144
216	5	صف	061	﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا أَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾	145
39	5	تحريم	066	﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗٓ أَزْوَاجاً خَيْراً مِّنْكُنَّ﴾	146
233	217 219	تحريم	066	﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ . الَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ . وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ﴾	147
169	35	قلم	068	﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾	148
228	33,34	الحاقّة	069	﴿إِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾	149
35	38-47	الحاقّة	069	﴿فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ إِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلاً مَّا تُؤْمِنُوْنَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾	150
54	37	معارج	070	﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾	151
207	1	المزمل	073	﴿يٰٓأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾	152
19	4	المزمل	073	﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلاً﴾	153
207	1	المدثر	074	﴿يٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾	154
227	43,44	المدثر	074	﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾	155
168	13	القيامة	075	﴿يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾	156

157	﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ . فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾	075	القيامة	16-19	88
158	﴿لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ، لِيَوْمِ الْفَصْلِ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾	077	المرسلات	12-14	179
159	﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ، فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾	077	المرسلات	49 50	178
160	﴿إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتاً يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجاً .وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَاباً . وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَاباً﴾	078	النّبأ	17-20	179
161	﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى وآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾	079	النّازعات	37-41	228
162	﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا﴾	079	النّازعات	42	37
163	﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ . فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾	085	البروج	21,22	88
164	﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى﴾	087	الأعلى	6	233
165	﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَى﴾	087	الأعلى	9	234
166	﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةَ فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ﴾	090	البلد	11-14	225
167	﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ نَاقَةَ اللهِ وَسُقْيَاهَا﴾	091	الشّمس	13	41
168	﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾	096	العلق	1	207
169	﴿رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾	098	البيّنة	8	24

228	1-3	الماعون	107	﴿ أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾	170
53	1	النصر	110	﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾	171
158	1	لهب	111	﴿تَبَّتْ يَدَا﴾	172
177	1	الناس	114	﴿رَبِّ النَّاسِ﴾	173
177 178	2	الناس	114	﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾	174

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث	تخریج	صفحہ نمبر
01	أَعْرِبُو الْقُرْآنَ وَالْتَمِسُوْا غَرَائِبَهُ	مشکوۃ شریف ، فضائل القرآن: ۱۸۸	25
02	أَلاَ إِنِّي أُوتِيْتُ الكتاب وَمِثْلَهُ مَعَهُ	ابو داؤد کتاب السنة، باب لزوم السنة،حدیث نمبر٤٦٠٦ ، ص ٦٩٩	23
03	اللّٰهُمّ فقهه فی الدین وعلمه التأویل	مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عن ابن عباس، حدیث نمبر۲۳۹۷،ص٤/۲۲٥	52
04	أنزل القرآن علی سبعة أحرف لکل آیة منها ظهر و باطن ولکل حد مطلع	صحیح ابن حبان: باب إن مثلی ومثل ما بعثنی الله	242
05	إنّما هی سواد اللیل و بیاض النّهار	صحیح بخاری، کتاب التفسیرحدیث نمبر ٤٥١٠	50
06	كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الإِسْلَامِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَاتُكَذِّبُوْهُمْ وَقُولُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وماَ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وماَ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ	صحیح بخاری ، کتاب التفسیر، حدیث نمبر٤٤٨٥،	06

07	كان النبيّ ﷺ لمّا تنزّل عليه الآيات فيدعو : بعض من كان يكتب له ويقول له : ضع هذه الآية فى السّورة التي يذكر فيها كذا وكذا وتنزل عليه الآية والآيتان فيقول مثل ذلك .	سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة،باب من جهر بسم الله الرحمن الرحيم، حديث نمبر ٧٨٦، ص: ١٢٨	89
08	كنت عند رسول الله ﷺ جالساً إذ شخص ببصره ثُمَّ صوّبه حتى كاد أن يلزقه بالأرض قال ثم شخص ببصره فقال أتانى جبريل عليه السّلام فأمرنى أن أضع هذه الآية بهذا الموضع من هذه السورة "أن تذكروا" ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾	مسند امام احمد بن حنبل، حديث عن عثمان بن أبى العاص، ٦/٢١٨	88
09	لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوْا عَنِّيْ فلا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ	مسلم شريف، كتاب الزهد والرقائق	49
10	لايفقه العبد كل الفقه حتى يرى للقرآن وجوهاً	جامع بيان العلم ابن عبدالبر، باب من يستحق أن يسمى فقيها أوعالما حقيقة لا مجازاً، ٢/٤٥	242
11	مَنْ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُؤَدِّ الزَّكٰوةَ فَلَا صَلٰوةَ لَهُ	محدث طبرانى ، ابن أبى شيبة ، كتاب الأموال لأبى عبيدة،٣٥٢	79
12	يا رسول الله ﷺ وأينا لم يلبس إيمانه بظلم	صحيح بخارى، كتاب التفسير ، حديث نمبر٤٧٧٦	50

تفسیری اصطلاحات کی فہرست

ارضی آیات:

جو حضور ﷺ پر وطن میں نازل ہوئی ہوں

استطراد: 230,229,135

بات کو اس انداز سے بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات لازم آجائے

استعارات: 121,14

قرآن کے وہ مقامات جہاں کسی لفظ کے حقیقی معنی مراد لینے کے بجائے تشبیہ کی بنیاد پر اس کا غیر حقیقی معنی مراد لیے گئے ہوں۔

اصول تفسیر: (مقالہ کا بنیادی موضوع ہونے کی وجہ سے اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول دینے کے مترادف ہے)

فہم قرآن کے قواعد وضوابط

اصول فقہ: 248,70,34,24,19,18,17,11

فقہی مسائل معلوم کرنے کے اصول

اطناب: 128

بات کو لمبا کرنا

اعجاز قرآن: 256,218,163,125,124,123,121,98,97,14

قرآن کا معجزہ ہونا

اعراب قرآن: 14

قرآن مجید کی نحوی تراکیب

امثال قرآن مجید: 14

قرآن مجید میں بیان شدہ امثلہ

ایجاز: 144,143,128,40,14

مختصر کرنا

تأویل: 137,122,91,90,58,23

آیات قرآنیہ کی مراد

ترتیب قرآن: 121

قرآن مجید کو ترتیب دینا

تشبیہات: 60,14

قرآن مجید کے وہ مقامات جہاں ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے مثل کہا گیا

تفسیر: (مقالہ کا بنیادی موضوع ہونے کی وجہ سے اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول دینے کے مترادف ہے)

قرآن مجید کی آیات کی وضاحت وتشریح

تناسب: (مقالہ کا بنیادی موضوع ہونے کی وجہ سے اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول دینے کے مترادف ہے)

قرآنی آیات وسور کا باہمی تعلق

تناسق: (مقالہ کا بنیادی موضوع ہونے کی وجہ سے اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول دینے کے مترادف ہے)

قرآنی آیات وسور میں ربط وجوڑ

توافق: 254,248,115,84,77,76

قرآنی آیات وسور میں باہم اتفاق وپیوستگی

جمع قرآن: 12

قرآن مجید کو اکٹھا کرنا

حضری آیات: 13

وہ آیات جو نبی ﷺ کی اقامت کی حالت میں نازل ہوئیں

حقیقت: 61,14,12

کسی لفظ سے وہ معنی لینا جو اس کا اصل مطلب ہے

ربط جلی: 254,79,78

واضح ربط

ربط اُخفی: 254,79,78

ایسا ربط جو بہت زیادہ غور و فکر سے معلوم ہو

ربط خفی: 254,79,78

وہ ربط جو عمیق غور و فکر سے معلوم ہو

رسم الخط: 15,12,08

طرز کتابت

سفری آیات: 13

وہ آیات جو سفر میں نازل ہوئیں

سمائی آیات: 13

معراج کے وقت آسمان پر نازل ہونے والی آیات

سورتوں کے خواتم: 254,251,248,231,115,83,81,34,14,11

سورتوں کے آخری مقامات

سورتوں کے فواتح: 254,251,248,231,115,83,81,34,14,11

سورتوں کے ابتدائی مقامات

سور قرآن: 165,146,144,143,142,107,61,20

قرآن کی سورتیں

شاذ: 13

وہ قراءت جس کی سند صحیح نہ ہو

شتائی: 13

موسم سرما میں نازل ہونے والی آیات

صیفی: 13

موسم گرما میں نازل ہونے والی آیات

فراشی آیات: 13

وہ آیات جن کا نزول ایسے وقت میں ہوا جب آپ ﷺ بستر پر تھے

ظاہری رابطہ: 234,227

آیات کے مابین ایسا ربط جو ظاہر ہو

علم اسباب نزول: 70,61,60,59,58,56,55,36,21,20,18,11,09,08,07

254,249,248,219,207,206,205,161,137,122,105

قرآنی آیات کے پس منظر کا علم

علم الاسرار: 70,19

مخفی علوم کا علم

علم اشتقاق: 248,70,26,19,11

عربی الفاظ کی بناوٹ کا علم

علم بلاغت: 129,126,98,70,65,26,19

کلام کی مخصوص تراکیب سے مفہوم میں ہونے والی تبدیلیوں کا علم

علم تجوید: 248,70,19,18

قرآنی حروف کے مخارج وصفات کی ادائیگی کا علم

علم الجدل والخلاف: 70,34,28,19

اہل باطل کے مقابلے میں احتجاج واستدلال کے اصولوں کا علم

علم الحساب: 70,27,19

حساب کا علم

علم الحقائق: 70,19

حقائق موجودات کا علم

علم صرف: 131,70,26,25,19,17,12

عربی الفاظ کے صیغوں کا علم

علم القصص: 70,28,19

قرآن مجید میں بیان شدہ واقعات وقصص کا علم

علم الکلام: 131,70,27,19,18,17,16,11

مسائل الہیات اور متفرق دینی عقائد کا عقلی دلائل سے ثابت کرنے کا علم

علم لغت: 248,138,70,34,25,19,17

زبان کا علم (عربی الفاظ کے معانی ومدلولات کا علم)

علم المنطق: 131,70,27,19

کلام میں غلطی سے بچنے کے لیے جن قواعد کا جاننا ضروری ہے ان کا علم

علم الموہبہ: 70,29,19,11

وہبی علم

علم نحو: 211,128,126,70,26,19,17

عربی فقروں کی ترکیب اور اعراب کا علم

علوم القرآن: (مقالہ کا بنیادی موضوع ہونے کی وجہ سے اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول دینے کے مترادف ہے)

قرآن کے علوم

غریب الفاظ: 58,56,55,25,14

قرآن مجید کے وہ الفاظ جو عام طور پر لغت میں نامانوس متصور ہوتے ہیں

فواصل آیات: 161,14

آیات کے اختتامی مقامات

قرآن کی قسمیں: 14

وہ مقامات جہاں ربّ پاک نے کسی چیز کی قسم اٹھائی ہے

کلام عرب: 250,248,241,190,119,70,55,54,51,25,19

عرب کا کلام (نظم ونثر)

کلمات قرآن: 39

قرآن مجید کے الفاظ

کنایات: 14

وہ مقامات قرآنیہ جہاں الفاظ کو ان کے لازم معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہو

لیلی آیات: 13

رات کے وقت نازل ہونے والی آیات

متشابہ: 254,148,141,89,70,56,34,23,22,19,14,12,11,10,09,08

وہ قرآنی آیات جو اپنے حکم میں محکم کی طرف راجع ہوتی ہیں

متواتر: 13

وہ قراءت جو ایک ایسی جماعت دوسری جماعت سے نقل کرتی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو

مجاز: 148,126,121,120,111,105,95,61,59,58,43,14,12

کسی لفظ سے اس کے حقیقی معنی لینے کی بجائے کوئی اور معنی لینا

محکم: 34,23,22,12,10,09,08

وہ آیات قرآنی جو اپنے حکم میں اصل کا درجہ رکھتی ہیں

مشہور: 13

جس قراءت کی سند صحیح ہو

معنوی رابطہ: 249,234

آیات کے مابین معنوی ربط

مفردات قرآن: 165,26,15

قرآن کریم کے کلمات

مفسّر: (اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول دینے کے مترادف ہے)

قرآنی آیات کی وضاحت کرنے والا

مکی و مدنی کی معرفت: 70,18,12

قرآنی آیات و سور کے نزول کی بابت پہچان آیا ہجرت سے قبل مکی دور میں ان کا نزول ہوا یا کہ مابعد دور مدنی میں

موضوع: 13

وہ قراءت جس کو بلا دلیل اس کے قائل کی طرف منسوب کیا جائے

نسخ: 34,22,21,17,16,09

ایک حکم کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرے حکم کو لاگو کرنا نسخ کہلاتا ہے۔

نظم قرآن: (مقالہ کا بنیادی موضوع ہونے کی وجہ سے اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ہوا ہے لہذا صفحات کا اندراج فہرست کو بلا وجہ طول

دینے کے مترادف ہے)

قرآن کی آیات وسور کا باہمی ربط

نومی آیات: 13

وہ آیات جن کا نزول ایسے وقت میں ہوا جب نبی ﷺ حالت نوم میں تھے

نہاری آیات: 13

دن کے وقت نازل ہونے والی آیات

وقف: 13,12

مختلف قرآنی جملوں پر ایسے اشارات لکھ دیے گئے ہیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان پر وقف کرنا کیسا ہے۔

الأعلام

محمد ﷺ: 232,231,207,138,120,49,41,35,07

﴿ آ ﴾

حضرت آدم علیہ السلام: 229

آفندی ادمیری، شیخ محمد (م ۱۱۶۰ھ.) 63

آلوسی، ابوالفضل شہاب الدین محمود (۱۲۷۰ھ.): 239,163,160,110,16

آمدی، سیف الدین 205

﴿ ا ﴾

ابان بن تغلب بکری الکوفی 57,56

ابراہیم مصطفیٰ، استاد محمد 129

ابراہیم نخعی 55

ابراہیم نظام، امام 120,119,105

ابلیس 134

حضرت اُبی بن کعبؓ 155,19

ڈاکٹر احمد بدوی 129

احمد بن جعفر الدینوری، 58

ابن الأخشید معزلی، ابوبکر احمد بن علی (۳۲۶ھ/ ۹۳۶ء.) 122,120

اُخفش الأوسط بلخی، اَبوالحسن سعید بن مسعدہ بلخی (۲۲۱ھ.) 58

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۳۹۴ھ.) 172,161,111

ڈاکٹر محمد ادیب الصالح 65

اسحاق بن راھویہ 55

اسدآبادی، قاضی عبدالجبار (۳۵۹ھ۔۴۱۵ھ۔) 255,211,125,120,106,59

ابوالأسود الدؤلی (۶۹ھ۔)، 57,52

اسود بن یزید، 55

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ۔) 255,240,239,211,172,166,160,111,77,64

ابن أبی الأصبع المصری (۶۵۴ھ۔) 61

الأصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب (م ب۵۰۲ھ۔) 60,11,10

اصفہانی، شیخ محمد بن محمد (۳۲۲ھ۔) 59

أعمش 55

امین احسن اصلاحی: 255,252,231,215,211,202,201,200,199,198,113.112,96.65,20,18

محمد بن قاسم الانباری (م۳۲۸ھ۔): 59

انیس، ڈاکٹر ابراہیم 129

محمد بن علی اوفوی (۳۸۸ھ۔) 59

﴿ب﴾

بارزگان، عبدالعلی 76

باقلانی، علامہ محمد بن طیب بن جعفر (۳۳۸ھ۔۴۰۳ھ۔) 255,211,125,124,122,106,98,59

شیخ عبدالباقی بن محمد بن حسین المعروف ابن باقیا (۴۸۵ھ۔) 60

ملا بحرالعلوم عبدالعلی (۱۲۲۵ھ۔) 163

امام بخاری 155,58

امام برھان الدین بن عمر بقاعی 255,239,225,211,206,152,151,150,149,142,130,108,65,20

بصری، محمد بن مستنیر قطرب (۲۱۶ھ۔) 57

البصری، النضر بن شمیل (م ۲۰۳ھ.)،57

حسین بن مسعود بغوی (۴۳۳ھ۔۵۱۶ھ.)106,60

حضرت ابوبکرؓ،162,51

ابوبکر احمد بن کامل (م ۳۵۰ھ.)،59

علامہ ابوبکر محمد خلف الحوٰلی التوفی (۳۰۹ھ.)58

شیخ ابوبکر نیشاپوری (۳۲۶ھ.)255,123,120

بلقینی، جلال الدین (۸۴۴ھ.)62

بیہقی،25

﴿پ﴾

پنج پیری، مولانا محمد طاہر: 176,161

پروفیسر محمد مبارک65

﴿ت﴾

علاء الدین علی بن عثمان الترکمانی (م ۷۰۵ھ.)61

تقی عثمانی، محمد65,10

﴿ث﴾

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء.)168,161

﴿ج﴾

حضرت جابر بن عبداللہؓ37

ابوعثمان عمرو الجاحظ بن بحر255,129,126,125,124,122,121,120,119,106,105,76,58

الجبائی، ابوہاشم (۲۳۵ھ۔۳۰۳ھ.):125,119

جبریل علیہ السلام153,88

جرجانی، عبدالقاہر (۴۷۱ھ.):255,211,129,128,127,126,125,120,106,98

الجزری، علامہ ابوالخیر محمد بن محمد (۸۳۳ھ.)62

امام ابوبکر جصاص93

جعبری، شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر (۷۳۲ھ.)61

الجنابذی، الحاج سلطان محمد الملقب سلطان علی شانہ163,160

جندی، ڈاکٹر درویش 129,76

ابن جوزی، ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (۵۹۷ھ.)60

﴿ح﴾

ابوحاتم بن سجستانی (م۲۴۹ھ.)58

حسن بصری55

امام ابوالحسن الواحدی59,21,20

مولانا حسین علی239,211,166,160,111,78,64

حسین بن واقد المروزی (م۱۵۷ھ.)56

امام ابوعمرو حفص بن عمر (م۲۴۸ھ.)،58

شیخ حنفی محمد شریف105

حنبلی، شیخ ابواسحاق ابراہیم نجم الدین بن محمد (م۷۳۵ھ.)60

الحوفی، علی بن ابراہیم بن سعید (۴۳۰ھ.)59

ابوحیان اندلسی (م۷۴۵ھ)146,142,130,108,107,06,05

﴿خ﴾

الخزرجی، ابومحمد عبدالرحمٰن بن عبدالمنعم (م۵۶۴ھ.)60

خضر علیہ السلام156

محمد الخضر حسین65

خفاجی، ڈاکٹر مندور، 129

استاد محمد خلف اللہ129

خلیل بن احمد دیلمی (م ۱۷۰ھ.) 55,57

علامہ حمد بن محمد خطابی59,106,123,211,255

خولی، استاد امین129

﴿د﴾

ابوعمرو الدانی 59

امام ابوداؤد سجستانی:105,121,122,211,255

حضرت اُبودرداءؓ:19

اُبوبکر محمد بن الحسن المعروف بابن درید اللغوی59

﴿ذ﴾

ذوالقرنین156

بنت ذی یزن54

﴿ر﴾

رازی، امام فخر الدین 64,95,107,109,130,138,139,140,162,165,211,225,239,255

الرافعی، ڈاکٹر مصطفیٰ صادق 64,108,151

رستگار جوئے یاری، یعسوب الدین111,160,165

علامہ رشید رضا (۱۳۵۴ھ.)65,111,165

الرمانی، ابوالحسن علی بن عیسیٰ (۳۷۴ھ.)120,123

روح بن عبادہ، 55

﴿ز﴾

زاہد الحسینی: قاضی محمد زاہد الحسینی:65

سید مرتضے زبیدی63

ابن الزبیر، ابو جعفر احمد بن ابراہیم الثقفی علامہ255,239,146,130,78,20

الزجاج، ابراہیم بن السّری ابن سہل (۳۱۱ھ.)،59

زرقانی، محمد عبد العظیم (م۱۹۴۸ء.) 254,64,51,45,22,17,08,07

الزرکشی، امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ255,254,148,142,130,108,95,89,62,61,29,21,13,11,06,05

زمخشری، علامہ جار اللہ 255,211,137,136,135,134,133,132,131,130,107,76,60,27,26

زملکانی122

حضرت زید بن ثابتؓ171,70,52,19

ابو زید بلخی، احمد بن سہل (م۳۲۲ھ/۹۳۴م.)122,120

﴿س﴾

سبحانی، ڈاکٹر محمد عنایت اللہ اسد65

السجستانی، محمد بن عزیز 59

سخاوی، علم الدین (م۶۴۱ھ.)61

سعید اکبر آبادی: پروفیسر مولانا سعید احمد اکبر آبادی65

سعید حوی (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء.)255,252,211,176,175,174,161,113

سفیان بن عیینہ الکوفی (م۱۹۸ھ.)57,55

سلامہ، شیخ محمد علی سلامہ64

ابن سمین (ابو المعالی احمد بن علی البغدادی الحلبی، المتوفی ۵۹۶ھ.)60

سہیلی، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ احمد (م۵۸۱ھ.)60

سیوطی جلال الدین

255,254,239,230,226,215,211,155,153,152,142,130,108,107,89,78,77,62,44,20,13,07

﴿ش﴾

الشافعی، امام محمد بن ادریس (م ۲۰۴ھ.)243,57

شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ.)163,160,110

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی255,254,240,211,167,163,162,160,110,109,80,63,15

علامہ شبلی نعمانیؒ209,208,190

شربینی: حضرت شمس الدین محمد (۹۷۷ھ.)159,109

شرجیل55

شعب55

ابن شعبہ، ابوبکر55

شعیب علیہ السلام، شعبہ بن حجاج (م ۱۶۰ھ.)230

مولانا مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ.)172,161,111

شعرانی، شیخ عبدالوہاب 63

ڈاکٹر شوقی ضیف126,124

امام شوکانی (۱۲۵۰ھ.)238,206,205,91,90

﴿ص﴾

محمد علی الصابونی180,161,09

علامہ محمود صافی65

صالح علیہ السلام230,41

ڈاکٹر صبحی صالح65

صدیق حسن خان قنوجی ،نواب :64

شیخ محمد بن الشیخ ابوالحسن صدیقی شافعی اشعری مصری131,159

سید صفوۃ اللہ الحنفی النقشبندی دیوبندی255,173,161

الصواف ،الشیخ محمد محمود:180,177,161

﴿ض﴾

الضریس ،محمد بن ایوب (م۲۹۴ھ.)58

﴿ط﴾

شیخ طاہر الجزائری64

طبانہ، ڈاکٹر بدوی129

طبرسی، ابوعلی فضل بن حسن (۵۳۸ھ.)137,130,106

ابن جریر طبری (م۳۱۰ھ.)58

شیخ طنطاوی جوہری64

شیخ نجم الدین بن سلیمان بن عبدالقوی الحنبلی الطوفی (۷۱۰ھ.)61

ڈاکٹر طہ حسین129

﴿ع﴾

حضرت عائشہ صدیقہؓ70,52

عادل دمشقی62

ابن عاشور ،محمد طاہر255,171,161,18

ابوالعالیہ55

شیخ عبدالحق محدث دہلوی63

شیخ ابوعبدالرحمٰن بن محمد بن حسین السلمی نیشاپور شافعی59

مولانا عبدالسلام بن عبدالرؤف 112

مولانا عبداللہ بہلوی 65

ڈاکٹر عبداللہ دراز 239,211,170,169

عبداللہ بن زبیرؓ 70,52

عبداللہ بن السائبؓ 19

عبداللہ ابن عامر دمشقی (م ۱۱۸ھ.) 56

عبداللہ ابن عباسؓ 155,94,70,56,54,53,52,36,19

حضرت عبداللہ بن عمرؓ 52

عبداللہ لغاری: 168,111

عبداللہ ابن مسعودؓ 24

شیخ محمد عبدہ 255,165,160,111

عبید بن الأبرص 54

حضرت مولانا محمد عبیداللہ سندھی 168,167,160,111

ابوعبید قاسم بن سلاّم 58

ابوعبیدۃ معمر بن المثنی (۲۱۰ھ.) 119,58

حضرت عثمانؓ 155,154,153,89,88,52,51,19

عثمانی، مولانا شبیر احمد 168,161

عثمان بن أبی العاصؓ 88

حضرت عدی بن حاتمؓ 50

العراقی، نظم الدین عبدالرحمٰن بن الحسین 62

ابن عربی، قاضی ابوبکر 239,153,137,130,107

ابن عربی، الشیخ الأکبر محي الدین: 255,239,211,141,140,130,107

عزالدین بن عبدالسلام 255,238,205,61

ابن عساکر، فخرالدین 205

ابن عساکر، حافظ ابومحمد القاسم 205

عسکری، ابواحمد 125

عطاء بن أبی رباح 55

ابن عطیہ الأندلسی، قاضی ابومحمد عبدالحق بن غالب: 255,137,130,107

ابن عقیلہ جمال الدّین محمد بن احمد مکی، محدث 63

عکرمہ 56,55,54

علاؤالدّولہ، محمد بن احمد نسبت سمنان رکن الدین 107

علقمۃ 55

العلوی امام یحی بن حمزہ 61

حضرت علیؓ 52,19

ابوعلی الحسن بن علی بن نصر 105,76

علی بن ابی طلحہ 56

علی بن مدینی 58

علی میاں: مولانا ابوالحسن علی ندویؒ 65

العمادی، محمد بن محمد مصطفےٰ ابوالسعود 259,159,131,109

حضرت عمرؓ 53,51

ابوعمرو بن العلاء البصری 57

حضرت عیسیٰ: مسیح علیہ السلام 230,148,87,81

﴿غ﴾

غزالی استاد محمد65

مولانا غلام اللہ خان166,111

مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر163,160,76

﴿ف﴾

مولانا حمید الدین فراہی

255,239,211,202,199,198,197,196,195,191,190,160,129,115,112,91,76,75,64,20,18

فرعون157,156

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی65

﴿ق﴾

قاسمی، غلام مصطفے111

شیخ محمد جمال الدین القاسمی64

قتادۃ53

ابن قتیبہ255,211,122,105,58

قدامہ125

قرطبی، شیخ ابو محمد قاسم ابن اصبغ (۳۴۰ھ)59

امام قرطبی:107,93

سید قطب شہید255,170,161,112,64

امام ابن قیم95

﴿ک﴾

کاظمی کڑوی، مولانا معین الدین63

کافیجی، محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود محی الدین ابوعبداللہ 62

ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل عمادالدین 255,148,147,130,49

ابومحمد القصاب محمد بن علی کرخی 59

الکرکانجی، ابونصر محمد بن احمد بن علی المرزوی 59

الکسائی علی بن حمزہ 57,56

کشمیری، شیخ الحدیث مولانا انور شاہ 255,165,160,111,64

الکفرطالی، ابوعبداللہ محمد بن یوسف 60

﴿گ﴾

مولانا گوہر رحمٰن 65

﴿م﴾

مازندرانی، شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن شعیب 60

مالک بن انس 154,153,67,55

شیخ مالک بن نبی 65

المبرد، ابوالعباس محمد بن یزید 58

مجاہد 55

مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی 5

محمد بن السائب الکوفی 56

محمد ابن کعب القرظی 55

ڈاکٹر محمد محمد ابوشہبہ 43

محمد بن یزید الواسطی 122,120,106,58

مراغی، محمد مصطفے 165,111

مرثد بن الحارث بن ثور بن علقمۃ بن عمرو بن سدوسی، ابوفید 56

حضرت مریمؑ 148,81

ابن مطرف اندلسی، شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن فطیس معروف 59

ابن معتز 125

مقاتل بن سلیمان 57,56

مقدسی، حافظ العصر شہاب الدین ابو شامہ عبدالرحمٰن 61

مؤرج بن عمرو النحوی السدوسی البصری 56

مناع القطان 9

ابن منظور افریقی 74,04

شیخ منور بن عبدالحمید لاہوری 162,160,109,76,63

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی 255,239,173,172,161

حضرت موسیٰ علیہ السلام 232,231,230,157,156,155,87

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ 70,52,19

موسیٰ جاراللہ: 255,168,111

مہائمی، علامہ علاؤالدین مخدوم 255,239,211,149,130,108,20

میاں جیو، حسن بن محمد 131,109

﴿ن﴾

الشیخ ناصر مکارم الشیرازی 255,177,161

ناصف، ڈاکٹر مصطفیٰ 129

نافع بن ازرق، ابن ندیم، نجدۃ بن عویمر 54

شیخ مبارک بن خضر ناگوری 255,161,160,109

شیخ نجم الدین ابوبکر بن عبداللہ اسدی رازی دایہ (۶۵۴ھ.) 107

النحاس، ابوجعفر 59

ابن ندیم: محمد ابن اسحاق ندیم 105,52

محمد نذر شاہ عباسی 166

نوح علیہ السلام 169,28

نیشاپوری، نظام الدین حسن بن محمد خراسانی (۹۲۸ھ.) 109

﴿و﴾

الواحدی نیشاپوری، امام علی بن احمد بن محمد ابوالحسن 59

وکیع بن جراح 55

ولی الدین ملوی 239,211,154

﴿ہ﴾

حضرت ابوہریرہؓ 19

ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی 255,123,120,106,59

ہود علیہ السلام 230

ہود بن الحکم 15

الہروی ابوعبیدا احمد بن محمد 59

﴿ی﴾

حافظ یحیی بن آدم قرشی 57

مولانا محمد یوسف بنوریؒ 165,160,111,64

الیزیدی، ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحیی (م ۲۳۷ھ.) 58

مستشرقین

چارلس جے۔آدمز:100

تھامس کارلائل Thomas Carlyle:100

معروف مستشرق سر ولیم میور (Sir William Mayr):101

فہرست مصادر و مراجع

۱۔القرآن المجید

﴿ آ ﴾

الآلوسی، أبوالفضل شہاب الدین سید محمود

''روح المعانی''

(دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ.)

﴿ الف ﴾

احمد، السید

تحریر فی أصول التفسیر

تاجران کتب، قومی نقشبندیہ، لاہور ۱۹۱۳ء.

ابن أبی الأصبع

بدیع القرآن

تقدیم وتحقیق: حفنی شرف

مکتبۃ النہضۃ، مصر ۱۹۵۷ھ.

اصفہانی، امام راغب

''المفردات فی غریب القرآن''

(نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی)

اصفہانی، محمود الملکی

''مختصر التمہید فی علوم القرآن''

مطبع قدس قم ایران

اصلاحی، امین احسن

تدبر قرآن

فاران فاؤنڈیشن، لاہور،۱۴۲۲ھ.

مبادئ تدبر قرآن

فاران فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۹ء.

اصلاحی، ایاز احمد ڈاکٹر

ابن زبیر ثقفی اور نظم قرآن

نظام القرآن (سہ ماہی، جولائی۔ستمبر ۲۰۰۱ (جلد دوم شمارہ دوم) مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ

افغانی، شمس الحق

علوم القرآن

مدرسہ فاروقیہ بہاولپور ۱۹۶۹ء.

اِمرؤ القیس

دیوان امرؤ القیس

ضبط وتصحیح: الأستاذ مصطفیٰ عبد الشافی،

دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔لبنان، طبعۃ اولی: ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء.

الأندلسی، اَبوحیان:

''البحر المحیط''

دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ.

الأندلسی، ابن عطیۃ ابو محمد عبد الحق بن غالب

المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز

دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان

﴿ب﴾

باشر جرنیل، محمود مختار

حکمت قرآن

کاروان پریس، لاہور

الباقلانی، محمد بن طیب

اعجاز القرآن

مطبوعہ قاہرۃ

بخاری، محمد بن اسماعیل

صحیح بخاری

بیت الأفکار الدولیۃ، ریاض ۱۴۱۹ھ.

بدوی، احمد احمد

عبدالقاہر جرجانی وجہودہ فی البلاغۃ العربیۃ

وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، مصر

بغوی، ابو محمد حسن بن مسعود

مشکاۃ المصابیح

نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

البقاعی، برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر

نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور

دارالکتاب الاسلامی بالقاہرۃ

بلگرامی، قاضی مظہر الدین احمد

عیون العرفان فی علوم القرآن

شجاعت پبلیکیشنز، فیض باغ لاہور

البنا، حسن

مقدمات فی علم التفسیر

مکتبۃ المنار بالکویت

نظرات فی القرآن

تحقیق: احمد عیسی عاشور

مکتبۃ الاعتصام، دار السلام ۱۳۹۹ھ۔

بنوری، محمد یوسف

یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن

مجلس علمی جمال پریس، دہلی

﴿پ﴾

پاشا، اسماعیل

ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون

مکتبۃ للثنی بیروت ۱۹۴۵ء۔

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اردو دائرۃ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

پنج پیری، مولانا محمد طاہر

''سمط الدرر فی ربط الآیات والسور وخلاصتہا المختصر

لمن أراد أن یتذکر أو یتدبر''

انجمن تعلیم القرآن، پنج پیر ضلع مردان

﴿ت﴾

ترمذی، محمد بن عیسی

جامع ترمذی

(مکتبۃ التربیۃ العربی لدول الخلیج، ۱۴۰۸ھ۔)

ابن تیمیہ، تقی الدین

مقدمہ فی اصول التفسیر

(دار ابن حزم بیروت لبنان)

﴿ج﴾

جاحظ، أبو عثمان عمرو بن بحر

البیان والتبیین

لجنۃ التألیف والترجمۃ والنشر، مصر

جالندھری، مولانا رشید احمد

علم تفسیر اور مفسرین

مکتبہ جدید پریس لاہور، ۱۹۷۱ء۔

جالندہری، مولانا فتح محمد خان

نور ہدایت

الجرجانی، عبد القاہر

دلائل الاعجاز

مطبوعہ قاہرۃ

أسرار البلاغۃ

عیسی بابی الحلبی وأولادہ، مصر ۱۹۳۹۔

جصّاص، ابوبکر، احمد بن علی الرازی

احکام القرآن

تحقیق محمد صادق قمحاوی

داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

جندی، ڈاکٹر درویش

نظریہ عبدالقاہر فی النظم

مکتبۃ النہضۃ، فجالۃ، مصر ۱۹۶۰ء۔

جوئے یاری، رستکار یعسوب الدین

تفسیر البصائر

المطبعۃ الاسلامیۃ، قم ایران

ابن الجوزی، اَبوالفرج جمال الدین

"زادالمسیر فی علم التفسیر"

(دارالفکر ، بیروت ۱۴۰۷ھ۔)

الجوینی، مصطفٰی الصاوی

مناہج فی التفسیر

مشاہ المعارف، الاسکندریہ، مصر

﴿چ﴾

چلپی، حاجی خلیفہ

کشف الظنون

(دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

﴿ح﴾

حسین علی، مولانا

الدرر المنثورات فی ربط السور والآیات

(مرتبہ محمد امیر)

ثنائی پریس سرگودھا

تفسیر جواہر القرآن

مرتبہ مولانا غلام اللہ خان

کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی

حمصی، نعیم

تاریخ فکرۃ اعجاز القرآن

مطبعۃ الترقی، دمشق، ۱۳۷۲ھ۔

ابن حنبل، امام احمد

مسند امام احمد بن حنبل

(دار الباز للنشر والتوزیع، مکۃ المکرّمۃ)

حوی، سعید

الاساس فی التفسیر

دار السلام، قاہرہ ۱۴۱۲ھ۔ (طبعہ ثالث)

﴿خ﴾

خطابی، حمد بن محمد

البیان فی اعجاز القرآن

تصحیح: ڈاکٹر عبد العلیم

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۳ء.

خیاط، ابوالحسین

الانتصار والرد علی ابن الراوند الملحد

المطبعة الکاثولیکیہ، بیروت ۱۹۵۷ء.

﴿ د ﴾

أبوداؤد، امام سلیمان بن أشعث السجستانی

سنن أبی داؤد

تحقیق سعید محمد اللحام

(دار الفکر)

داؤد العانی، عبد القہار

دراسات فی علوم القرآن

مطبعة المعارف، بغداد ۱۹۷۲ء.

داؤد العطار، الدکتور

موجز علوم القرآن

مؤسسة الأعلمی بیروت ۱۹۷۹.

دراز، ڈاکٹر عبداللہ

الانباء العظیم

مکتبة السعادة مصر ۱۹۶۰ء.

﴿ ذ ﴾

ذہبی، محمد حسین

التفسیر والمفسرون

دارالکتب الحدیثہ، قاہرہ ۱۹۶۱ء۔

﴿ر﴾

رازی، امام فخر الدین

تفسیر مفاتیح الغیب

مطبعہ مصر

رافعی، مصطفیٰ صادق

اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ

دارالکتاب العربی، بیروت لبنان ۱۳۹۳ھ۔

رومی، فہد بن عبدالرحمٰن

اتجاہات التفسیر فی القرن الرابع عشر

دارالافتاء والدعوۃ والارشاد السعودیۃ، طبعۃ أول ۱۹۷۶ء۔

﴿ز﴾

الزبیدی، مرتضی الحسینی

تاج العروس من جواہر القاموس

المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۰۷ھ۔

زجاج

''إعراب القرآن''

(دارالکتاب اللبنانی۔ بیروت، ۱۴۰۶ھ۔)

زرقانی، محمد عبدالعظیم

مناہل العرفان

دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۴۱۹ھ.

زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ

''البرہان فی علوم القرآن''

تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم

(دارالفکر، بیروت ۱۴۰۰ھ.)

زرکلی، خیرالدین

الأعلام

دارالملایین، بیروت ۱۹۸۴ء.

زغلول، الشحات السید

الاتجاہات الفکریۃ فی التفسیر

دارالنجاح مصر، ۱۳۹۷ھ.

زمخشری، علامہ جاراللہ

الکشاف

دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان

زید، مصطفیٰ

دراسات فی التفسیر

دارالفکر العربی، القاہرۃ، ۱۳۹۰ھ.

﴿س﴾

سبحانی، محمد عنایت اللہ

مولانا حمیدالدین فراہی

البدر پبلیکیشنز، لاہور

سلام، محمد زغلول

ثلاثة رسائل فی اعجاز القرآن

تحقیق: محمد خلف اللہ

دار المعارف مصر

سندھی، عبید اللہ

''شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ''

سندھ ساگر اکادمی، لاہور

''المقام المحمود'' تفسیر جزء عمّ۔

حاجی حنیف اینڈ سنز، لاہور ۲۰۰۱ء.

سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن

''الاتقان فی علوم القرآن''

تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم

(منشورات الرضی بیدار)

''التحبیر فی علم التفسیر''

تحقیق: الدکتور فتحی عبد القادر فرید

(دار نشر الکتب الإسلامیہ، لاہور)

''ترتیب سور القرآن''

تحقیق الدکتور السید الجمیلی

دار و مکتبۃ الھلال

''الدُّرُّ المنثور''

دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی: ۱۹۸۳ء.

''معترک الأ قران فی اعجاز القرآن''

تحقیق علی محمد البجاوی

دارالفکر العربی، ۱۹۶۹ء.

﴿ش﴾

شاہ، سلطان محمد الملقب سطان علی شاہ

تفسیر بیان السعادۃ فی مقامات العبادۃ

منشورات مؤسسۃ الأعلمی، بیروت لبنان

شحاتہ، عبداللہ

علوم القرآن والتفسیر

دارالاعتصام القاہرۃ

شفیع، مفتی محمد

معارف القرآن

ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۸۶ء.

شلتوت، امام اکبر محمود

إلی القرآن الکریم

مطبوعات الإدارۃ العامۃ للثقافۃ الاسلامیہ بالأزہر

الشوکانی، محمد بن علی بن محمد

فتح القدیر

(مصطفیٰ البابی الحلبی وأولادہ، ۱۹۶۴ء.)

ابوشہبہ، محمد محمد

المدخل لدراسۃ القرآن الکریم

مطبعۃ الأزہر، ۱۳۷۷ھ.

شہید، سید قطب

فی ظلال القرآن

داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۳۹۱ھ.

﴿ص﴾

صابونی، محمد علی

''صفوۃ التفاسیر''

دارالقرآن الکریم، بیروت ۱۴۰۰ھ.

صارم، عبدالصمد

تاریخ التفسیر

مکتبہ معین الأدب، اردو بازار لاہور ۱۹۹۱ء.

الصباغ، محمد

لمحات فی علوم القرآن واتجاہات التفسیر

المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۴ھ.

الصواف، الشیخ محمد محمود

فاتحۃ القرآن وجزء عم الخاتم للقرآن (تفسیر وبیان)

مکۃ المکرّمۃ

''بین الرعاۃ والدعاۃ''

(دارالاعتصام)

﴿ض﴾

ضیف، شوقی

البلاغۃ،تطوّر وتاریخ

دارالمعارف،مصر

﴿ع﴾

ابن عاشور

’’تفسیر التحریر والتنویر‘‘

(مطبع ندارد)

عبدالباقی،فؤاد

المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم

سہیل اکیڈمی،لاہور،۱۹۸۳ء.

ابن عبدالبر

جامع بیان العلم

دارالکتب العلمیۃ،بیروت

ابوعبیدۃ،معمر بن المثنی التیمی

’’مجاز القرآن‘‘

(محمد سامی امین الخانجی الکتبی،بمصر،۱۳۷۴ھ.)

ابن عربی،محی الدین

’’تفسیر القرآن الکریم‘‘

تحقیق: الدکتور مصطفیٰ غالب

انتشارات ناصر خسرو،تہران۔ایران

عرجون،محمد صادق

نحو منہج لتفسیر القرآن

الدار السعودیۃ ۱۳۹۲ھ.

علوی، محمد بن المالکی الحسینی

زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن

دار الشروق جدۃ، ۱۹۸۳.

العمادی، أبو السعود محمد بن محمد

تفسیر أبی السعود

دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان

عمری، محمد یوسف کوکن

خانوادہ قاضی بدر الدولۃ

دار التصنیف، مدراس بھارت، ۱۳۸۲ھ.

﴿غ﴾

غزالی، ابو حامد امام

احیاء علوم الدین

مکتبۃ تجاریہ کبری مصر

﴿ف﴾

فراہی، حمید الدین

رسائل الإمام الفراہی فی علوم القرآن (المجموعۃ الأولی)

مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، الدائرۃ الحمیدیہ، ۱۹۹۱ء.

فاتحہ تفسیر نظام القرآن

دلائل النظام

مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، الدائرۃ الحمیدیہ، ۱۳۸۸ھ.

مجموعہ تفاسیر فراہی

ترجمہ: امین احسن اصلاحی

فاران فاؤنڈیشن، لاہور

تفسیر قرآن کے اصول

ترجمہ: خالد مسعود

ادارہ تدبر قرآن وحدیث، لاہور ۱۹۹۹ء.

تفسیر سورۃ الکافرون من نظام القرآن وتأویل الفرقان بالفرقان

مطبع فیض عام علی گڑھ، الہند ۱۳۲۶ھ.

أسالیب القرآن

مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، الدائرۃ الحمیدیہ، ۱۳۸۹ھ.

فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب

بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز

تحقیق الأستاذ محمد علی النجار

المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، لبنان

﴿ق﴾

ابن قتیبۃ، أبو محمد عبد اللہ بن مسلم

''تفسیر غریب القرآن''

(دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۸ھ.)

''تأویل مشکل القرآن

دار احیاء الکتب العربیۃ،

قدوائی، محمد سالم

ہندوستانی مفسرین اور عربی مفسرین

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی، ۱۹۷۳ء.

قطان، مناع خلیل

مباحث فی علوم القرآن

(منشورات العصر الحدیث، ۱۹۷۳ء.)

ابن القیم، شمس الدین

الفوائد المشوقۃ إلی علوم القرآن وعلم البیان

دار الکتب العلمیۃ، بیروت

﴿ک﴾

کاندھلوی، محمد ادریس

اعجاز القرآن

برقی پریس، دہلی

سیرۃ المصطفی

مکتبہ عثمانیہ لاہور ۱۴۱۲ھ.

ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین

تفسیر ابن کثیر

المطبعۃ الفنیہ، القاہرۃ

کحالۃ، عمر رضا

معجم المؤلفین

مطبعۃ الترقی، دمشق، ۱۹۵۸ء.

کمال، احمد عادل

علوم القرآن

دارالارشاد، بیروت، ۱۳۸۸ھ.

﴿گ﴾

گنوری، فضل الرحمٰن

زمخشری کی تفسیر الکشاف ایک تحلیلی جائزہ

دینیات فیکلٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۸۲ء.

﴿م﴾

محمد خلف اللہ احمد، ڈاکٹر

مقدمہ اثر القرآن فی تطور النقد العربی

طبعہ ثانیہ، دارالمعارف مصر

مدرار مدراللہ

اعجاز القرآن

منظور عالم پریس، پشاور ۱۹۶۹ء.

ابن منظور:

''لسان العرب''

(داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۶ھ.)

الماوردی،

الأحکام السلطانیۃ

مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر ۱۳۹۸ھ. طبعہ ثالث

المہائمی، علاء الدین بن احمد الشافعی

تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان

مکتبۃ النعمانیۃ، قصہ خوانی بازار پشاور

مودودی، ابوالأعلی

فضائل قرآن

البدر پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۷۷ء۔

ابوموسی، محمد حسین

من أسرار التعبیر القرآنی

دار الفکر العربی، القاہرۃ ۱۳۹۶ھ۔

﴿ن﴾

نائطی، مولوی محمد غوث

نثر المرجان فی رسم نظم القرآن

مطبعہ زندہ طلسمات پریس حیدرآباد (جلد اوّل: ۱۳۲۲ھ۔) (وجلد آخر: ۱۳۴۷ھ مجلس اشاعت العلوم)

ناصف، دکتور مصطفیٰ

النظم فی دلائل الاعجاز

حولیات کلیۃ الآداب، جامعہ عین شمس، ۱۹۵۵ء۔

ندوی، ابوالحسن علی

تاریخ دعوت وعزیمت۔

مجلس نشریات اسلام، کراچی

ندوی، محمد حنیف

مطالعہ قرآن

ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

الندیم، محمد بن اسحاق

الفہرست

مطبوعہ مصر

النقشبندی، سید صفوت اللہ الحنفی

تفسیر صفوۃ البیان

شارع آغا صاحب الواقع فی بلد چمن بلوچستان

نگرامی، ندوی، محمد اویس

قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟

مطبعہ طیبہ لکھنؤ (۱۹۶۵ء.)

نویہض، عادل

معجم المفسّرین من صدر الإسلام حتی العصر الحاضر

(مؤسسہ نویہض الثقافیۃ ۱۴۰۶ھ.)

﴿و﴾

الواحدی، ابوالحسن علی بن احمد

اسباب النزول

(مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۹۶۸ء.)

ولی اللہ، شاہ

الفوز الکبیر فی أصول التفسیر

ترجمہ مولوی رشید احمد انصاری

(قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی)

﴿ہ﴾

ہلال، محمد غنیمی

المدخل الی النقد الأدبی الحدیث

طبع الرسالۃ، ۱۹۵۸ء.

فہرست موضوعات

باب اوّل: اصول تفسیر کا تعارف	70-01
فصل اوّل: اصول تفسیر کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار	32-03
فصل دوم: اصول تفسیر کی ضرورت واہمیت	47-33
فصل سوم: اصول تفسیر کا آغاز وارتقاء	69-48
باب دوم: نظریہ نظم قرآن	115-71
فصل اوّل: نظم کا لغوی واصطلاحی مفہوم	85-73
فصل دوم: نظم قرآن کی ضرورت واہمیت	103-86
فصل سوم: فکر نظم کا ارتقاء	114-104
باب سوم: نظم قرآن کی روایت کا تاریخی جائزہ	211-116
فصل اوّل: نظم قرآن کے حامی علماء اور ان کا نقطہ نظر	188-118
بحث اول: پہلی صدی ہجری تا پانچویں صدی ہجری	129-119
بحث دوم: چھٹی صدی ہجری تا دسویں صدی ہجری	159-130
بحث سوم: گیارھویں صدی ہجری تا تا حال	181-160
فصل دوم: حمید الدین فراہی اور نظم قرآن	203-189
فصل سوم: نظم قرآن کے مخالف علماء اور ان کا نقطہ نظر	210-204
باب چہارم: نظم قرآن کا تحلیلی جائزہ	246-212
فصل اوّل: نظم قرآن کے مفید اثرات	221-214
فصل دوم: قرآن کے نظم کلام میں درپیش مشکلات اور تلاش نظم میں اہم اشارات	236-222
فصل سوم: نظم قرآن۔ متوازن تجزیہ	245-237
نتائج تحقیق وسفارشات	252-247

ملخص مقالہ	256-253
فہارس	257-320
فہرس الفہارس	258
فہرست آیات قرآنیہ	259-273
فہرست احادیث	274-275
تفسیری اصطلاحات کی فہرست	276-283
الأعلام	284-298
فہرست مصادر و مراجع	299-318
فہرست موضوعات	319-320

ALLAMA IQBAL
Open University Library
(ACQUISITION SECTION)
Acc. No. 104603
Date 05-01-2006